بعون صناع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و آسمان

کتاب مستطاب مسمی بہ

[illegible]

تصنیف لطیف

غواص بحر حقیقت ماہر اسرار طریقت و شریعت

حضرت میاں عبد اللہ صاحب المعروف باباجی صاحب لاہوری قدس سرہ

حسب فرمائش

حضرت الحاج میاں بشیر احمد صاحب لاہوری مدظلہ العالی

بعون صانع مکین و مکاں و بفضل خلّاق زمین و آسماں

کتابِ مستطاب مسمّٰی بہ

اسرارِ کبیری

تصنیف لطیف

قبلۂ عالم خواجۂ خواجگان پناہ عالمیاں نکیہ گاہ بیکساں قطب العارفین سراج السالکین

حضرت باباجی صاحب لاروی

نقشبندی مجددی

موضع وانگت پرگنہ لار علاقہ سری نگر کشمیر

حسبِ فرمائش

حضرت الحاج میاں بشیر احمد صاحب لاروی مدظلہ العالی

نام کتاب ——— اِسرار کبیری (جلد اول - دوم)

زبان ——— اردو

مصنف ——— قطب العارفین سراج السالکین قبلہ عالم
حضرت باباجی لاروی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر ——— پیر سید محمد قاسم شاہ - نور پور شاہاں بری امام اسلام آباد

طابع ——— چوہدری عبدالباقی نسیم

مطبع ——— اومنی پرنٹرز رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

کتابت ——— ابوالہلال افضل منہر ایم-اے راولپنڈی

اشاعت اوّل ——— جنوری ۱۹۹۴ء

تعداد ——— ایک ہزار

تعداد صفحات ——— (۴۲۰)

قیمت ——— ۱۵۰/ روپے

فہرست اسرارِ کبیری

محبوبِ سبحانی قطبِ ربّانی حضرت باباجی صاحب لاروی ؒ

کے

مختصر حالاتِ زندگی

غواصِ بحرِ حقیقت ماہر اسرارِ طریقت و شریعت حضرت میاں عبداللہ صاحب عرف باباجی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادتِ مبارکہ علاقہ بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام حضرت میاں پھل گل تھا۔ آپ قوم گجر بجران سے متعلق ہیں۔ صرف چار سال کی عمر تھی۔ جب والد صاحب کا وصال ہو گیا۔

آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ بچپن سے ہی ذکر و فکر کا بے حد جذبہ رکھتے تھے اس وقت کے مشہور و معروف ولی غوث زمان حضرت خواجہ نظام الدین مسند آرا کیاں شریف علاقہ دراوہ ضلع مظفر آباد (آزاد کشمیر) کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت حاصل کی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد خلعتِ خلافت سے نوازے گئے۔ بسلسلہ قادریہ میں حضرت حافظ میاں احمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند میاں محمد اسحاق صاحب ؒ گھنیلہ شریف والوں (ضلع ہزارہ) سے بھی فیض حاصل تھا۔ اسی طرح آپ کو حضرت عبدالغفور المعروف اخون صاحب سوات ریف سے بھی خلافت حاصل تھی۔

ظاہری تعلیم صرف سات پارہ قرآن مجید ناظرہ تک محدود ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کسی سے ظاہری تعلیم حاصل نہیں کی، لیکن آپ کی تصانیف (اسرارِ کبیری، ملفوظاتِ نظامیہ مجموعہ سی حرفی) کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ خداوند عالم نے آنجناب کو علمِ لدنی سے آشنا نوازا،

کہ علمِ ظاہر والے جید عالم بھی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ آپ کی عبادت و ریاضت کے واقعات سُن کر حیرت ہوتی ہے۔

آپ اپنے مرشد برحق قطبِ دوراں خواجہ نظام الدین کیانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مادری وطن ہزارہ ترک کر کے معہ اہل و عیال وانگت شریف ضلع سری نگر تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ ریاست جموں و کشمیر میں آفتاب و مہتاب بن کر چمکے اور شہرتِ دوام حاصل کی۔ آنجناب کی سینکڑوں کرامات مشہور ہیں۔

آپ کے فرزند ارجمند خلیفہ و جانشین شیخ طریقت حضرت الحاج میاں نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ عابد زاہد، زیرک، مؤدبِ سادات، صاحبِ قلم و زبان اور اعلیٰ ترین شاعر تھے۔ آپ کا منظوم کلام بنام "اشعار نظامی" ماہِ اگست ۱۹۶۸ء میں طبع ہو کر دربارِ عالیہ وانگت سے شائع ہو چکا ہے، جو کہ آفتاب آمد، دلیلِ آفتاب ہے۔ آپ کے بڑے فرزند صاحبزادہ والاشان حضرت حاجی میاں بشیر احمد صاحب لاروی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین اور منتظم دربار ہیں۔ حضرت موصوف نے بتاریخ ۳ شوال ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۰ نومبر ۱۹۷۲ء بموافق ۲۶ کتک ۲۰۲۹ بکرمی بروز جمعہ بوقت صبح بعمر ۶۰ سال بمقام وانگت شریف وصال فرمایا۔ اور اپنے والدِ گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کے صاحبزادگان کے نامِ گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت حاجی میاں بشیر احمد، (۲) صاحبزادہ جنید احمد۔ (۳) صاحبزادہ جاوید احمد۔ (۴) صاحبزادہ حاجی غلام جیلانی۔ (۵) صاحبزادہ محمد اسمٰعیل۔ (۶) صاحبزادہ غلام ربانی۔ (۷) صاحبزادہ عبدالرشید۔ (۸) صاحبزادہ شبیر احمد۔ (۹) صاحبزادہ اشتیاق احمد شوق۔

تصانیف

۱۔ مجموعہ ملفوظاتِ نظامیہ۔ حضرت باباجی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ کی اوّلین تصنیف

ہے۔ جس میں تصوف کے بہترین اور نایاب مسائل ہیں، جو کہ قابلِ دید ہیں۔ عمدہ کتابت صفحات ۴۵۴۔ حضرت مصنف کی زیرِ نگرانی لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ سنِ طباعت ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۶ء ہے۔ اب یہ نایاب ہے۔ انشاء اللہ عنقریب دوبارہ شائع کی جائے گی۔

۲۔ مجموعہ سی حرفی ہا۔ یہ حضرت باباجیصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عارفانہ کلام پنجابی میں ہے۔ بارِ اوّل پونچھ شہر ریاست جموں و کشمیر سے شائع ہوئی۔ لیکن کاغذ اور طباعت تسلی بخش نہیں تھی۔ کتابت کی اغلاط بھی تھیں۔ بارِ دوم راقم الحروف ۱۹۷۱ء میں عمدہ کتابت اور جدید دلکش سائز پر راولپنڈی، پاکستان سے شائع کی، جس کو حضرت باباجیصاحب کے فرزندِ ارجمند حضرت بابا میاں نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند فرمایا۔ اور حضرت جناب باباجیصاحب رحمۃ اللہ علیہ راقم الحروف کو خواب میں ملے اور اپنے ساتھ کھیر کھلائی۔ بارِ سوم حضرت میاں بشیر احمد صاحب سجادہ نشین دربارِ عالیہ باباجیصاحب وانگت شریف نے راقم الحروف کی شائع کردہ سی حرفی کے مطابق سری نگر کشمیر سے طبع کروا کر دربارِ وانگت شریف سے شائع کی۔ بارِ چہارم ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶ء۔ راقم الحروف نے پہلے سے خوبصورت اور صحت کے ساتھ حسبِ فرمائش حضرت جناب میاں حاجی بشیر احمد صاحب زیبِ آستانہ عالیہ باباجیصاحب لاروی، راولپنڈی پاکستان سے طبع کروا کر آستانہ عالیہ مخدومیہ نوریہ نورپور شاہاں، اسلام آباد پاکستان سے شائع کی۔

۳۔ اسرارِ کبیری۔ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۹۸۳ بکرمی۔ بڑے سائز میں ۵۰۰ صفحات پر مشتمل۔ پونچھ کشمیر ریاست جموں و کشمیر سے حضرت باباجیصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور نگرانی میں طبع ہو کر آستانہ عالیہ وانگت شریف سے شائع ہوئی۔

اسرارِ کبیری شریف حضرت باباجیصاحب کی الہامی تصنیف ہے، جیسا کہ خود فرمایا:

"اسرارِ کبیری" سُغنے اندر کسی ولی فرمایا

اِسے مجبوری کارن میں بھی ایہو نام رکھایا

یہ حضرت جناب باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف ہے۔ اس کی طباعت کے ساڑھے چھ ماہ بعد آپ کا وصال ہو گیا تھا۔

فقیر جب بوڑھا ہوتا ہے تو اس کا فقر جوان ہوتا ہے۔ لہذا حضرت باباجی صاحب کے بڑھاپے اور عمر کے آخری حصہ میں تصنیف ہونے والی اسرار کبیری شریف بہترین تصنیف اور تصوف وسلوک کا بیش بہا خزانہ ہے۔ یہ عرصۂ دراز سے نایاب ہو چکی تھی۔ لہذا حسبِ فرمائش جناب میاں بشیر احمد صاحب لاروی عمدہ کتابت اور دلکش سائز پر شائع کی جا رہی ہے۔ حتی الامکان تصحیح کے ساتھ، اور مشکل الفاظ کو آسان عبارت میں پیش کیا گیا ہے۔ پھر بھی عین ممکن ہے کہ کتابت و طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہوں۔ لہذا قارئین سے استدعا ہے کہ اگر کوئی معقول غلطی نظر آئے، تو بندہ کو مطلع کریں، تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کیا جا سکے

اسرار کبیری شریف کی سب آخری سطر یہ ہے ؎

روز محشر دار با آلِ رسول
از طفیلِ مقبلاں گرداں قبول

اِس سے آپ کا جذبۂ حُبِّ آلِ رسول ظاہر ہے۔ جیسا کہ مولانا سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

اگر دعوتم رد کنی ور قبول
منم دست و دامانِ آلِ رسول

کشف و کرامات

حضرت جناب باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔ ذیل میں مشتے نمونہ از خروارے کے مطابق چند کرامات کا تبرکاً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اوّلین ملاقات میں غوث بنا دینا:

اعلیٰحضرت قبلہ باباجی صاحب لاروی نے جناب قبلہ پیر سید حاجی نوران رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم موضع لاہ شریف راجوری ریاست جموں و کشمیر حال مدفون سوہادہ ضلع جہلم پاکستان کو پہلی ملاقات میں بیعت فرماکر دفعۃً غوث بنا دیا۔ جیساکہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نانبائی شیخ حسن مرحوم کو ایک ہی محفل میں نگاہِ اتحادی سے اپنے جیسا ولی بنا دیا تھا۔ حتیٰ کہ ظاہری صورت بھی حضرت خواجہ باقی باللہ کی طرح ہو گئی تھی۔ لیکن وہ نانبائی ولایت کا بوجھ دفعۃً برداشت نہ کر سکا۔ دو تین دن میں وفات پا گیا۔ اور حضرت جناب باباجی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جس خوش قسمت پر نگاہِ ولایت ڈال کر دفعۃً اپنے جیسا ولی اور غوث بنایا۔ وہ بفضلہٖ تعالیٰ تقریباً ایک کی عمر تک زندہ رہ کر فیضانِ ولایت بانٹتا رہا۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا
(مولانا رومؒ)

ولی اللہ دے بھانڈے انگ کے پانڈے خیر حضور دِس
جیہڑا اک غرور دِس ہو دے سو پُر کر دے لور دِس
(میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت باباجی صاحب فرمایا کرتے تھے، میرا اور حاجی صاحب کا ایک وجود ہے۔

من تو شدم، تو من شدی، من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

۲۔ پتھر کا موم ہونا

موضع لسانہ نزد پونچھ شہر ریاست جموں و کشمیر دریا کے کنارے ایک بہت بڑے اجتماع

میں پتھر کی چٹان پر حضور بابا جیصاحب کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے الوداعی دعا فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں آپ کے پاؤں کے نیچے والی چٹان موم ہو گئی۔ اور اس پر آنجناب کے پاؤں کے نشانات ظاہر ہو گئے، جیسے کہ کیچڑ میں نشانات لگ جاتے ہیں۔

سُنا ہے کہ حضرت بابا جیصاحب نے دُعا فرمائی کہ یا اللہ! یہ پتھر اُلٹ جائے تاکہ لوگ اس کی تعظیم نہ کریں۔ تو دریا کی طغیانی کی وجہ سے وہ پتھر اُلٹ گیا ہے۔ لیکن اب تک دریا کے کنارے موجود ہے۔ بعض حضرات کے پاس اس پتھر پر نشانِ قدم کا فوٹو موجود ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

۲۔ پٹواری کو ڈپٹی کمشنر اور مہاراجہ کا قائم مقام بنا دیا

حضرت بابا جیصاحب رحمۃ اللہ علیہ جب ضلع ہزارہ سے کشمیر تشریف لے گئے اور وہاں ایک سرکاری جنگل میں زمین آباد کی تو متعلقہ پٹواری آغا حسین شاہ کو زمین کا نقشہ بنانے کے لئے بُلایا۔ پٹواری نے نقشہ بنا کر عرض کیا کہ میرا کام اتنا ہی تھا۔ باقی کام گرداور کا ہے۔ آپ نے فرمایا، ابھی اس کو رہنے دو۔ شاید اللہ کریم تمہیں ہی گرداور بنا دے۔ تو باقی کا بھی کام کر لینا۔ کچھ عرصہ بعد وہ پٹواری گرداور بن گیا، تو اس نے گرداور سے متعلقہ کام بھی کر دیا۔ اور عرض کی کہ اب باقی کام نائب تحصیل دار، پھر تحصیلدار اور پھر افسر مال کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو طاقت ہے کہ تمہیں یہ سارے عہدے عطا کر دے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے یہ سب عہدے اس کو ملے اور وہ بابا جیصاحب کی زمین کا کام کرتا رہا، یہاں تک کہ ڈپٹی کمشنر بن گیا، تو اس نے اپنے عہدے سے متعلقہ کام کر کے کہا کہ اب مہاراجہ صاحب کا کام باقی رہ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کو قدرت ہے کہ وہ تمہیں مہاراجہ صاحب کا قائم مقام کر دے۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد مہاراجہ ہری سنگھ علاج کی غرض سے انگلینڈ جانے لگا، تو

اُس نے چھ ماہ کے لئے اُس شخص کو اپنا قائم مقام کر دیا، تو اُس نے بابا جیصاحب کی زمین کا کام مکمل کر دیا۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

۴۔ حضرت بابا جیصاحب نے ایک بار اُڈ ّروالی زمین میں مصری مکئی بھیج دی، تو بارہ سال تک دوبارہ ہل جوتے بغیر اُگتی رہی اور غلہ باقاعدہ حاصل ہوتا رہا۔ آخر آپ نے فرمایا، اگر نہ اکھیڑیں تو قیامت تک خود بخود اُگتی رہے۔ لیکن شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ لہذا اس مکئی کو جڑوں سے اُکھیڑ دیا گیا۔

۵۔ فتح محمد ملک مرحوم موضع مقننہ منگ درہال، تحصیل و ضلع راجوری نے خود راقم الحروف سے بیان کیا کہ ایک شخص مسمیٰ نظام الدین لوہار، حضرت بابا جیصاحب کے اس ارادے سے حاضر ہوا کہ، آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں کھانا زیادہ نہ کھاؤں۔ تو آپ نے اس کے عرض کرنے سے پہلے خود بخود فرمایا کہ تم یہ کیا بات کرنا چاہتے ہو۔ یہ تو اپنے اختیار میں ہے کہ انسان کھانا تھوڑا کھائے تو پانی بھی تھوڑا پیئے گا۔ پھر نیند بھی تھوڑی آئے گی غفلت نہ ہوگی۔

آلِ رسول کی تعظیم

مولانا سید حاجی حبیب اللہ شاہ ضیاء فرزند اکبر حضرت حاجی سید نوران شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود بندہ سے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص قوم گجر کو خفیہ طور پر اپنی چادر دی کہ بابا جیصاحب جب نماز پڑھیں تو اس چادر کو نیچے بچھانا تاکہ متبرک ہو جائے۔ میں خود اس لئے نہیں بچھاتا کہ آپ سید ہونے کی وجہ سے مجھے دیکھ کر چادر پر نماز نہیں پڑھیں گے۔ تو جب وہ شخص آنجناب کے نماز پڑھنے کے وقت چادر نیچے بچھانے لگا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ چادر کس کی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میری ہے۔ تو آپ فرمانے لگے، تو مجھ بوڑھے سفید ریش

کو دھوکا دینا چاہتے ہو۔ یہ سیّد کی چادر ہے۔ میں اس پر نماز نہیں پڑھتا۔

۵ دل نگہدارید اے بے حاصلاں

درحضورِ حضرتِ صاحبدلاں!

اسی قسم کا ایک واقعہ آپ کے فرزندارجمند حضرت میاں نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بندہ کے سامنے ظہور پذیر ہوا۔ بندہ جب ۱۹۵۶ء کو عرس مبارک ۲۶ جیٹھ پر حاضر ہوا۔ تو آپ اپنے بنگلہ سے مہمانوں کے کمرہ میں تشریف لائے۔ ایک شخص نے اُونی چادر آپ کے بیٹھنے کے لئے بچھائی، تو آپ نے فرمایا، یہ کسی سیّد کی چادر تو نہیں، کیونکہ سیّد کی چادر پر بیٹھنا گستاخی ہے۔ اور میں سیّد کے گستاخ کو کافر سمجھتا ہوں۔

جناب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پھر میاں صاحب آپ کے فرزندارجمند کا پھر میاں بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین کا دستور ہے کہ کسی سیّد کے سامنے گھوڑے پر سواری نہیں کرتے۔

طریقت ہمہ ادب است۔ (طریقت تمام ادب ہی ادب ہے۔)

از خدا خواہیم توفیقِ ادب　　بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد　　بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہرچہ آید بر تو از ظلمات و غم　　ایں ز بے باکی و گستاخی ست ہم

خلفاء کرام

۱۔ حاجی سیّد نوران شاہ صاحب لاہ شریف تحصیل راجوری، مدفون سوادہ ضلع جہلم پاکستان۔

۲۔ سیّد پیر مخدوم شاہ صاحب۔ روضہ لاہ شریف راجوری برادر اکبر حضرت حاجی نوران شاہ صاحبؒ۔

۳۔ مولوی محمد حبیب اللہ شاہ صاحب بخاری بیروٹ شریف پونچھ ریاست جموں وکشمیر انڈیا۔

۴۔ مولوی سیّد ہدایت اللہ شاہ صاحب بخاری، فرزندِ اکبر مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب بخاری، بیروٹ انڈیا۔

۵۔ سیّد قیصر شاہ صاحب موضع دودواسن شریف تحصیل و ضلع راجوری۔ (انڈیا)

۶۔ مولانا محمد سعید صاحب کنویاں شریف ۔ پونچھ ۔ انڈیا۔

۷۔ مولانا علاء الدین صاحب سمھنیر " "

۸۔ مولانا سید محمد صاحب علاقہ پونچھ "

۹۔ قاضی محمد عالم صاحب " "

۱۰۔ قاضی عزیز الدین صاحب موضع سمہوٹ پونچھ "

۱۱۔ پیر مستان علی شاہ صاحب ضلع کانگڑا تحصیل نور پور موضع دھمتوڑ۔

۱۲۔ مولوی شہاب الدین صاحب ۔ باغ ۔ پونچھ ۔

۱۳۔ صاحبزادہ پیر سرور شاہ صاحب چورہ شریف ۔ پاکستان ۔

۱۴۔ پیر سید عمران شاہ صاحب حضوری ۔ برموچھ ۔ کوٹلی ۔ آزاد کشمیر۔

۱۵۔ مولوی محمد عثمان صاحب فاضل دیوبند ترالہ راجوری ۔ انڈیا۔

۱۶۔ میاں حبیب صاحب مرحوم پنہڈ " "

۱۷۔ میاں فتح محمد عرف سائیں گنجی قلندر " "

۱۸۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب بساہاں شریف آزاد کشمیر۔

۱۹۔ سید گوہر علی شاہ صاحب ٹانڈیاں ۔ نزد شنکیاری ۔ ہزارہ ۔ پاکستان ۔

۲۰۔ سید رسول شاہ صاحب ابن مقبول شاہ پیروٹ پونچھ ۔ انڈیا۔

۲۱۔ حضرت حاجی مفتی سکندر شاہ صاحب ۔ ہٹیاں ۔ مظفر آباد ۔ آزاد کشمیر۔

(ان کے علاوہ بھی خلفاء کرام ہیں ، جن کے اسمائے گرامی یاد نہیں ۔)

وصال مبارک

حضرت باباجی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵ ۔شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ بمطابق ۷، بھاگن ۱۹۸۳ بکرمی غالباً ۲۱، فروری ۱۹۲۵ء بوقت صبح ۸ ، بجے بمقام وانگت شریف ضلع سرینگر کشمیر بعمر ۶۳ سال انتقال فرمایا ۔ اسی جگہ آپ کا روضہ مبارکہ ہے ، جو آپ نے وصال سے ۱۹،

سال قبل تیار کروا رکھا تھا۔ اور اس میں جا کر ذکر و فکر اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اس کو آپ کے فرزند والا شان حضرت میاں نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ مع برآمدہ کے خوبصورت اور کشادہ تعمیر کروایا ہے۔ برقی روشنی کا بھی معقول انتظام ہے۔

روضۂ جدیدہ کی تعمیر کی تاریخ ۱۱ رجب ۱۳۸۸ھ ، ۴ اکتوبر ۱۹۶۸ء۔

عرس مبارک

حضور باباجی صاحب اپنی حیات مبارکہ میں ہر سال ۲۶ جیٹھ اپنے مرشد برحق خواجہ نظام الدین کیانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بڑے تزک و احتشام سے منایا کرتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد بھی بدستور یہ عرس منایا جاتا ہے۔ ۱۵ شعبان اور ۲ پھاگن کو حضور باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس زیر نگرانی حضرت جناب میاں بشیر احمد سجادہ نشین، باقاعدہ منایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ۲ شوال المکرم کو حضرت قبلہ میاں نظام الدین فرزند باباجی صاحب کا عرس بھی بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوتا ہے۔

مساجد

دربار شریف میں ایک بڑی مسجد ہے۔ جس کو از سر نو خوبصورت اور وسیع تعمیر کیا گیا ہے۔ اور ایک چھوٹی مسجد ہے، جو کہ حضور باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی عبادت خانہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسجد موہڑہ شریف پونچھ میں بتاریخ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ زیر اہتمام حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعمیر ہوئی۔

مہر مبارک

حضور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی مہر مبارک کا مضمون درج ذیل ہے۔ | پیر دردین محمد فقیر عبداللہ |

راقم الحروف سید ابو تراب محمد قاسم شاہ ابن حضرت پیر سید مخدوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ سخن

دوستوں کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کرنے کا یہ سبب ہوا کہ ماہ شوال ۱۳۲۶ھ کو سفنہ میں ایک ولی نے جلوہ گر ہوکر کتاب مذکورہ کی بشارت دے کر نام اسرارِ کبیری بھی بتلا دیا، تو اسی حکم کے مطابق تعمیل خادم الفقراء والمساکین نے کی کہ ماہ صفر ۱۳۲۷ھ کے آغاز میں کتاب مذکور کو لکھنا شروع کیا گیا، تو بمورخہ ۱۷ جمادی الآخر ۱۳۲۷ھ بروز بدھ بوقت ظہر اختتام پذیر ہوئی۔ ——— اَمَّا بَعْدُ ———

واضح ہو کہ خادم الفقراء تصنیف کی قابلیت نہ رکھتا تھا، مگر مجبوری سے حکم ہٰذا کی تعمیل کی گئی ہے۔ اس لئے ہر ایک صاحب کو چاہیئے کہ بندہ کی تقریر میں جو سہواً غلطیٔ الفاظ واقع ہوئی ہے، تو اس میں کسی قسم کی انگشت نمائی نہ کریں۔ بلکہ بندہ کی غلطی الفاظ و عبارات قبول فرما کر فدوی کے حق میں دعائے خیر کرنی چاہیئے۔

اٰمین ثم اٰمین یا رب العٰلمین۔ رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

دیباچہ

حمد ہزارہا و سپاس بے قیاس خلاقِ اکبر جن و بشر کو سزاوار ہے کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء کو نبوت و امامت کا خلعت پہنایا۔ شریعت و طریقت کا امام بنایا۔ ان کی نبوت کی تصدیق کے لیے بڑے بڑے معجزے ان کے ہاتھ سے ظاہر کئے۔ اولیاؤں کو دین حق کی تعمیل کا تاج پہنا کر نیابت کا کام، زمانہ کا انتظام ان کے سپرد کیا۔ اور ولایت کا اختیار بھی ان کے ہاتھ میں دیا۔ ہزاروں کرامات اور خوارقِ عادات ان کے شاہد حال بنائے، جن کے

دیکھنے سے انسان ضعیف نے جہل کی ظلمت سے نکل کر علم الیقین کی روشنی حاصل کی۔ اور ایمان کا چراغ اس کے صدق و اخلاص کے گھر میں چمکا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،

جنابِ رسولؐ خدا کے مقبول شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات جامع صفات حمیدہ و خصائل پسندیدہ ہیں جنہوں نے لاکھوں گمراہ، نامہ سیاہ، راہِ راست دکھلا کر منزلِ مقصود پر پہنچائے اور ہزارہا کفار راندہ روزگار مسلمان بنائے، سینکڑوں گنہگار شفاعت کبریٰ کے ذریعہ سے بخشوائے۔ دینِ اسلام پھیلایا، ہدایت کا رستہ دکھلایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا اِلَی الْاِسْلَامِ بِطُفَیْلِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْقُرَشِیِّ الْهَاشِمِیِّ الْاَبْطَحِیِّ الْمَکِّیِّ الْمَدَنِیِّ وَجَعَلَنَا مُؤْمِنًا وَّمُهَیْمِنًا وَّمُسْلِمًا،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حمدِ باریِ تعالےٰ

بدایت می کنم ایں نامہ نامی ... بنامِ آں کہ نامش ذوالکرامی
زجودش چشمہ نم درکام گردید ... زچشمہ نم زبانے پرکام گردید
زقدرتِ قادر قیوم دانا ... توانا می کند ہر نا توانا
بہر دل تیرۂ زنگار خوردہ ... بہر صدر ز شوقِ کار مردہ
دہد صیقل دل زنگار گوں را ... درخشاند بفیض دل زبوں را
چو برق فیض او لمعے فروزد ... ہمہ آلودگی ہا سینہ سوزد
بہ بے دستے دہد نیرو بدستے ... کہ آرد نیرواں را سر بہ پستے

ز گویائی چو شد موراں گویا شد ... سلیماں را چساں حیرت فزا باشد
بجیش پشهٔ چوں نیرو فزودش ... عدم یک دم بنمروداں نمودش
چو نیروے فرستادش بہا بیل ... ہزاراں چہل شد نابود با فیل
سر شاہاں بمستی کبر زادہ ... بدرگاہش بہ پستی سر نہادہ
بہ بیں حسلم کریمے کردگارے ... بپوشد پردہ از لبس بردبارے
اگر گیرد بکردارے شرارے ... کہ بلند روزہائے درفرارے
بہ الطاف کرمہائے کارسازست ... تضرع نالہ ورا بردبار است
پرستار شدہ امرش بہر دم ... ہمہ چیز د ز مرغ و مور و مردم
بگسترد از کرم خوانے چنانش ... دہد روزی بہر شے بے توانش
ز خوان نعمتش ہر دم پیاپے ... رسد روزی تر و تازہ بہر شے
یکے را بر سر تاج سعادت ... ببر دیگر گلیمے از شقاوت
بدرگاہش کریم بر بزرگی ... بزرگاں را فتاد از سر بزرگی
فرد ماندہ را رحمت قریب است ... بہر نالندہ انعامش مجیب است
نگہدارندهٔ بالا و شیبے ... ملیک و مالک روز حسیبے
قدیم است و نیکوکاری پسند ... در روزی بعصیاں کس نہ بندد
بنطفہ می دہد صورت پری او ... برشک آرد پری را از بری او
دہد لعل و فیروزہ بسنگے ... بشاخ لعل گل پیروزہ رنگے
بہ یم آرد ز ابر قطرهٔ بر ... بشکم مادر آرد نطفهٔ نر
ازاں لولوے لالہ می نماید ... وزیں سرو عجب بالا فزاید
بدیں رفعت بایں عظمت سمارا ... بدارد بے ستوں ایزد تعالیٰ
مہ و مہر و کواکب کردہ موزوں ... مزین کرد زیشاں سقف گردوں

بقدرت کاملہ فرشے تر البش — بگسترد است از حکمش بر آتش
نمودہ محکمش با میخ کوہے — کہ پیش از کوہ زلزلہ بدستوہے
ز رحم و فضل آں خلاق باری — ز دریا کرد چشمہ نہر جاری
یکے شور و دیگر شیریں فوارہ — ہزاراں جوئے آبی خوشگوارہ
ز تقدیر قضا او قدر باری — ہمہ اسباب روزی کرد جاری
نخستیں مژدہ بادے کرامت — فرستد پیش از بارانِ رحمت
سپس از بادہا ابر سقا را — رساند تا براند بادہا را
سپس از بادہائے بس خروشاں — ببارد رحمت باراں جوشاں
بقدرتِ کاملہ نیکو معین او — باندازہ رساند بر زمین او
بآں آبے از خاک سخت روئے — برویاند نبات مشکبوئے
گیاہ و میوہ ہا رنگین زراعت — بآں غیث بروں آرد بقدرت
نبات شاخہا پرورش چو بیند — بخلعتہائے سبزش برگزیند
بہ پیرایہ بہ رنگیں غنچہ گلہا — بیاراید زمیں را با ملہا
ز میوہ خوشہا پختہ رسندہ — نگہ کردہ ز ہر آفت چرندہ
بہر دانہ نوشت ایزد تعالیٰ — بنامِ ہر خورندہ رقم بالا
ازاں دانہ کہ شد مقسم بہ نامے — باکل نبست زو قدر فہامے
پئے خائیدنش دنداں عطا کرد — زباں را بہر جنبانش جدا کرد
چو خائیدہ شود طعمہ شتابے — ملایم کردہ بہ آبے لعابے
بدفعے از گلو کردہ فرودش — بدیگے معدہ گرداند برودش
بمعدہ باز پس آب و طعامے — چو شیرہ پختہ گردد با مرامے
بدم او را بہ رگہا کردہ جاری — رساند در جگر فرمانِ باری

ز رگهائش به سرتا پا رساند — بهر رگ ها نموده خون براند
چو زان خون استخوان تخلیق سازد — لحم را با عظم تلفیق سازد
اثر باقی چو در معده بماند — ز مخرج قدرتش بیرون برآند
بمعده اثر باقی آب و دانه — برون آرد سبک تر از مثانه
زہے خلاق قادر ذی توانا — چو قطرۂ نطفه در بے توانا
ز صلب آید بحکم کردگارش — چو گیرد در رحم چندے قرارش
چله چون بگذرد بر وے تمامی — شود نطفه سبک تر خون خامی
ازاں خون جمدۂ بنیاد خلقت — که آن مضغه گشته بقدرت
ز مضغه میشود لحم و عظامی — عظام از لحم میپوشد تمامی
به چشم و بینی و ابرو کمانے — بگوشش و لب زباں در دہانے
بتعداد لب دنداں دہانش — بر آموده بدر چنداں دہانش
به گردن بر چون گنبد سر نهاده — به گنبد هفت در ہا برکشاده
به ران و ساق و بازو کرده ترکیب — ده انگشتاں به بند ہا کرده ترتیب
بدستہا پنجه ببار آید بردنش — به پنجه دیگر به پیراید درونش
چو به اعضاء گرامی کرد نامی — با حسن صورتش کرده گرامی
عجب نقش بقدرت می نگارد — که فہم ثانیؔ در اشک آرد
به لحم جلد چوں سازد تمامش — دمد رگہے رواں جاں کرامش
زہے رازق به محمل رحم مادر — چگونه پرورد در شکم مادر
ز راہی روزیش مفہوم گردد — نه یاری کس درو معلوم گردد
به جنبیش چناں پرورش فزاید — که بے مادر پدر نشو نماید
توئی خلاق و رازق ہمگناں را — توئی روزی رساں پیدا و نہاں را

حمد باری تعالےٰ بزبانِ پنجابی

صفت ربے دی تم نہ ہووے بھاویں لکھ زباناں ــ آدم جن ملائک سارے بولن نال دہاناں
سمندانے ہتھ قلم ہووے تے لاون نال سیاہی ــ تاں بھی لکھ مکاون ناہیں جیہڑی صفت الٰہی
ہک آوازوں جہان تمامی ظاہر کر دکھایا ــ چوداں طبق خوب سوارے، واہ واہ صفت خدایا
پیر پیغمبر تے ملک تمامی ہور خلائق ساری ــ تیری صفت لکھ نہ سکن بھٹی قلم وچاری
سب پیدائش عاجز آوے تیری دہشت کارن ــ نوری ملک مقرب جیہڑے ڈرکے دم نہ مارنے
باہجھ زبان کلام کنندہ اکھیں باہجھ اشنائی ــ کناں باہجھ آواز سنیدہ رب حاجت مول نہ کائی
عبدے خلقت سبھ سوالی ڈٹھی تے دم نہ کوئی مارے ــ پیر پیغمبر عاجز ویکھے، رووِن نت وچارے
اتے نوری ملک وچہ سجدے کوئی وچہ قیاماں رہندے ــ حیرت اندر خلقت تمامی واہ واہ سبحان اللہ نت کہندے

عاجز اُت پیدائش ساری گنتی باہجھ شمارا
صفت تم نہ ہرگز ہووے عبدے موڑ مہاراں

در وصف آنحضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

مختصر حالات اپنے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانفشانی سے تحریر کرتا ہوں کیونکہ جن انس، نباتات شجر وحجر، ملائک، حور وقصور، زمین وآسمان کو تمام حالات کے تحریر وتقریر بیان کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اور میں مسکین ناتواں کس طرح سے نورِ محمدی کے بیان تحریر کرنے کی طاقت رکھ سکتا ہوں۔ حاشا للہ کیونکہ ہمہ اشیائے اعلیٰ وادنیٰ ذی روح وغیر ذی روح درحقیقت ہمارے نبی اکرم محمد مصطفیٰ ؐ کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔ اور ان کے اوصاف تحریر کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایسے عظیم الشان نبی مرسل ہیں کہ جن کا وصف خداوند کریم اپنی

قدرت کی زبان سے بیان فرماتا ہے۔ جیسا کہ اپنی کتاب پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اس آیت کریمہ کے بارے میں ایک عجیب نکتہ در نظم سنجیدہ ناقص زبان سے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہوں کہ جس وقت ہمارے نبی امی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ سے سرافراز وخلعت افرد رنور اسلام رحمت جہان کے لئے ہوگئے تو اس وقت شیطان لعین نے بھی دعویٰ کیا کہ اس آیت کریمہ کے مطابق اے محمدؐ مصطفےٰ! مجھے اس رحمت سے حصہ ملنا چاہیئے۔ تو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رحمت بحر عمیق ہیں کہ شیطان لعین ایک قسم کے حصہ سے بہرہ مند ہوا۔ جیسا کہ درنظم بیان کرتا ہوں۔

نظم

روایت کرد راوی نیک دلخواہ	کہ چوں ابلیس شد راندہ ز درگاہ
ز قہر ایزد بررویش بد سرشتہ	بہر روزش طمانچہ زد فرشتہ
اثر زخم آں طمانچہ سخت دل سوز	نشد زایل ز رویش تا دگر روز
پس از بعثت نبی خلق عظیمہ	چو آمد آیت رحمت کریمہ
نمودہ عرض شیطان خستہ حالا	کائے معبود برحق لایزالا
کہ من ام در جہاں دارند ملوک	مکن ز رحمتم محروم ومتروک
ز رحمت کرد رحماں زود فرماں	بموقوفی طمانچہ ضرب شیطاں
کہ بعد امروز ضرب از روئے بدخواہ	شدہ موقوف طمانچہ ضرب بدراہ
بہ بیں رحمت جناب ایزد بشں	کہ بادولت وجود احمد یشں
چساں از رحم آں رحماں گرامی	نجاتش داد از ضرب الامی
طلب گاراں احمدؐ برگزیدہ	اگر از صدمہ دوزخ رنجیدہ

شوند محفوظ از رنج و وعیدے ۔ بداں از فضل و رحم ایزد بعیدے

روایتِ دیگر

شدہ مروی ز راوی نیک مفہوم ۔ کہ روزے حضرت یعقوب مغموم
ہمیں شد بہر استقبال یوسف ۔ کہ از فقدش کشید ہر دم تاسف
ز جوش اشتیاقش بے تحاشا ۔ شدہ بر پشتہ بہر تماشا
کہ لشکر فوج یوسف در عبر بود ۔ بجو فا جوق فوجش در گذر بود
چو یوسف دید والد بے قراری ۔ بیفتاد از عماری زرنگاری
چو بر یوسف نظر افتاد یعقوب ۔ شدہ غلطاں بخاکے از شوق محبوب
ہمیں غلطاں بیک دیگر فتادند ۔ بمدہوشی فراق اندر فتادند
چو ذوق اشتیاق آمد بصد جوش ۔ بیک دیگر ہمیں ماندند بے ہوش
ہمیں احوال شاں دیدہ ملکہا ۔ شدہ گریاں بنالہ بر فلک ہا
بگفتا کہ جناب بے تاسف ۔ لسان الفت یعقوبؑ و یوسفؑ
کسے دیگر چنیں داد و محبت ۔ بجان و دل فدا گشتہ برغبت
شد فرمانِ ایزد لایزالی ۔ کہ سوگندم بذات ذوالجلالی
کہ بر امت محمدؐ نیک اندیش ۔ بود از پیر کنعان الفتم بیش
محباں محمدؐ را اشارت ۔ بود زیں الفت ایزد بشارت
کہ بر امت محمدؐ شان والا ۔ چساں گشتہ محب باری تعالیٰ

روایتِ دیگر

چنیں گفتہ است راوی عمر کارے ۔ ز سر حال طوفاں رمز دارے

که چوں ایقاع طوفاں شد مقرر — شده نوح زاں وقوع احوال مخبر
شده فرمان بنوح آں دم ز صانع — که باشی در صناعت فلک قانع
نخستیں ساز تختهائے یک لک ...... — دگر هم بیست و چار هزار بے شک
به هر تخته بنامم کن طرازی — که نامم مے شود انجام سازی
بنامم گر کنی آغاز کارے — ازاں کارے شوی آخر بہارے
نگار انگه بهر تخته گرامی — ز جمله انبیاء معلوم نامی
هماں دم نوح بفرمان منور — بهر یک تخته نام هر یک پیغمبر
بهر تخته بنام کردگارش — بنام هر نبی کرده نگارش
بعجز اندر براں لوحها چو دیدش — نوشته نامها نامے ندیدش
دگر راه چوں رقم زد جمله نامش — بدید از تختها محو تمامش
براں لوحها رقم زد چند بارش — بدید آخر شده محو نگارش
پس انگه نوح نبی الله بدرگاه — شده خواهاں مناجاتے بصد خواه
شده ارشاد ایزد باکرم خو — که نامم را چو مے آری رقم تو
پس از ترقیم جمله نام نامی — بکن ختمش بنام احمد گرامی
چو نامش نوح نبی بنوشت انجام — ز غیب آمد ندا انگه باکرام
که لوحها نام چوں احمد نوشتی — تمام این دم شده تعمیر کشتی
پس از تحریر نامش نام عالی — بمانده جائے تخته چار خالی
پس آنگه نوح نبی الله بتعجیل — تفحصش کرد از جبریل بے قیل
که بعد از جمله تخته تخت آخر — ختم کردم بنام احمد مفاخر
کنوں در حیرتم از رائے عالی — که جائے چار تخته مانده خالی
چنیں از نامها نامے گرامی — رقم گردد کدام از نام نامی

که در گیتی پس از ختم نبوّت   نبی هرگز نه باشد ذی مروّت
به نوح گفتا سبک ناموس اکبر   بکن اصغا عجب یک مژده اشهر
که آں شاه جهاں را چار یاراں   شوند در دین و دُنیا نامداراں
که شهر اسلام و دین آئین معلّے   بوند شاں چار رکن آں شهر زیبا
بریں لوحها که مانده چار خالی   نگار از نام یاراں چار عالی
نگاری چوں بنام آں ذی براقه   همیں کشتی بیابد راه نجاتی

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

افتاده ام بے دست و پا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ   بے کس غریب و بے نوا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
از خان و مان گشته بدر گردم پریشاں دربدر   چوں زعالم بے خبر یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
از گردش دور زماں وز فتنۂ شر الزماں   داری نگه اندر اماں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
هستی شفیع عاصیاں غم خوار حالِ بیکساں   درمانده ام درماں رساں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
دارم سیاه رُو از گناه حالم شد از عصیاں تباه   فرما بحالم یک نگه یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
شرمنده ام در کار خود وز فعل بد کردار خود   وز نفس ناهموار خود یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
روزم بشغل این و آں شب غفلت گیرد عناں   دستم بگیرد از راه زیاں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
اے مقتدائے سروراں وے سرور پیغمبراں   وے تکیه گاه عاصیاں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
چوں جاں زتن گردد بدر بر من شود بیم و خطر   دارم یک نظر یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
لولاک وصف جانِ تو یٰس شد اندر شانِ تو   هم وَالضُّحیٰ تبیان تو یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
روح الامیں چوں خادماں سر در گمت خدمت کناں   گوید ثنائیت هر زماں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
ارض و سما ماوائے تو هم عرش و کرسی جائے تو   شمس و قمر لالائے تو یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ

مقبول در کون و مکاں محبوب ارض و آسماں — مطلوب خاص انس و جاں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
محبوبِ ربّ العٰلمین مطلوب بر روئے زمین — مرغوبِ فردوس بریں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
چوں تو شفیع مہرباں باشد بحال عاصیاں — پس فکر و غم باشد چساں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
اے خواجہ اہل لقبیس و اے صاحب شرع متیں — بر عرض احوالم بہ بیں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
از شوق پابوست زنم آہ و فغاں ہر صبحدم — بر بندہ الطاف و کرم یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
مہر سپہر اہتدا یعنی جہاں آرا لقا — بہر خدائے راہنما یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
در محفل خاص و علا کانجا بلرزد اولیاء — قدر من عاصی کجا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
گر در صف نعلین دہا یابم ز فرماں تو جا — وافرحتا وافرحتا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ

ایں دردمند عاصی گدا از صدق و اخلاص و دعا
جوید لقا، جوید لقا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ

✤

بُلبلان باغبانِ شریعت و خوش ندائے طوطیانِ طریقت کو چاہیئے کہ ہمہ اوقات قولاً وفعلاً و محبّۃً در تابعداری محمّدِ مُصطفیٰ ؐ کے جانفشانی سے پیشہ وری سے ثابت قدم محکم در محکمہ شریعت نبوی و استقامت در سُنّت دائمی اختیار کریں، تاکہ فلاح دو جہاں حاصل کریں گے۔ کیونکہ ہمارے ایسے رہبر حبیب خُدا محمد مصطفیٰ ؐ ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا پاک نے حضرت یعقوب و حضرت یوسف کی محبّت سے امّت محمّدیہ کو زیادہ تر برگزیدہ محبّت کے کر لیا ہے۔ جس کا بیان در نظم مذکور سنجیدہ تقریر و تحریر کر چکا ہوں۔

اے گروہِ محمّدیہ! ذرا خواب غفلت سے بیدار ہو کر فکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تم نے حضرت یعقوب و حضرت یوسف کی محبّت ہر دونوں کی خوب طرح سے گوش گذار کی ہوئی ہے۔ بلکہ اظہر من الشمس ہے۔ اور اولو العزم پیغمبر عظیم الشان تھے۔ تو ان کی محبّت سے امّت محمدیہ ادنیٰ کو زیادہ تر برگزیدہ کرنا یہ محض لحاظ محمّدی ہے۔ بلکہ عاشقان صادقان کو یہ اشارت بطور بشارت

ہے۔ افسوس در افسوس ہم گروہ محمدیہ کو کہ جب تک تابعداری واثق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی اختیار نہیں کریں گے، تو کس طرح سے کسی منزل کو سرانجام کر کے فلاح ہر دو عالم حاصل کر سکیں گے۔ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْهَا۔ کیونکہ ہمارے راہنما حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ایسے حبیب خدا ہیں کہ جب تک ظاہراً ان کے قدم مبارک سے مشرف نہ ہوا تھا، اگرچہ نور محمدی کی پیدائش درحقیقت تمام اشیاء سے اوّل خلقت ہوئی تھی، تو اس زمانہ میں گذشتگان پیغمبران علیہم السلام کو کسی قسم کی کوئی مشکل مہم نازل ہوتی تھی، جس کے آسان ہونے میں ہر ایک پیغمبر خداوند کریم کی برتر بارگاہ میں عاجز ہو کر التجا کرتے تھے، تو خداوند کریم بذریعہ وحی کے ارشاد فرماتا تھا کہ ہمارے حبیب آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے اسم مبارک کا وسیلہ لاؤ۔ تب یہ مشکل مہم آسان ہو گی۔ تو وہ گروہ پاک قافلہ حکم کے مطابق تعمیل و تکمیل بجا لاتے تھے۔ پھر ان کی مشکلات آسان ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر کو ثانی آدم (علیہ السلام) اطلاق کیا جاتا ہے۔ کہ اُن کو بوقت کشتی تیار کرنے، واسطے طوفان عظیم الشان کے زمانہ میں کیسی ہی سخت مہم درپیش آئی تھی، تو مجبوراً حضرت نوح علیہ السلام نے درگاہِ برتر خدا تعالیٰ کے التجا کی۔ تو اسی وقت خداوند کریم نے بذریعہ وحی بشارت دی کہ جب تک میرے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کے اسم مبارک کا وسیلہ نہ لائے گا اور ان کے ہمراہ آپ کے چار یار اصحاب کبار کے اسمائے مبارک کو وسیلہ نہ لائے گا، تب تک کشتی تیار نہ ہو گی۔ اور طوفان عظیم الشان سے ہرگز نجات نہ ہو گی۔

حضرت نوح علیہ السلام جب خدا پاک کے حکم کی تعمیل و تکمیل بجا لا کر اسم مبارک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پاک کا با اسم مبارک چار یار اصحاب کبار کے وسیلہ لائے تو اس وقت خداوند کریم نے حضرت جبرائیل کو بشارت دے کر ارشاد فرمایا کہ اے نوح! جس وقت اسم مبارک حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ احمد مجتبیٰ بہمراہ اسم مبارک چار یار اصحاب کبار کا وسیلہ میری بارگاہ میں لایا تھا تو اسی وقت حقیقتاً تیری کشتی تیار ہو کر طوفانِ شدید سے نجات پا گئی تھی۔ بعدہٗ فوراً کشتی تیار ہو کر طوفان شدید سے خداوند کریم نے نجات بخشی۔

بذریعہ صدقہ اسم محمدی کے ہوا، جو کچھ کہ ہوا، جیسا کہ درسنجیدہ نظم مذکورہ تحریر و تقریر کر چکا ہوں، صرف گروہ محمدی کے واسطے باشارت بطور بشارت ہے۔ بلکہ مسکین خادم روسیاہ کو جو کچھ حاصل ہوا ہے، بصدقہ حضرت محمد مصطفےٰ کی تابعداری جانفشانی کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے۔ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شمع ہدایت واسطے محو کرنے ظلمات و کفر کے اور دین اسلام کے پھیلانے کے واسطے جہان فانی میں نزول فرمایا۔ پھر ان کی تابعداری کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض و واجب ہے۔

در مدح آنحضرت محبوب سبحانی قطب الاقطاب غوث الثقلین هادی الکونین دُرِّ دریائے مجمع البحرین نور العین حسنین عارف حقانی غوث صمدانی محبوب یزدانی مولانا شیخ سلطان سید محمد عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اب اس جگہ مدح محبوب صمدانی غوثیہ اپنی طاقت کے موجب تحریر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور تمام مدح تحریر و تقریر بیان کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے۔ اس واسطے کہ غوث صمدانی محبوب یزدانی عین نور محمدی تھے۔ اور دل بند جگر فاطمہ نسل علی فرزند حسنین تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ فرمایا نبی کریم نے اپنی زبان مبارک سے کہ جس طرح سے مجھ پر سلسلہ شریفہ نبوت ختم ہو چکا ہے، پس فرمایا کہ در شب معراج کہ اس طرح سے سلسلہ ولایت کا ختم ہمارے فرزند دلبند ابو محمد عبد القادر پر ہو چکا ہے۔ اور اکثر ماہران علوم مشائخانِ طریقہ عالیہ نے لکھا ہے کہ جس طرح سے نبی کریمؐ کی پشت مبارک پر مہر نبوت کا نشان ظاہر تھا، اسی طرح سے بر گردن مبارک آنحضرت سید عبد القادر جیلانی ابو محمد کے آنحضرت سرور کائنات کے قدم مبارک کا نشان ظاہر تھا۔

تو وہ درحقیقت ختم ولایت کا نشان تھا۔ اسی واسطے جمیع اولیاء کی گردنوں پر سیّد عبدالقادر جیلانی کا قدم مبارک رکھا گیا ہے۔

نیز روایت ہے کہ فرمایا غوث الارض والسماء محبوب سبحانی محی الدین عبدالقادر نے کہ :

لَمَّا شَرَّفَ اللّٰهُ تَعَالٰی رُوْحِیْ فِی اللَّیْلَۃِ الْمِعْرَاجِ بِرُؤْیَۃِ جَدِّیْ حضرت محمد مُصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی مَا اَلْهَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ! عَلِمْتَ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ فَقَالَ یَا رَبِّ اَنْتَ اَعْلَمُ مِنِّیْ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی هٰذَا وَلَدُكَ مِنْ نَسْلِ الْحَسَنِ وَاِسْمُهٗ عَبْدُ الْقَادِرِ جُعِلَ مَحْبُوْبِیْ بَعْدَكَ وَسَیَكُوْنُ شَانُهٗ بَیْنَ الْاَوْلِیَاءِ كَشَانِكَ بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ فَقَالَ یَا وَلَدِیْ وَقُرَّۃَ عَیْنِیْ قَدْ طَابَ قَلْبِیْ بِرُؤْیَتِكَ وَطَابَ خَاطِرُكَ بِرُؤْیَتِیْ وَ اَنْتَ مَحْبُوْبُ اللّٰهِ وَتَاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ فِیْ مَقَامِ وِلَایَتِیْ وَوَضَعْتُ قَدَمِیْ هٰذَا عَلٰی رَقَبَتِكَ وَقَدَمَاكَ عَلٰی رِقَابِ جَمِیْعِ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِیْ۔

خواجہ کمال الدین ابن شیخ المشائخ خواجہ عبداللطیف بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنی کتاب لطائف لطیفہ میں کہ شب معراج حضرت غوث الاعظم کی روح مبارک بغلبۂ شوق مشاہدہ جمال باکمال رسول خدا پاک کے اپنے مقام سے کہ منتہائے مقام اولیاء اللہ تھا، انتقال فرماکر متحد بجسد لطیف ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے، اور قدم مبارک حضرت کے، دوش پر اُٹھا کر عرشِ معلّٰی پر پہنچا دیا۔ اس وقت ہاتف غیب سے ندا ہوئی کہ یا محمدؐ! آپ کے قدم کے نیچے یہ روح کس کی ہے۔ جواب دیا کہ اس کا نام نامی علام الغیوب جانتا ہے، مگر اتنا معلوم ہے کہ میرا دل اس کی مقبول صورت اور محبوب چہرے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس شخص کے سینہ بے کینہ سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہ شخص آپ کا فرزند دلبند اور حسنؓ کی نسل سے ہے۔ اور نام اس کا عبدالقادر رکھا گیا ہے۔ اور مدارج محبوبیت سے سرفراز ہے۔ یہ بشارت سن کر حضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور حضرت غوثیت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا :

یَاوَلَدِیْ قَدْ طَابَ خَاطِرِیْ بِرُؤْیَتِكَ وَطَابَ خَاطِرُكَ بِرُؤْیَتِیْ وَاَنْتَ مَحْبُوْبُ اللّٰهِ وَمَحْبُوْبِیْ وَخَلِیْفَتِیْ وَقَدَمِیْ هٰذَا عَلٰی رَقَبَتِكَ وَقَدَمُكَ عَلٰی رِقَابِ جَمِیْعِ اَوْلِیَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔

غوث صمدیہ کی محبت میرے سینہ میں زور شور کر رہی ہے۔ اس واسطے چند ابیات در نظم سنجیدہ بیان کرکے اپنے سینے کو سرد کرتا ہوں۔

ابیات

بیا ساقی زمے باقی خدا را — بیک پیمانہ جودم کن مدارا
ز پیمانہ چوں مستانہ برآیم — کہ مدح پیر مردانہ سرائم
الا اے خامہ جادو زبانی — بمدح پیر سرکن داستانے
بود پیر محی الدین جیلاں — سرو سرکردہ خوباں جیلاں
ہمہ شاہان درش حلقہ بگوشاں — شہنشاہ ہمہ گوہر فروشاں
گرفتم دامنش از صدق روشن — منم بلبل برآں گلبود و گلشن
وجودش سربسر از نور عین است — کہ نورش عین از حسن و حسین است
ازاں رو گشت محی الدین بنامش — کزو زندہ بفیض شد دین بنامش
بود قطب ماو بر اقطاب در عالم — بغوثیت بود او غوث اعظم
بود او نائب و وارث نبی را — جگر بند و فرزند علی را
بجدش شد عطا ختم نبوت — بدو ختم ولایت شد مروت
نبی سرتاج شد جملہ نبیاں — ہم او سرتاج شد جملہ ولیاں
بود نام گرامش اسم اعظم — بیک صد اسم ایزد گشت منضم
ازاں گردید عبد القادرش نام — کہ قادر قدرتش دادہ بہر کام

ملک جن و بشر یکسر بپایش　　نہادہ سر بجاں گشتہ فدایش
بکتف اولیاء پایش نہادہ　　رسول اللہ بکفش قدم دادہ
شد او والی ولا یتہائے یکسر
شدہ حلقہ بگوشش جملہ افسر،

*

درخدمت احباب عاشقاں و واقفانِ کلامِ ربّانی و نخلبندانِ طریقت اس طرح سے بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت آدم علیہ السّلام اپنی جگہ جنّتِ اعلیٰ فردوس سے مکرِ خنّاس کے ذریعہ سے معزول کئے گئے تھے۔ تو پھر آپ بہت سی مدّت زاری و استغفار شاقہ کرتے رہے۔ لیکن خدا پاک نے آپ کی تقصیر معاف نہ فرمائی۔ بلکہ حکم ہوا کہ اے آدمؑ! ہماری بارگاہ میں جب تک تم کوئی وسیلہ نہ لاؤ گے، تب تک عبادتِ شاقہ کے ذریعہ سے تمہاری تقصیرات معاف نہ ہوں گی۔ بعد ازاں حضرت آدمؑ نے دربارگاہِ برتر لایزال التجا کی کہ اے خداوندا تمہاری برتر بارگاہ میں کیا وسیلہ لاؤں۔ پھر حکم ہوا کہ تمہاری پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جو کہ وہ ختم المرسلین رحمۃ للعالمین ہوگا، اور باسم مبارک **محمد مصطفیٰ** مشہور و معروف ہوگا۔ تم اس اسم مبارک کا وسیلہ لاؤ تا کہ تم جملہ تقصیرات سے نجات پاؤ۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے حکم مبارک کے مطابق ویسا ہی عمل فرمایا، تو فوراً آپ اپنے مطلب سے واصل ہوئے۔ اسی طرح ماضی میں جب پیغمبران علیہم السّلام میں سے کسی کو کوئی مشکل مہم پیش آتی، تو آنحضرت محمد مصطفیٰ کے اسم مبارک کا وسیلہ کر مہمات و مشکلات سے فوراً نجات حاصل کرتے تھے۔ آخر کار جب آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو خداوند کریم نے فرقانِ حمید شفاء للناس عطا فرما کر مہر نبوّت سے مشرّف فرمایا۔ آپ کو دینِ اسلام پھیلانے اور کفر و ظلمت مٹانے کی اشد ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے چہار یار اصحاب کبار کو نائبیّت کا عہدہ عطا فرما کر اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ سے ملقّب فرمائے۔

بعد ازاں لوائے نائبیت کا سلسلہ وار اپنی امّت کے اولیاء کو عطا فرما کر نور محمدی کو کَالْبَدْرِ فِی الدُّجٰی فرمایا۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ اگر وسیلہ کی ضرورت نہ ہوتی تو آنحضرت آدمؑ کو خداوند کریم اپنی پاک بارگاہِ برتر سے وسیلہ پیش کرنے کا ارشاد نہ فرماتا جیسا کہ خدا پاک نے حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان عظیم الشان کے وقت باسم مبارک آنحضرت محمد مصطفٰےؐ و معہ چہار یار اصحاب کبار ارشاد نہ فرماتا۔ اور وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ سے حضرت محمد مصطفٰےؐ کو مشرّف نہ فرماتا۔

وسیلہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جو حروفِ مقطّعات فرقان حمید میں ارشاد ہیں، وہ رموزاتِ فرقان حمید ہیں، مگر بعض مفسّرین نے اپنی اپنی رائے کے مطابق ان حروفِ مقطّعات کی تشریح بیان کی ہے۔ جیسا کہ فرقانِ حمید کی ابتداء میں ہے الٓمّٓ ہے، مگر اس کی تشریح یوں بیان کی ہے کہ الف سے مُراد اللّٰہ اور لام سے حضرت جبرائیل اور میم سے مراد حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یعنی یہ کلام ربّانی لاریب ہے، مگر جبرائیل کے وسیلہ سے حضرت محمد مصطفٰےؐ کو پہنچی تو اس سے معلوم ہوا کہ فرقان حمید بھی حضرت جبرائیل کے وسیلہ سے حضرت محمد مصطفٰےؐ تک پہنچا، تو جب حضرت محمد مصطفٰےؐ کو فرقان حمید کی نسبت حضرت جبرائیل کے وسیلہ کی ضرورت پڑی تو معلوم ہوا کہ امّت محمدیّہ کو ہر ایک مشکل اور مہم امر میں، خواہ دین کا ہو یا دُنیا کا، وسیلہ لانے کی اشد ضرورت ہے۔

اسی واسطے مسکین احقر العباد تراب الاقدام روسیاہ اپنی کتاب کی ابتداء ہی میں اپنے سلسلہ دار بزرگان نقشبندیہ مجددیہ علیہم الرضوان کو تحریر کرتا ہے، کہ طفیل بحرمت سلسلہ وا کے قلبی مقاصد کی مشکلات، آسان ہو کر سلسلہ شریفہ کے وسیلہ سے نیک اختتام ہو کر رسالہ ہٰذا کے ذریعہ سے مدّ نظر ہو کر احباب اصحاب مشرّف ہوں، جو کہ حسب ذیل درج کیا جاتا ہے۔ در نظم فارسی و اردو مرتب شدہ ہے۔

شجرۂ طریقت (فارسی)

الٰہی! رحم کن بر حالِ ما را — کہ جز فضلت ندارم ہیچ چارا
صراطِ مستقیم است آرزوئم — شفیعم کن بحشر مصطفیٰ را
طفیلش ساخت ایزد ہر دو عالم — چہ عرش و کرسی و تحت الثریٰ را
منم حلقہ بگوشش و چاکرِ خاص — بنامِ ایزد مطیع ہر چار تاد را
رسولے کز لسانش پرتوِ نور — رسید آں صاحبِ صدق و صفا را
رفیقِ غار آں صدیق اکبر[۱] — بہ پیری شد مرید مصطفیٰ را
چو بے کس دینِ احمد شد پس از وے — امیر[۲] المومنین کرد آشکارا
چو او مردے نباشد تا قیامت — پس از پیغمبر خیر الوریٰ را
سلیمان فارسی از وے طلب کرد — چو ایں خاتم طریقت ائمہ[۳] را
چو آمد خاتم عرفاں بدستش — مطیعش شد ہمہ حیوانِ[۴] صحرا
ندیم خویش کرد آں شاہ فارس — محمد قاسم نورِ ضیا را
بعالم فیضِ احسانش رسیدہ — بحمد اللہ ہمہ مرد و نساء را
چو قاسم کرد قسمت نورِ عرفاں — منور ساخت جعفرؓ بے ریا را
چو جعفر صادق از وے نور بگرفت — ز کیوان بگذرانید ایں ہما را
چوں جعفر داد تسلیم طریقت — بسلطانِ[۴] عارفیں شمس الضحیٰ را

۱؎ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ ۲؎ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ الآیہ۔

۳؎ وجود نفس و شیطان۔

۴؎ حضرت مولینا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شہ بسطام در ملکِ ولایت — مفرح ساختہ ہرکہ خدا را
بفرقش تاج قطبیّت چو آمد — مرصع کردہ حلم حیا را
ز سلطان بوالحسن رانعمت آمد — حسن[۱] خرقانی جلوہ نما را
حسن از لطف خلق و خلق احسن[۲] — گزیدہ شیوۂ ہر انبیاء را
چو ماہ فیض او ناکاستی یافت — ربودہ بوعلی از وے گدا را
قلندر فارمد مشہورِ عالم — شدہ تقوی ز حکم ما اتیٰ[۳] را
رمیدہ تا دو صد فرسنگ دو بل — چوں کردے یاد حکمِ ما نہیٰ[۴] را
شہ یوسف کہ یوسف ثانی است آں — ازاں پس کرد قایم ایں بوا[۵] را
چو حسن معرفت ظاہر شد از وے — بدیدن کرد عالم اشتہا را
کفیل گنج عرفاں بود آں شاہ — کز و میداد بہرہ بے نوا را
ز یوسف چوں رسید ایں ملک و حشمت[۶] — بعبد الخالق بس خوش لقا را
سراج غوثہا کردہ خداوند — امیر مجد وانی پر عطا را
سراج نیست بل خورشید عالم — منور ساختہ ہر جا بجا را
ز مشرق تا بمغرب آں شہ دیں — بہر کس داد فیض ذو العلیٰ را
جہاد اکبر از وے یافت انمام — ہزیمت داد حرص وہم ہوا را
عجب تر آنکہ سالم بود و قاتل — عساکرہائے نفس پر دغا را
و لیکن پایہ گاہش رشک دادہ — ہمہ شہدائے خاص کربلا را
رمیدہ کلکین[۷] از وے بفرسنگ — چوں دیدہ نبتر[۸] نور انجلیٰ را

---

۱ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲ پیدائش۔ ۳ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ الآیہ۔
۴ مَا نَهٰكُمْ الآیہ۔ ۵ نشان۔ ۶ عطف تفسیر۔ ۷ شیطان۔ ۸ ستارہ

الہی مرقدش پر نور گرداں — بحرمت سرورِ عالم دل آرا
ازو شد عارف باللہ مشرّف — ازو محمود کامل مہ ضیا را
زمحمود آمد ایں گنج گراں سنگ — باں خواجہ علیؒ[1] کرد انتہا را
شہ خوارزم بود آں خواجہ دیں — رسیدہ پرتوش ارض وسما را
زخواجہ لمعت برق افتادہ — ببابائے سماسی اتقیا را
چو شد میر کلال ازوے نشاں جو — ازو تا نقشبند راہنما را
چو شاہ نقشبند ایں مسند یافت — ربودہ از ہمہ گوئے ہُدیٰ را
ہمہ اقطاب عالم سر نہادہ — بہ پیش آستانش دائما را
طریق نقشبنداں شد منقّش — ازاں رو نسّاجیؒ[2] شمس الضیاء را
بگلہائے دل تلمیذ کردی — چو لالہ پر اثر خوش داغہا را
بعصرش بود روشن چشم عالم — برحلت کرد تاریک ایں سرا را
دریغ بر فصول چارگانہ — کہ پنہاں ساخت ہر شاہ گدا را
بہ بیں در سلک ایں عالی طریقت — گسستہ لولوئے ہر بے بہا را
بجز اسمائے کرامتہائے ایشاں — نماندہ یک نشانِ دست وپا را
زجور چرخ دولابے صدا فغاں — کہ اندازد بچاہ رخشندہ ماہ را
علاؤ الدین شد از بحر نوالش — رساں دار سعادت اشقیا را
چو بود او مظہر انوار ربّانی — بعالم داد نورِ اصطفا را
الہی خاکِ او ہم پیرانش — ز رحمت کن منوّر تا جزا را
شدہ یعقوب چرخی مشعل افروز — زشمعش زیرِ چرخ بے کنارا

---

[1] حضرت خواجہ علی رامتینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [2] نسّاجی بمعنی نقش کنندہ۔

چو یوسف آمد ایں راہ طریقت — سوئے یعقوب محبوبؒ دل آرا
خیال غیر را در دل نہ بستی — بہ نورے چگوں کردے نظارا
بسلکش کرد ازاں پس خواجۂ دیں — عبید اللہ احرار التجا را
چو آمد ساغر دور طریقت — سوئے گردش پر خمارا
چو شد خمخانۂ عرفاں خالی — بتد بیرش لبالب شد دوبارا
چناں فیاض عالم شد کہ ہر کس — بپایش کرد جانِ خود نثارا
پئے تعظیم آں ظل کرامت — فلک در راہ زدہ چشم ستارا
برائے مُقدَمش ایں چرخ دورا — نمود از کاہکشاںؒ جاروب راہ را
بر آمد گلبن از خاکِ احرار — ز کرسی برد بالہ شاخہا را
زہر شاخش گل توحید بشگفت — گلش را شد شمیم عطر سا را
دبیر ہر دو عالم چوں قلم زد — بہ تصویرات ارض و ما فیہا را
چو نقش صورتش ممتاز تر شد — تحیر داد نقاش قضا را
چو عیسیٰ دادہ اش فضل خداوند — زباں پر نوشش بہر ہر شفا را
ہم از پرکار چرخ تیز رفتار — خطے عمرش شد آخر پارہ پارا
چو زاہد زہد را ازوے بیاموخت — از دشد فیض درویش و گدا را
پس از درویش آمد درّ مکنون — رئیس پارسایاں مقتدا را
بامکنگی است لقبش شہرۂ آفاق — دمادم جست در عالم رضا را
طلب کردہ ازو باقی باللہ — بعشق و لطف انوار بقا را
بجایش احمد سرہند بنشست — رہینؒ حکم او بلخ و بخارا

۱؎ کاہکشاں یعنی راہ ستارہ۔ ۲؎ رہین یعنی تابعدار۔

همه فنجاب و کابل ملک کشمیر — به هندوستان و هم ضلع هزاره
به ترکستان عرب و روم و کنعان — بدخشان فارس و زفت[1] بخارا
بمصر و سند و هفت اقلیم عالم — بگوید هر کسے صفت و ثنا را
مجدد الف ثانی داد تجدید — طریق سرور بدر الدجے را
چو آمد غوث سبحانی بدنیا — مقید ساخت ایزد هر بلا را
به نابینا زفقر آمد بشارت — که بکشاید مجدد این غطا[2] را
چنان پر نور و حکمت کیست دیگر — نظیرش نیست در ارض و سما را
زہے آن قطب ربانی که افلاک — بپایش سر نہادے الوفا را
سمند[3] همتش بس تیز رفتار — به میدان طریقت شه سوارا
مزین شد ز فیضش چون محمد — به معصومی مقرب شد خدا را
بعصمت از ملائک در گذشته — منور ساخت ظلمات کفارا
ازو شد حجة الله چون نشان مند — ز قلبش موجه زد بحر زخارا
چو او هم رفت ازین تلبیس[4] خانه — گرفته شاه زبیر از وے بنا[5] را
محمد اشرف مشرف ساخت هر دم — بنور معرفت هر پارسا را
جمالش در جمال الله اثر کرد — از و عیسیٰ ولی صاحب شفا را
ز عیسیٰ فیض عقبیٰ چون رسیده — به فیض الله محمد خوش نما را
ز نور فیض او چون پرتو تافت — بآن نور محمد بادشاه را
ز نور احمدی چون گشت روشن — ز چورا کرد افشاء راز ها را
ز چورا موجه عرفان گشت ظاهر — ز سر بگذشت هادی نامدارا

---

[1] زفت بمعنی ناپو۔ [2] غطا بمعنی پرده۔ [3] سمند بمعنی اسپ۔ [4] تلبیس خانه بمعنی دنیا۔ [5] بنا بمعنی طریقه

علوم باطن و هم ظاهر از وے — ربوده از جهاں زنگ خطا را
بجذب جبش از ماگم رسیده — صدیق ماگمی آں بارگاه را
از آنجا فیض آورده بخردار — ربوده هر کس از وے برملا را
هزاراں آفریں برجاں پاکش — کر زینت داد سلک پیشوا را
نشانده بعد زاں بر مسند خویش — شهنشاه درادا[1] عز و جاه را
سریر خود نهاد آں خسرو دیں — بکبیاں[2] رشک داده مهر و مه را
برائے انتظام دین احمدؐ — بعالم کرد علمش آشکارا
نظام الدین چناں نور برافروخت — بخورشید رساند هر سها را
چو برق تیغ انوار درونے زد — برون کرد از همه عالم سجار را
اگر صد جان و صد تن دارم اکنوں — فدا سازم به آن مشکل کشا را
مرید آں را چناں فیضش رسیده — کر از جبرائیل هر شاخ و گیاه را
زخوان بے دریغش کیست محروم — کشاده جمله درهائے سخا را
چناں فیاض در عالم نبوده — کر حیران ساخت دیگر اولیا را
چناں عز و شرف دادش خداوند — که در اصحاب علی مرتضیٰ را
دلے چوں نوبت عمرش سرآمد — رها کر ایں بد ورا آسیا را
چو آں شهباز ایں کاشانه پرداخت — ملائک وار آواز بُکا[3] را
زسوز هجر آں خورشید پایه — فلک خون شفق زد در کنارا
چو آواز رحیلے او برآمد — جهاں و سنگها شد پاره پاره
بسقف عرش و کرسی جنبش آمد — بکیهاں دید چوں ایں زلزله را

---

۱ درادا، نام ملک . ۲ کیہان، نام جائے . ۳ بُکا یعنی نالیدن

نہ کیناں بل زمین ہفت انہ فراقش | بسر انداخت خاکستر غبارا
خطاب فَاصْبِرُوْا آمد چو از حق | تحمل کن دلا حکم قضا را
زبحر لطف او جوئی بہ کشمیر | رسید کرد وا گہمت اِتکا را
نہ جوئے ابر زحمت آفریدہ | کہ فیضش شد بعالم آشکارا
بہ بجی صاحب ملقب گشت پیرم | فدایش جانِ من صبح و مسارا
طفیل باباجی صاحب خداوند | ربود از لار ہم قحط و دبا را
محیؔ سنت است آں سرور دیں | نیال سُنتش لیل و نہارا
ز باغ سنت است آں سرو آزاد | مریداں را ہمیں بس افتخارا
سہیل تافتہ بر ملکِ کشمیر | خلائق یافتہ زد رنگہا را
ز اموال و ہم اسبابش چگویم | بعالم حشمت شاہیست آنرا
ز کارِ عالم ظاہر نہ ورزید | مگر از بہر لنگر گشت کارا
چو خیر العمل گفت آں سرور عالم | کہ پُر سازد شکم ہر گرسنہ را
بہ آں ذوق محبت در شب و روز | رساندہ لنگر خود انتہا را
خلیلؑ آسا کشادہ خوانِ یغما | ندیدہ ہیچ کس آنجا ریا را
بُد انوار و لطائف مثل ایشاں | نشد کس واقف ہر و علا را
بعالم نور عرفانش منور | ملائک ہم بگفتہ مرحبا را
زباں تر ساختہ از حوض کوثر | برشح برد از ہر کس ظماؔ را
عجب فیض است در مجلس مبارک | مثال موم گردد سنگ خارا
زر مغرب شود سنگ از نگاہش | نداند کس بدینساں کیمیا را

---

۱ محی بمعنی زندہ کنندہ ۔ ۲ ظما بمعنی پیاس ۔

ز علم باطنش نتواں خبر داد — محیط خفیه اسرار خدا را
علوم ظاہری درقلب ایشاں — ز نورِ غیب شد نشو و نما را
عجب صنع کرامت ہست پیدا — بجز تعلیم کرده انتہا را
چو ملفوظات را کردند تالیف — ز ہر علم درد کرده اشارا
بہر فصلش ره جنت نموده — بہر سطرش طریق مصطفیٰ را
ز ہر لفظش نموده نور توحید — ز ہر حرفش رموزِ اخفیا را
مرید آنرا بجائے مرشد است آں — در و پند و نصیحت بے شمارا
بیان کرده مسائل گونہ گونہا — ہم انواع حقائق دلربا را
بدیدارش شود مسرورِ خاطر — بہ تعلیمش سعادت اشقیا را
کمالاتے کہ دارد مرشد من — شده معلوم ہر پیر و فتا را
چو عمرم صد ہزاراں سال گردد — بگویم مدح آں شیر خدا را
زباں را ہم بشویم تا دو صد بار — ز عنبر ہم گلاب و مشک سارا[2]
پس آنگہ نام ایشاں گر بخوانم — دراں دم کرده باشم بس خطا را
اگر خاک از قدمہائے مبارک — چو سرمہ در دو چشم من شفا را
نشد روشن شود ایں ہر دو چشم — بده مرشد برائے حق دوا را
دریغا بر نصیب و قسمت من — نگشتم خاکپائے اولیاء را
کجا لائق شدم با خاک پایش — ز سگ کمتر بدرگاہش نوا را
حقیرم کو چو من دیگر گنہگار — بده فیضم ہمیں بس اکتفا را
الٰہی تر فرزند ارجمندش — بکن تا ہست نور ایں مہر و مہ را

---

[1] چو ملفوظات یعنی مجموعہ ملفوظات نظامیہ ۔ [2] یعنی خالص.

بداری یا الٰہی تا قیامت — بسے گرد این فلک پشت دو تا را

*

بداری یا الٰہی تا قیامت — بدینساں طوطی خوش شکر خارا
ز تلمیذانِ آں بابائے نامی — یکے شد برگزید این ذکار را
بداماے حضرت شد مشرف — کند دین احمدیؐ را جان نثارا
با خانزادہ جی خواندہ خلائق — دہد باہر کس حکم وَلَا[2] را
گل خوشش در ریاض مرشد است آں — شگفتہ باد تا روز جزا را
نظیرش کیست در حلم و خوش اخلاق — کہ با اعدا و احبابش مدارا
بدوشش خلعت لطف و عنایت — بجولانِ ریاضت یک سوا را
الٰہی! ار مغمار خم عشقت — بدارش تا در جنت سقا را
طفیل خواجگانِ این طریقت — الٰہی! عفو کن از من خطا را

مقام تلگراں در ملک کوئٹہ
مظفر آباد تحصیل است ما را

*

نوع دیگر

در اقتباس تبرک بوصف پیر و مرشد خود

بحمد آنکہ محمود جہانی — بہ نعت آنکہ فیض عالمانی

---

[1] یعنی چوں لفظ جان نثار شد الف و نون حذف شد و جیم را بیائے احمد لاحق کردہ آید۔

[2] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ الآیۃ۔

چو اصحابش نہ باشد تا قیامت   خصوصًا چار یارِ نیک کلانی
دلم گوید زبان را در شب و روز   کہ اے غافل چرا خاموش مانی
نم از سرچشمہ لطف الٰہی   بیابی وصفِ مرشد گر بخوانی
زبان گوید بخود حیرانم اکنون   کے از وصفش بہست ذوق زندگانی
ولیکن میکنم طبع آزمائی   کہ از وصفش توانم نکتہ دانی
ز خجلت ہم سر خود بر نیارم   کہ زیں پایہ ندارم یک نشانی
ز من گر ہم چوں من دیگر ہزاراں   بگوید در شب و روز ایں بیانی
پس از بور ہزاراں یک نہ باشد   چو طوطی گر کنم شکر زبانی
تنش ابرِ رحمت آفریدہ   کزد بارانِ رحمت ہر زمانی
لبش را داد ایزد بادِ عیسٰی   دلش بحریست ز انوار ربّانی
بحمد اللہ کہ در حالِ مراقب   زند امواج اسرار نہانی
بدوزد دیدہ دل را مصمم   نہ بیند غیر جز سترِ حقانی
ز خورشید بقا چوں نور یابد   زہا زہ گو ملائکہ آسمانی
بہ نظرش عالم از ماہ تا بماہی   نباید جز وصالِ لامکانی
بہ پیشِ ہمتش گردیست ناچیز   ہمہ اموال و اسباب جہانی
چو خواہد سیر وحدت خواجۂ ما   نماند گرد راہ از پا فشانی
ہمہ اخلاق نبوی در نہادش   بہر کس گفتگو مشفقانی
ز نور شمع آں خورشید پایہ   منور شد ہمہ کون و مکانی
بعالم صیت احسانش رسیدہ   بدیدن ہر کس آید جاودانی
نشاندہ بیخ نخل ایں طریقت   شہ کونین ختم مرسلانی
چو برگ و شاخ ہر یک خواجۂ ما   مسلسل کرد بسلک دُر فشانی

براں گلبنے کہ مرشد چوں گل آمد — نیاید بر سرش باد خزانی
گل کز روضۂ فردوس آید — برائے عندلیباں ارمغانی
ز مرشد تازہ شد باغ طریقت — نکردہ کس بدینساں باغبانی
بہ حق صاحب چو ایزدی تافت — نماندہ حاجتش در علم خوانی
ہمہ علم حدیث و فقہ و تفسیر — ز قلبش جلوہ گر شد ہر معانی
چناں صاحب کرامت کیست دیگر — کہ گردد منتہی جز درس خوانی
ولا ایں وصف پایاں ندارد — ہماں بہتر کہ زیں خاموش مانی
طفیل باباجی صاحب الہٰی! — بفضلت کن مرا جنت رسانی

دہم روز جزا بر والدینم
مع الاستاد کن رحمت فشانی

نوع دیگر

شجرۂ طیبہ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

رکھ مجھے دنیا میں سنت پر الٰہی مستقیم — فضل سے ایمان سلامت کر مجھے یارب عطا
نار دوزخ سے بچانا روز محشر ہو شفیع — آں شفیع المذنبین یعنی محمد مصطفیٰ
جن کے شوق و عشق سے حق نے کیا پیدا جہاں — کرسی و عرش و فلک جنت الیٰ تحت الثریٰ
ہو درود ایزدی بر جان پاک آں رسول — جملہ اصحاباں حضرت خاصۂ ہر چار تا
بعد سرور کے نہیں کوئی دوسرا جگ میں ہوا — ثانی صدیق اکبر یار غار آں برملا
جب توجہ اتحادی سے وہ مشرف ہوئے — جاری ہے ان سے طریقہ نقشبندی عالیہ

جانشین و مقتدی ان کا ہوا شاہ جہاں — شاہ سلمان فارسی جن کا ہے رتبہ منتہا
نورِ عرفاں کا ہوا مشتاق ان سے زود تر — وہ محمد قاسم پیرِ ہُدیٰ و ہم صفا
نعمت دارین کو قاسم نے جب قسمت کیا — امام جعفر نے لیا حصہ بسے انبار ہا
آں شہِ بسطام تاج قطب بایزید — پھر ہوا آفاق میں مشہور وہ ہم جلوہ نما
راستہ توحید کا لوگوں کو دکھلانے لگا — بوالحسن خرقانی مسند نشینِ عز و جاہ
بوعلی نے فیضِ کامل لیا جب اس شاہ سے — یوسف ہمداں پھر ان کا خلیفہ ہو گیا
عبدالخالق بعد ازاں خورشید عالم کا ہوا — لقب ان کا غجدوانی ہے وہ ماہِ خوش لقا
عارف باللہ کو پہنچا فیض ان کا دمبدم — خواجۂ محمود بھی کامل ہوا اور بے ریا
خواجۂ علی نے لیا جب ذوالفقار — قلب اپنے سے نکالا لشکر حرص و ہوا
بعد ازاں بر تختِ شاہی بیٹھا ان کی جا بجا — آں رئیس اولیاء بابا سماسی مقتدیٰ
حامی دینِ محمدؐ خواجۂ میر کلال — سب جہاں میں جن کی ہے ہر جا بجا صفت و ثنا
باغِ دنیا کو مزین کر دیا لاریب فی — پادشاہ نقشبند افسر کل اولیاء
شعبدۂ چرخ سے یعقوب چرخی کو ملا — دورِ آخر میں لبالب ساغرِ آبِ بقا
واہ چراغِ نور پھر اسرار سے ظاہر ہوا — خواجہ عبیداللہ جن کا ہے لقا پرضیا
خواجہ زاہد محمد تھا خلیفہ بس عزیز — ان سے عزت پا گیا درویش صاحب پارسا
خواجہ امکنگی ہوا طالب طریق بالیقیں — اسم ان کا شہرۂ آفاق شیخ مقتدا
طالب زیبائش عقبیٰ ہوا از جان و دل — خواجۂ باقی باللہ معدن حلم و حیا
احمد سرہند شاہ کشور نور ابد — ہے مجدد الف ثانی عارفوں کا پیشوا
محمد معصوم کو آگاہ کیا عرفاں سے — حجۃ اللہ نے لیا ان سے طریقت کا لوا
پے بہ پے ان کے چلا چوں خواجۂ زبیر ہم — خواجۂ مشرف کو بھی اس نے اشرف کر دیا
پس از و سلطان عزت شاہ جمال اللہ ہوا — خواجۂ عیسیٰ محی السنۃ خیر الوریٰ

خواجہ فیض اللہ نے علیسے لیا جب فیض کو | خواجۂ نور محمد کو کیا اس نے عطاء
طالب عزّ و شرف ان سے ہوا با جان و دل | خواجہ ہادی نامدار اے سالک راہِ خدا
ہادی سے آیا تجلّٰی ناگی صدّیق پر | آفریں صد آفریں کہنے لگے شاہ و گدا
بر سرِ یہ شرف و عزت شاہ نظام الدین ولی | بیٹھ کر دینے لگے حکم طریقت مجتبیٰ
تخت گاہ روضہ ان کا خاص کیان شریف ہے | تا قیامت نور رحمت بھیج ان پر یا الٰہ
نائب ان کے بلکہ نائب سرور کونین کے | باباجی صاحب ہوئے کشمیر میں بدرالدجیٰ
پرگنہ لار میں وانگت شریف ان کا مقام | جان ہو قربان میری اُنکے قدموں پر سدا
ہادی مرشد میرے ہیں وہ ہدایت کے نشاں | رکھ مجھے ان کا مطیع یارب تا روز جزا
ان کی برکت سے میرے پر مغفرت کر یا الٰہ | والدین استاد میرے کو بھی کر جنت عطا
میاں صاحب ان کا ہے دلبند فرزند ارجمند | آ ہوئے باغِ ارم فردوس کے جلوہ نما
ان کے شاگردوں سے ہے کامل نہایت متقی | خواجہ احمد جی صاحب خلیفہ منبع جود و سخا
قاریان شعر کو لازم ہے مَنْ سَتَرَ اَخِیْہِ[1] | تا بچشم عفو دیکھیں شعر میرے پُر خطا

ہے مظفرآباد کی تحصیل خاصہ ملکراں
جائے تن لیکن میرا ہے روح وانگھٹ میں کھڑا

نوعِ دیگر غزل فارسی

شب رحلت ہم از دنیا بجنّت میرسد روحم | گر مرشد بوقت نزع باشد شمع با
نگار دحس اگر در جائے دہد ختم بدر گاہش | یقیں دانم کہ از فردوس آید فرش

---

[1] یعنی مَنْ سَتَرَ عَیْبَ اَخِیْہِ فَقَدْ سَتَرَ اللّٰہُ بِعُیُوْبِہٖ ۱۲

الا اے مرشد کامل کہ مسکینت برفت از یاد — نصیب من مباد آں دم کہ بے یاد تو بنشینم
خمار خمر عشقت بر ملا افتاد از پنہاں — خدا را پردہ شفقت فگن تا گوشہ بنشینم
بشب حیران و سرگردانم اندر روز تا آخر — شدم مجروح ازاں ساعت کہ مرشد داد تلقینم
ز دریا در مکنوں بر کراں آید ز فرمودن — دریغا بخت من خیزد بدامن لعلہا چینم
ز مژگانم شدے جاروب دہلیز و درش ہردم — ہزاراں آفریں دادے بنات النعش پروینم
حجاب ز دباں خورشید ابر فرقت و دوری — فدائے مخوش لقائے مرشد جان شیرینم
زبانم خشک شد از تشنگی اے ساقی وحدت — رساں یک جرعہ بہر خدا از خمر دوشینم

بہ بیں اے پیر تاثیر از چشم کرم ! سوئیم
غریب و بےکس و تر دامن و عاصی و مسکینم

نوعِ دیگر

الا اے راہبر منزل نگر از سیر روحانی — ز سر بگذشت بحر غفلت و امواج طوفانی
دلا داری طمع در دامن مرشد بیاویزم — غریباں را نشد روزی گرفتن ذیل سلطانی
بہ بیں اے راحت روح بالطاف خداوندی — کہ باشد بر سر درماندگاں الطاف شاہانی
مثال دختر طیموس خوں از دیدہ می بارم — جگر را چاک می سازم بیاد ماہ کنعانی
اگر صد نالہ انگیزم چو خاک اندر رہش ریزم — کجا پرواہ گردد خاک دارد سرو بستانی
پریشانم دو صد فرسنگ دور از منزل مقصود — ندارد واصل منزل غم از حال پریشانی
چو مرغ نیم بسمل پیچہا دارد خیال من — ولیکن شد غنیمت اینکہ دست از من نیفشانی
دلم شور و طرب دارد بدیدار شہے خوباں — ہمانان گردی دلداراں ندیدہ کس بآسانی
بدام کس نیفتاد است عنقائے دل حیراں — بعالم گشت مجنوں زیں خیال فیض سلطانی

اگر صد ضربت جور و عتاب آید بفرقِ من ۔۔۔ نہ پیچم سر ز راہِ تو چو مسمار است پیشانی
دِلا ثابت قدم شو گرچہ مقصود بدستت نیست ۔۔۔ بامید نگاہِ لطف پا زیں راہ نہ جنبانی
امید مغفرت داری درہم خوفِ عذاب اے دل ۔۔۔ میانش جائے ایمان ست و دیگر حد طغیانی

اگر سخنے بگستاخی زمن ظاہر شد اے مرشد
طفیل سرورِ عالم دلت از من نہ رنجانی

نوعِ دیگر

اے سرورِ جہانی بنگر تو ایں گدا را ۔۔۔ دانم کہ درکفِ تو موم است سنگ خارا
ایں عالم است فانی فیض بہ من رسانی ۔۔۔ بہر خدا ترانی دردیش بے نوارا
صد حیف بر نصیبم کرد از وطن غریبم ۔۔۔ دارو دہد طبیبم شکر کنم خدا را
اے کاش کہ نزادِ مادر مرا بعالم ۔۔۔ گر زاد پس دریغا شیر نداد ما را
در ابتدا نہ بودم اکنوں چہ خوش وجودم ۔۔۔ ہیہات چوں غنودم بینم چہ ماجرا را
در راہِ نیک نامی وقتے گذر نہ کردم ۔۔۔ لیکن زخود نتابد کس حکم ایں قضا را
حرکات ناپسندم ابلیس گر بہ بیند ۔۔۔ لاحول ورد سازد از رویت خطا را
باغ ارم نخواہم گرچہ گناہ ندارم ۔۔۔ وقتے کہ باز بینم آں پیر راہنما را
کشمیر دلپذیرم گشتہ ز جملہ عالم ۔۔۔ دانگت ز صدر جنت شد جائے پارسا را
حضرت بسے مصائب دیدم زکثرت دم ۔۔۔ بکنید بہر عاجز از صدق دل دعا را
اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۔۔۔ ہم زاد جنت است آں جواد و اسخیا را

دور از ادب کلام کردم و دریغ خوردم
اے پیر خوش طریقت معذور دار ما را

نوع دیگر

بحر لیست قلب پیرم واللہ پر دلائل　　کا نیست گنج بر گنج از معرفت مسائل
اے دل تو کے بگیری درّ عدن ز دریا　　چو طاقت نداری از دیدن سواحل
دانم کہ سنگ خارا دُرّ یتیم گردد　　مرشد چوں باز بندد از احسن الخصائل
باغ نعیم جنّت من آرزو نہ دارم　　در قبضہ کہ دست گردد در دامنش حمائل
اے دل ہوس چہ داری قدِّ تو چیست آنجا　　ایں منصبیست عالی باید بسے فضائل
رقصیست در خیالم بینم جمال مرشد　　چو رقص پائے کوباں از جنبش جلاجل
زاں رقص عکس مرشد در دل چو شد ہویدا　　شاید نجات یابم از خصلت رزائل
از بہر کاتبِ اشعار بہر خدا دعائے　　بکنید بہر عالی فی اللیل والسحارا[۱]
یارب نصیب گرداں در وقت نزع جانش　　کلمہ شہادت آں دم جاری بکن لساں را
از بعد زاں کہ مردم چوں در لحد بدارند　　آساں بکن جوابے منکر نکیر ہا را
فردا کہ روز محشر یک نامہ ز اعمال　　در دست راست کاتب بدہند آں عطا را

نام غریب عاصی اے پیر زبدہ عالی
اول اسماں خوانی من بعد زاں الٰہ را

در بیان فضیلت ذکر خفیہ بر جہر در طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

گفت ایزد در کتاب خود چنیں　　عاجز د خفیہ بخوانیدم یقیں

---

۱ السحارا ای السحر۔

هست بنیاد طریق نقشبند ذکر خفیہ گفتن آمد دل پسند
عالماں گفتند ازیں جا برملا بہتر آمد ایں طریق عالیہ
زاں کہ در روے سنت خیر البشر یافتہ شد مو بمو ہم سر بسر
اہل سنت ایں چنیں فرمودہ اند در بیانش لب چنیں بکشودہ اند
سرخسی گفتہ کہ رسول خدا گشت ناخوش از چنیں افعالہا
گرچہ بود ذکر و ہم خواندن قرآں داشت ناخوش جہر را سید جہاں
در جواہر گفت اکثر عالماں شد حرام اے خواجہ رقص ایں زماں
رقص کہ ثابت شد از پیشیں گاں ایں چنیں ہرگز نہ شد اے مہرباں
گل محمد خواجہ چنیں گفتہ عیاں من بخدمت پیر رفتم یک زماں
چونکہ خاطر کردہ شد آنجا طعام تا کہ خورد ہر کسے از خاص و عام
شیخ کمال کہ بُد یار رحیم گفت بسم اللہ الرحمن الرحیم
چونکہ آواز جہر آں گفتہ بود از کسے ایں راز نہفتہ بود
داشت ناخوش مرشد نیکو نہاد گفت کہ از مجلسم برخواست باد
ہمچنیں گفت است ارکان دیں در فواید بیں اگر داری یقیں
ایں چنیں گفتہ کہ شاہ نقشبند در بخارا کرد عالم جمع چند
تا ہمہ در مجلسِ میر کلالؒ عرض کنند صورت و تقریر حال
عالماں گفتند کہ اے شاہ دیں ذکر جہر از بدعت آمد بالیقیں
تو مکن ایں فعل کہ ممنوع شد از پیغمبر ایں چنیں مسموع شد
خواجہ صاحب داد جواب سلیم بعد ازیں ہرگز نہ کنم اے فہیم
بعد ازاں ہرگز نہ کرد آں پُر خرد تا کہ عمرش بود دائمُ والا مد
چونکہ بزرگانِ چنیں خوش طریق جہر را گفتند ممنوع اے رفیق

کیست از ایشاں بزرگ و معتبر　　تا ننند زایشاں قدمے بیشتر
جنّت ہائے چند را اے پر تمیز　　گشت سوراخ از جبینِ دم نیز
ایں چنیں فرمود مرشد ہم مرا　　حسبِ قدرت حبس کن ایں دم مرا
گر ز مرشد اندکے باشد اشار　　اجتہادِ کرد باید بے شمار
گر فضیلت جہر را بودے جواں　　ذکر روحی کے نمودند مرشداں
ہم چنیں گفتہ فرید الدین عطاؒ　　بود آں کامل دلی و با وقار
ذکر خفیہ از ریا خالی شدہ　　ذاکراں خفیہ بس عالی شدہ
ذکر بے تعظیم گفتن بدعت است　　اندر و یک شرط دیگر حرمت است
بس نہ شد حاجت مرا زیں بیش تر　　کردہ شد تحقیق ایں ہا بیش تر

اعتقادم ہست خفیہ نہ جہار
ہر کہ گوید جہر باشد باطنے یار
تمت بالخیر

در بیانِ محکم شدنِ طالب را در شریعت و اعتقاد خود صاف کردن بہ نسبت مرشدِ خود و قائم کردن ایمان را ہمہ اوقات و مختصر حالاتِ مرشد

عندلیبان ہزار داستان و قمریاں محبت ترجمان چمنستان کے مختصر حالات طریقہ سلوک رہنمائی کے واسطے تحریر کرتا ہوں کہ اے طالب جو مرشد کامل ہے، وہ بڑی نعمت ہے۔ مگر مسکین خادم کی بارہا یہی نصیحت ہے کہ ایسی نعمت کی نزدیکی کو ترک کر دے۔ اس واسطے کہ مرشد کی نزدیکی میں بہت بڑی سخت مصائب و آفات درپیش آتی ہیں۔ کیونکہ مشائخ مانند جنگلی شیر کے ہوتے ہیں۔ وہ غاروں میں خاموش ہو کر سوئے ہوئے بہتر ہیں۔ اگر تو ان کی غاروں کی نزدیکی

کرے گا تو جس وقت یہ جاگ اٹھیں گے پھر تجھے تباہ کر دیں گے۔

اے طالب اللہ! اگر تو مرشد کی نزدیکی ہی چاہتا ہے تو پہلے شریعت میں محکم قدم ہو کر اپنے ایمان کی تصدیق کرے۔ پھر اقرار زبان سے کر کے اپنے اعتقاد کو اپنے مرشد کی نسبت بخوبی طور سے صاف کر کے مرشد صاحب کی خدمت مقدس میں حاضر ہو۔ مگر خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کے لئے بہت سی شرائط پائی جاتی ہیں۔ اگر تو ان شرائط کی پابندی نہ کرے گا تو پھر تیرا کام سراسر تباہ ہو جائے گا۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

جس وقت تو اپنے ہاتھ کو مرشد کے دستِ مبارک میں دے، تو اس وقت اپنی جان کو مرشد صاحب کے ہاتھ فروخت کر دے۔ پھر تیری جان کا مالک وہ مرشد ہو جائے گا، اور مالک کا اختیار ہے کہ اپنی چیز کو فروخت کرے یا ذبح کرے۔ یا کسی اور استعمال میں لائے۔ اس واسطے کہ بیعت کے معنیٰ دراصل یہی ہیں کہ اپنی جان کو اپنے مرشد کے ہاتھ فروخت کر دینا۔

اور شرط یہ ہے کہ جس وقت مرشد صاحب اپنی زبان مبارک سے لعل و جواہرات تیری نسبت افشاں کرے تو اپنے حواس خمسہ کو قائم کر کے نگہبانی کرنی چاہیے اور حکم کی تعمیل بجالانی چاہیئے۔ ورنہ تیری تباہی ہو جائے گی۔ اور اے شخص! تونے یہ خیال بھی نہ کرنا کہ میں نے اپنے ہاتھ کو مرشد کے دستِ مبارک میں دے دیا ہوا ہے۔ اور اپنی عبادات و ریاضات شاقہ کو ترک کر دیں تو یہ محض تیری غلطی اور نادانی ہے۔ تو پھر کس طرح سے تیرا کام سرانجام ہوگا۔

میں یہ مانتا ہوں کہ مرشد مثل کشتی کے ہے، مگر تو اپنے آپ کو اعتقاد کے صاف کرنے میں، اس کشتی میں داخل کر کے اپنی ریاضات زہد عبادات ہمیشہ شغل گیری کرنی چاہیئے تب تیری خام منزل تمام ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مُرشد تخم ریزی کرنے والے کی مانند ہے، جیسا کہ کوئی شخص کسی کو تخم ریزی کے لئے سوال کرتا ہے کہ تو مہربانی کر کے اپنے ہاتھ سے تخم ریزی کر دے اگر زمین دوسرے شخص کی ہوتی ہے۔ پھر صرف وہ تخم ریزی کر کے، لیکن اس جگہ غور کیا جائے تو حق یہ ہے کہ

وہ شخص تخم ریزی کر کے چلا جاتا ہے، تو اُس شخص زمیندار کو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر اس زمین کی بخوبی طور سے کاشت وغیرہ نہ کرے گا۔ یعنی اگر تو ہل نہ چلائے گا یا گوڈی پانی لگانے میں کوشش نہ کرے گا، تو اُس فصل کو کیڑے مکوڑے تباہ کر دیں گے۔ بلکہ فصل محصول کی کچھ پیداواری نہ ہوگی، اگر ان شرائط کی تو پابندی کی کوشش نہ کرے گا۔

یعنی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو تیرا قلب ہے، مثل زمین کے ہے اور مرشد تیرا مثل تخم ریزی کنندہ کے ہے۔ یعنی اُس نے تیری قلبی زمین کی تخم ریزی، تخم معرفت اور عرفان سے کر دی ہے۔ اگر تو اپنی قلبی زمین و اندرونی لطائف کی نگہبانی نہ کرے گا، تو پھر تیرے قلب کے جریان لطائف کا رستہ اور باقی اندرونی لطائف کے جاری ہونے راستے کو شیطان تباہ کر دے گا۔ اور پھر قلب تیرا مثل زمین بنجر کے ہو جائے گا۔ تو اُس کا صیقل و مصفّا کرنا دشوار اور غیر ممکن ہوگا، تو پھر کس طرح سے تیری منزل سرانجام ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ مرشد حکیم حاذق کی مثل ہے۔ اگر وہ حکیم حاذق کسی مریض کو دوا کی پُڑی دینی چاہتا ہے، تو اپنی مرضی کے مطابق وہ دوا کی پُڑی مریض کو دیتا ہے۔ وہ حکیم حاذق جب مریض کی نبض کو دیکھتا ہے تو حکیم مرض کو جان لیتا ہے۔ کہ آیا مریض کی بیماری سخت ہے یا کہ نرم، تو پھر مریض کو بیماری کے مطابق دوا دیتا ہے۔ اور چند اشیاء کی ممانعت بھی کر دیتا ہے۔ اگر مریض نے حکیم کے حکم مطابق عمل کیا، تو اس کی بیماری جلد ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس کی حکم عدولی کرے گا تو مرض بڑھ جائے گا۔

اسی واسطے اے شخص جاننا چاہیئے کہ مرشد باطنی حکیم ہے کہ تیری باطنی امراض کو سمجھ کر اس کے مطابق دوا دے گا۔ اگر تو مرشد کی دوائی کی پُڑی کے مطابق ہر ایک قسم کی پابندی کرے گا تو انشاء اللہ تم کو باطنی مرض سے جلدی شفا حاصل ہوگی۔ لیکن اگر مرشد کی ہدایات سے حکم عدولی کرے گا، تو پھر تمہاری باطنی مرض بڑھتی جائے گی۔ اور پھر اس کا علاج کرنا دشوار، اور غیر ممکن ہوگا۔ مگر یہ بھی ضروری امر ہے کہ مریض کو چاہیئے کہ بالکل کے رد و برد خاموش رہے۔

اور حکیم کے ساتھ ہر وقت کسی قسم کی بات چیت و دعوی پنداری نہ کرے کہ مجھے بیماری سے شفا ہو گئی ہے۔ کیونکہ وہ تیری بیماری کو تجھ سے زیادہ تر پہچانتا ہے۔ جب وہ بخوبی طور سے پختہ شفا معلوم پائے گا، تو تب وہ حکیم تم کو شفاء کا حکم دے دے گا۔

مختصر نتیجہ یہی ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ اپنے مرشد کی روبکار اپنی ارادت کو ٹھیک کر کے قلب اور اندرونی لطائف کی طرف خیال واثق جما کر خاموش رہے۔ اور اپنے آپ کو خاکستر جان کر فنا فی الشیخ کی تجلیات و نور عرفانیہ مرشدیہ میں محو اور نیست و نابود کر دے۔ طالب کو غائبانہ بھی مذکورہ قاعدہ و طریقہ مد نظر رکھنا چاہیئے۔ پھر انشاء اللہ امید ہے کہ اپنے مرشد کی باطنی توجہ سے اپنی منزل کو طے کرے گا۔

اے طالب! اس امر کو جاننا ضروری ہے کہ مرشد صاحب تیری عزت اور ذی مرتبہ کو اوّل ظاہراً تباہ کر دے گا۔ اگر تو اس میں کسی قسم کا بداعتقاد مرشد کی نسبت ہو جائے گا، تو پھر تیری تباہی ہو جائے گی۔ ورنہ تو اپنے کام کو سرانجام کرے گا۔ کیونکہ مرشد صاحب یہ طریقہ سنّت نبویّہ کے مطابق ایجاد کرتا ہے۔

اے شخص سالک! جب تو اپنی خام منزل میں گرفتار و مبتلا ہے، اپنی منزل خام کو حکیم حاذق مرشد صاحب سے کرنی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ در اصل تیری مطلب فہمی ہے۔ مگر تم کو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ کہ حکیم حاذق مرشد صاحب کے پیش خدمت حکیم حاذق کا مطلب رکھنا چاہیئے تو یہ تیری محض غلطی اور سراسر نادانی ہے۔ نہ صرف اپنے گناہوں کا بوجھ سر پر رکھ کر امیدوار شفاکاری کے لئے دست بستہ بصد ادب مؤدبانہ کھڑے رہو تو امید ہے کہ کسی نہ کسی وقت تیرے گناہوں کے بوجھ کو صیقل و مصفا کر کے تیرے مطلب کو تمام کر دیں گے۔

مرید کے لئے یہ شرط بھی ضروری ہے کہ تجدید توبہ کا طریقہ ہمیشہ جاری رکھے۔ تب منزل تام ہوگی، ورنہ بجز ضلالت و گمراہی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تجدید توبہ کا طریقہ یہ کہ غائبانہ اپنے مرشد صاحب کے دست مبارک میں تصوّر سے ندامت و استغفار کرتا ہے۔ خواہ مرشد صاحب

قریب ہوں یا کہ بعید ہوں۔ ظاہراً طریقہ یہ ہے، کہ اگر قریب ہووے نصف ماہ یا تمام ماہ، اپنے مرشد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مرشد صاحب کے دست مبارک میں تجدید توبہ کرنی چاہیئے۔ اگر مرشد صاحب بعید ہوں تو عرصہ چھ ماہ یا سال تک حاضر ہو کر توبہ ضرور ہی کرنی چاہیئے کیونکہ تجدید توبہ میں مرشد صاحب جو تیری صیقل گری کریں گے، وہ تیری ہزارہا برس کی بے ریا عبادات و چلہ کشی سے بہتر و افضل ترین ہوگی۔

آخر کار یہ نصیحت ہے کہ پیری اور مریدی سُوت کی کچی تند کی مثال ہے، جو کہ تجھ کو معلوم ہے، کہ اگر اس تند کو ذرا سا کھینچیں گے تو وہ ٹوٹ پڑے گی اور اگر بالکل ڈھیلا چھوڑ دیں تو وہ الجھ کر خراب ہو جائے گی اور پھر وہ کسی کام کی نہ رہے گی۔ اسی طرح اگر کسی قسم کی بداعتقادی طالب کی اپنے مرشد کی نسبت ہو گئی یا خدانخواستہ مرشد صاحب کی باطنی ناراضگی کسی قسم کی طالب کے ہو گئی، تو ایک لحظہ میں طالب کی تباہی ہو جائے گی، پھر اس قلب کی شقاوت کی صیقل گری کرنی غیر ممکن و دشوار ہے۔ مرشد صاحب کے آداب پورے کب ختم ہو سکتے ہیں۔ میں مختصر طور سے بیان تحریر کر چکا ہوں۔

اے طالب اللہ! اگر مذکورہ بالا تحریر شدہ شرائط کا پابند اور محکم قدم ہونے کی تو طاقت رکھتا ہے، تو پھر مرشد صاحب کی تلاش کرنی چاہیئے۔ لیکن مرشد صاحب کی دریافت کر کے پہچاننے کے چند شرائط ہیں کہ صاحب علم و حلم، متقی پرہیزگار، حدود شریعت و سنّت نبویہ قائم کنندہ و ظلمات کفر و بدعت شرک زائل کنندہ، بلکہ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ رسول مقبول فولاً وفعلاً ومحبۃً اس کے صدر میں سمائے ہوئے ہوں۔ ہر ایک قسم کی عبادت اور ریاضت شاقہ سے صیقل اور مصفا ہو کر صاف و شفاف ہوا ہو۔ اور اپنے مشائخ اعظم کی صحبت اس کے جسم میں سمائی ہوئی ہو۔ ایسے مشائخ کی تلاش کرنی بہت ضروری ہے، جو شریعت میں ثابت قدم ہوں۔ کیونکہ وہ نائب رسول ہیں۔ جو کہ ثابت قدم پابند شریعت کے، صرف عنداللہ مخلوقات کو خدا کی طرف بلانے والے ہوں۔ کسی قسم کے لالچ اور دنیاوی طمع کے لئے نہ بلائیں، مگر عام مخلوقات کی محبت

سے مثل جانوروں کے بھاگنے والا ہو، اور اپنے حقیقی مالک کی محبت میں سراسر غرقاب ہو، جیسا کہ مولانا روم قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔ **مثنوی**

جب تلک حاصل نہ ہو تجھ کو کمال — خلقت سے بیعت نہ لے اے خوش خصال
کسی کو کہتے ہیں کمال اے نیک نام — ماسوائے حق کے محبت ہو حرام
نور وحدت کا ہو دل پر یہ اثر — ماسوائے حق کے نہ آوے کچھ نظر
جس کو دیکھے چشم دل سے اے حبیب — نورِ وحدت سے ہووے بانصیب
جب تلک ایسا نہ ہو تجھ میں اثر — تیری پیری ہوگی مکر، سر بسر
پیر جی ہوں یا کہ عالم بے نظیر — یہ نہیں پیری کے قابل اے فقیر
گوش دل سے سن ذرا یہ گفتگو — کام آوے گی یہ خدا کے رو برو
دیکھ کیا لکھتے ہیں شمس العارفیں — یعنی مولانا کے مرشد مردِ دیں

" کار مرداں روشنی و گرمی است
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است "

جس وقت ایسا پیر مل جائے، تو ہر حال میں وہ حقیقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور ایسے مرتبہ کو پہنچ جاوے کہ تمام اشیاء کو اپنے آئینے میں دیکھے، تو اس وقت اس کو خلقت حجاب نہ ہوگی۔ بلکہ اپنی قوت جذبہ سے لوگوں میں تصرف کرے گا۔ اور اس حالت میں اپنے آپ کو غصہ سے بچائے، کیونکہ غصہ اور حبّ دنیا اس نسبت کو خالی کر دیتی ہے۔ اگر نسبت میں قصور واقع ہو اور قبض واقع ہو جائے تو ٹھنڈے پانی سے غسل کرے۔ اگر اس سے بھی نسبت حاصل نہ ہو، تو دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ اگر اس سے بھی وہ نسبت حاصل نہ ہو، تو آب رواں پر جائے۔ اور سبزی پر نظر ڈالے۔ پھر ذکر میں مشغول ہو کر بہت زور سے سانس نکالے۔ اور تصور شیخ کی طرف متوجہ ہو۔ تصور شیخ کو خدا کی صفت سمجھے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ اس ذات پاک نے اس میں حلول کیا ہے۔ کیونکہ وہ ذات پاک صورت اور مثال سے پاک ہے۔ اور جو چیز

ذہن میں آئے، اس سے وراء الوراء ہے کہ اس میں جس قدر اپنے پیر سے محبت رکھے گا، اسی قدر فیض پائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اس پاک قافلہ سے رابطہ پیدا کرو کہ جو شہود ذات سے واصل ہو کر ماسوائے حق نجات پاگئے ہیں۔ مگر ایسے شخصوں کی توجہ سے جلدی مقصود حاصل ہوتا ہے۔ ، جو سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ یہی لوگ صَادِقِیْن ہیں کہ جن کی صحبت میں رہنے کا اس آیت پاک میں صریحاً حکم آیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○

اس آیت کریمہ کے مطابق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صَادقین جو لفظ ہے قرآں میں　　حق نے فرمایا اونہی کی شان میں

گر تو چاہے وصل حق اے بے خبر　　کاملوں کی خاکِ پا ہو سر بسر

اس صفت کا گر ملے تجھ کو گدا

اوس کے اوپر جان و دل سے ہو فدا

☆

دربیان ذی رتبت کے قطع کرنے کیلئے اور پرہیزگاری و تقویٰ کیلئے کوشش اور رنج و جفاکشی اپنی جانوں پر برداشت کرکے صبر کرنا

اے گروہ محمدیہ تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم جنت میں بہت آسانی سے داخل ہو جائیں گے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔ یہ گمان تو محض بعید ہے کہ جب تک تم امر و نہی، حق و باطل حلال و حرام میں کوشش کر کے غیر مشروعات سے اجتناب نہ کرو گے، تب تک جنت میں ہونا غیر ممکن اور بعید ہے۔ اگر ہم احکام شریعت کو پورے طور سے بجا لادیں، پھر ہم صدقہ آنحضرت

محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم، کے سہل و آسانی سے داخل ہونگے۔ اور اپنے مشائخ کی وساطت سے بھی بآسانی داخل ہوں گے۔ مگر مشائخ کا جو فرمان مبارک ہوتا ہے، وہ درحقیقت فرمان مبارک محمدیہ ہوتا ہے۔ ورنہ انسان ہو کر جنّت میں داخل ہونا از حد بعید ہے۔ جس کے بارے میں اپنے حبیب حضرت محمد مصطفٰی والمجتبیٰ کو قرآن پاک میں خدائے تعالیٰ خبر دے چکا ہے، قولہ تعالیٰ،

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝

(پارہ دوم۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ، اے مومنو! کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم جنّت میں بہت جلدی سے داخل ہو جائیں گے۔ حالانکہ وہ حالات تمہارے درپیش نہیں آئے، جو حالات گذشتہ پیغمبروں کی امتوں کو درپیش آئے تھے۔ جیسا کہ اُن کو بہت سی سختیاں، ناکامیاں، درویشی و بیماری فاقہ کشی اور تنگدستیاں پہنچی تھیں۔ ان کو اپنے گھروں سے نکالا گیا تھا۔ حالانکہ پیغمبر ارشاد فرماتے تھے، اور وہ لوگ جو پیغمبروں کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ کہتے تھے کہ اے پروردگار! تیری مدد ہم کو کب ہوگی۔ تو پھر خداوند کریم ان کو خبر دیتا تھا کہ تم کو عنقریب ہی مدد دوں گا۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ مکہ شریف اور طائف شریف کے درمیان ہفتاد (۷۰) پیغمبران اولوالعزم کی قبریں متبرکہ ہیں۔ کہ جن کی موت کا باعث گرسنگی اور فاقہ کشی ہوا ہے۔

احادیث شریفہ میں آیا ہے، کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند کریم انبیاء پر بہت ہی سخت بلائیں اور مصائب نازل کرتا ہے۔ پھر ان کے بعد اولیاء

اور مومنین مخلصین پر نازل کرتا ہے۔ اور اس طرح ان کے مرتبہ کو زیادہ کرتا ہے۔

اسی کے مطابق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **مثنوی**،

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند سر بہ چرخِ ہفتمی افراشتند

ہر کہ در راہِ محبت پیشتر بر دلِ او بارِ محنت بیشتر

جیسا کہ حضرت امام سلمیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں فکر کرنا مشائخ کے واسطے اس طرح آیا ہے کہ ہر دونوں کو قاطعانِ راہ جاننا چاہیئے۔ ورنہ بزمرۂ مشائخ سے باہر ہے۔

اسی واسطے ہمارے نبی مرسل برگزیدہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا وَھُمَا حَرَامَانِ عَلٰی اَھْلِ اللہِ۔

ترجمہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا حرام ہے صاحبِ آخرت پر اور آخرت حرام ہے صاحبِ دنیا پر اور آخرت و دنیا ہر دو حرام ہیں اہل اللہ پر، یعنی بندگانِ خدا تعالےٰ پر۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی طلب و جستجو وہ شخص نہیں کرتا جو کہ آخرت کی طلب کرنے والا ہوتا ہے۔ اور آخرت کا درجہ اس شخص پر حرام ہے، جو کہ دنیا کی طلب کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعالےٰ کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے، وہ ہر دونوں یعنی دنیا و آخرت سے بلبہٗ موڑ دیتا ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث شریف میں آیا ہے،

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَالِبُ الدُّنْیَا مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْاٰخِرَۃِ مُخَنَّثٌ وَطَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ۔

دنیا و عقبیٰ حجاب عاشق است میلِ ایشاں کے زعاشق لائق است

اے بلبلانِ گلزارانِ محمدی! نتیجہ یہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی طریقہ سلوکیہ کا پابند ہونا چاہتا ہے، تو اوّل تقویٰ اور پرہیزگاری و اکل حلال میں بڑی کوشش کرنی چاہیے ورنہ درچاہ ضلالت غرقاب ہو جائیں گے۔ اور جب آپ اپنے مشائخ کی خدمت عالیہ سے سرافراز ہوں تو مشائخ کے ذی رتبہ دنیا و عزت جاہ و جلال حشمت سے بالکل طلب نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان کا قطع تعلق کرنا دل سے ضروری ہے کہ جن کے بارہ میں مذکورہ بالا تحریر و تقریر کر چکا ہوں تو صرف اپنے تزکیۂ نفس کے واسطے آستانِ والا شان کے اوپر سر رکھ کر موافق سگِ دربان کے امیدوار کھڑا ہو۔ پھر انشاء اللہ مرشد صاحب تمہاری قلبی زمین قساوت میں معرفت و عرفان کی نہر جاری کریں گے، جس کے ذریعہ سے باغیچہ عرفانیہ سے جاودانی حاصل کرے گا، جیسا کہ خداوند کریم اپنی پاک کتاب فرقان حمید، سورہ یٰسین شریف میں ارشاد فرما چکا ہے:

قولہ تعالےٰ وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ اَحْیَیْنٰھَا وَاَخْرَجْنَا مِنْھَا حَبًّا فَمِنْہُ یَاْکُلُوْنَ ○

ترجمہ، بڑی نشانی تمہارے واسطے مردہ زمین ہے کہ پھر اپنی قدرت سے ہم مُردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ پھر اُس سے عجب باغ باغیچے درخت اور پھل پھول کھانے کے واسطے نکال کر تیار کرتے ہیں۔

اہل اشارت کے نزدیک، اس آیت کریمہ کے معنیٰ اس طرح سے ہیں کہ قلبی زمین مُردہ کو ہم بہ بارانِ رحمت و عنایت ایزدی سے زندہ کرتے ہیں۔ اور قلبی زمین میں سے حسب طاعات و ریاضات شاقہ کے ہم باہر نکالتے ہیں تاکہ اُس کے روح کو غذا ملتی جائے۔ اور ہم کھجوروں کے رنگا رنگ باغ بنا دیتے ہیں۔ یعنی بوستان اذکار الٰہی۔ اور دل کی زمین میں ہم انگوروں کے باغ لگا دیتے ہیں۔ یعنی گلزار اشواق۔ پس اصلی حکمت کو ہم دل کی زمین میں جاری کر دیتے ہیں تاکہ اثمار مکاشفات و مشاہدات تجلیاتِ ربوبیت

سے زمین دل متمتع ہو جاوے۔ مگر تیری قلبی زمین کے باغیچہ سے تب ہی خوشۂ عرفان کے تروتازہ باہر نکلیں گے، مگر جب تک تم ارتکاب گناہوں سے اجتناب نہ کرو گے اور توبہ و استغفار میں مشغول نہ ہوں گے۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ دو نشانیاں رحمت کی ہمارے لئے تھیں، جن میں سے ایک ظاہراً جہان سے چلی گئی ہے۔ یعنی وہ رحمت آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تھا۔ جو کہ ظاہراً آپ ہم سے غائب ہو گئے ہیں۔ اور دوسری استغفار جو کہ وہ موجود ہے۔

پس خیال کرنا چاہئے کہ درحقیقت تو استغفار ہمارے لئے ہمارے نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے کیسے ہی سہل و آسان ہے۔ دلی ندامت اور زبانی اقرار گناہوں سے ہے۔ ورنہ ہماری کسی کی ایسی قابلیت نہ تھی کہ استغفار صغیروں اور کبیروں کے لئے کر سکتے۔ اس واسطے کہ قوم بنی اسرائیل کی توبہ کیسی سخت تھی کہ جو کوئی ان میں سے گناہ کرتا تھا، وہ غسل کر کے اپنے نبی یا ان کے خلیفہ کے روبرو دو زانو ہو کر بیٹھتا تھا۔ پھر نبی یا ان کا خلیفہ توبہ کنندہ کی گردن کاٹ ڈالتا تھا۔ کیونکہ درحقیقت توریت شریف میں ان کے لئے یہی توبہ تھی۔

جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعدازاں باقی قوم نے سامری کے بچھڑے کو اپنا معبود بنایا۔ اور اسے سجدہ کرتے تھے بلکہ صرف اسی کے واسطے عبادت کرتے تھے۔ مگر جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس تشریف لائے، تو اپنی قوم کو فرمایا کہ اے میری قوم! تم سخت گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو گئے ہو۔ کیونکہ تم اپنے حقیقی معبود کو چھوڑ کر سامری کے بچھڑے کی کیوں پرستش کر رہے ہو۔ پھر امروز تم کو توبہ کرنی لازم ہے۔ مگر بوقت فجر غسل کر کے ہمارے اجلاس منعقد شدہ میں حاضر ہو کر حکم کے مطابق دو زانو ہو کر بیٹھ کر پورے

طور سے تعمیل بجالاؤ، تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا۔ تو اُس وقت حضرت ہارون نے ارتکاب گناہ کنندوں کی گردنوں کو کاٹ ڈالا۔

اور بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السّلام نے صبح سے لے کر بوقت چاشت تک ستر ہزار آدمیوں کی گردنوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ ان میں سے کچھ کم ہوں گے، مگر اکثر یہی قول ہے کہ حضرت ہارون علیہ السّلام نے ستر ہزار آدمیوں کی گردنوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ مگر ایسی شاقہ توبہ کے باوجود اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لیتے تھے۔ مگر جو قافلہ محمدیہ زمانہ حال میں ہے، یہ دلی ندامت اور زبانی اقرار کے گناہوں سے باز آنے کے واسطے بھی نہیں کرتے۔ پس اسی واسطے درخواب غفلت غرقاب ہو گئے ہوئے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم

ابتدائے مجاہدہ میں مرید کی شرطوں کا بیان اور راہ دین پر ریاضت سے چلنے کی کیفیت کا بیان

واضح ہو کہ جو کوئی حق تعالیٰ کی معرفت کو نہ پہنچا ہو، وہ اس سبب سے کہ سیدھے راہ نہ چلا۔ اور راہ نہ چلنے کا یہ سبب کہ اس نے طلب و تلاش نہ کی۔ اور طالب نہ ہونے کا یہ سبب کہ اس نے معلوم نہ کیا۔ پھر اس کا ایمان بے علمی کے سبب ناقص رہا۔ کیونکہ جو کوئی جانتا ہے کہ دنیا فانی اور ایک میلی چیز ہے۔ اور چند روز کی مہمان ہے۔ اور آخرت

صاف اور ہمیشہ ہے۔ اور زادِ آخرت طلب کرنا اس میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اسے یہ مشکل معلوم نہیں ہوتا کہ ایک چیز اور حقیر چیز کو نفیس چیز کے عوض ہاتھ سے دیدے۔ کس لئے کہ آج مٹی کا پیالہ ہاتھ سے چھوڑنا کہ اس کے بدلے قیامت کے دن سونے کے کٹورے ملیں گے، آدمی کے لئے کچھ دشوار نہیں۔ پس یہ سب ضعفِ ایمان کا سبب ہے۔ اور ایمان کے ضعف کا سبب ہادیانِ دین اور راہبرانِ سالکِ یقین کا گم ہونا ہے۔ کیونکہ دین کی راہ بتانے والے اور دلیل عالم دیندار پرہیزگار لوگ ہیں۔ اور وہ گم ہوگئے ہیں۔ جب رہبر اور دلیل نہیں تو راہ خالی رہ گئے، اور خلق اپنی سعادت سے محروم ہوگئی۔ اور جو علماء باقی رہ گئے ہیں، دنیا کی دوستی ان پر غالب ہوگئی ہے۔ اور جب وہ لوگ دنیا کی طلب پرست ہوں، تو خلق کو دُنیا سے آخرت کی طرف کس طرح سے بلا سکتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کی راہ دنیا کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت مشرق اور مغرب کے مثل ہے۔ کہ جب آدمی ایک کے پاس ہوتا ہے تو دوسرے سے دور ہو جاتا ہے۔ جس کو ارادہ اور طلبِ خدا ظاہر ہوتی ہے، وہ ان لوگوں میں ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے،

قولہٗ تعالےٰ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا

واضح ہو کہ جو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا، تو یہ کیسی سعی ہے۔ اور اس کے کیا معنیٰ ہیں۔ وہ چلنا اسی کی راہ ہے۔ اور چلنے والے کو ابتدائے راہروی میں چند شرطیں لازم ہے کہ بجا لائے۔ پھر ایک دستاویز ہے کہ وہ گناہ سے بچنا ہے۔ اس پر قابض ہو پھر ایک قلعہ اور حصار ہے کہ اس سے پناہ لے جائے۔

سب شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے اور خدا کے درمیان سے پردہ اُٹھا ڈالے، تاکہ اس قوم میں نہ گنا جائے، جس کے حق میں حق تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ۔

حجاب چار قسم کے ہیں۔ (۱) مال کا حجاب۔ (۲) جاہ و حشمت کا حجاب۔ (۳) تقلید

کا حجاب۔ (۴) معصیت کا حجاب۔

(۱) مال کا حجاب

مال کا حجاب وہ ہے کہ دل کو اپنی طرف مشغول رکھے۔ اور جب تک فراخ دلی نہ ہو آدمی راہ نہیں چل سکتا۔ اس لئے کہ اس راہ کے چلنے والے کو لازم ہے کہ اپنے آگے بقدر حاجت کے سوا باقی مال کو اٹھا ڈالے۔ اور اپنے اور اپنے پاس سے دور کرے۔ کیونکہ بقدر حاجت مال رکھنا مشغلہ میں داخل نہیں ہے۔ اور جو ایسا ہے کہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ ہی کے واسطے محنت کرتا ہے، تو اس کی راہ طے ہو جائے گی۔

(۲) جاہ و حشمت کا حجاب

جاہ و حشمت کا حجاب اس طرح سے اٹھ جاتا ہے کہ آدمی بھاگ جائے۔ اور ایسی جگہ چلا جائے، جہاں اُسے کوئی نہ جانتا ہو۔ کیونکہ جب نامدار ہو گا، تو ہمیشہ خلق اور خلق کے آنے کی لذت میں مشغول رہے گا۔ اور جو خلق سے لذت پائے گا، وہ حق تک نہ پہنچے گا۔

(۳) تقلید کا حجاب

تقلید کا حجاب یہ ہے کہ آدمی نے جب کسی کے مذہب اور اعتقاد کو اختیار کرے گا۔ اور مختلف فیہ مسائل کو بطریق جدل یعنی بحث و تکرار اور مناظرہ اور خصومت و مباحثہ اعتقاد میں لایا، اور پھر کسی بات کی اصلاً دل میں وقعت نہ رہی اور خیر و ثواب اپنا اس میں سمجھا جو اس نے پسند کیا، تو اُس کو چاہیئے کہ اس سب کو بھلا کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر ایمان لائے، اور اس کے معنیٰ کی تحقیق اپنے دل سے چاہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ سوائے حق جل و علا کے کوئی اس کا معبود نہ رہے۔ جس کی بندگی میں سر جھکائے۔ اور جو خواہش و تمنا، یعنی حرص و ہوا، اس پر غالب ہو، تو وہی اس کا معبود ہے۔ جب یہ حال حقیقت ہو جائے، اور سوائے خدا تعالیٰ کے اس کا کوئی معبود نہ ہو تو اس وقت اکثر کاموں کا انکشاف اپنے مکاشفہ اور مجاہدہ سے کرے نہ کہ مجادلہ اور مباحثہ سے۔

(۴) معصیت کا حجاب

معصیت کا حجاب تو بڑا حجاب ہے۔ اور بڑا زنگ ہے۔ کیونکہ جو کوئی گناہ پر مقرر ہوتا ہے، تو اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ اور اس پر حق کا انکشاف کیونکر ہو سکتا ہے۔ خاص کر جب غذا حرام ہو۔ جیسی قوت حلال دل کے نور میں اثر کرتی ہے، ایسی کوئی چیز اثر نہیں کرتی۔

اصل یہ ہے کہ حرام لقمہ سے بچے۔ اور سوائے حلال غذا کے کچھ نہ کھائے، اور جو شخص ظاہر شرع پر عمل شروع کرنے اور تمام شرعی معاملات بجا لانے سے پہلے یہ چاہے کہ شریعت اور دین کے اسرار مجھ پر کھلیں تو اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی عربی پڑھنے سے پہلے قرآن شریف کی تفسیر پڑھنی چاہے۔ اور جب یہ سب حجاب اٹھا ڈالے تو اب یہ اس شخص کی مثل ہوا، جو کہ طہارت کر کے نماز پڑھنے کے قابل ہوا۔ اب اُسے امام کی حاجت ہے۔ کہ اس کی اقتدا کرے۔ اور وہ پیر ہے کیونکہ بغیر پیر کے راہ راست چلنا نہیں آتا۔ کیونکہ یہ راہ پوشیدہ ہے۔ اور شیطان کی بہت سی راہیں اس راہ سے ملی ہوئی ہیں۔ راہِ حق تو ایک ہے اور راہ باطل ہزار۔ تو بے دلیل کے راہ کیونکر چل سکتا ہے۔ اور جب پیر ہاتھ لگ جائے، تو چاہیئے کہ اپنے سب کام اس پر چھوڑ دے۔ اور اپنا تصرف بالکل باقی نہ رکھے۔ اور معلوم کرے کہ میری صواب رائے، مرشد کے راہ خطا کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اور پیر سے جو بات ایسی ظاہر ہو کہ عقل میں نہ آسکے، یا اس کی وجہ معلوم نہ ہو تو حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو یاد کرے۔ کہ وہ حکایت پیر اور مرید کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ بہت سی باتیں جانتے ہیں کہ مرید ان کی سمجھ کو نہیں پہنچ سکتا۔

حکیم جالینوس کے زمانے میں کسی کی داہنی انگلی میں درد اٹھا۔ بہت سے ناقص رائے طبیبوں نے اس کا علاج کیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر جب جالینوس کے پاس گیا، تو اس نے مریض کے بائیں شانے پر دوا لگائی۔ لوگوں نے کہا، یہ کیا بے وقوفی ہے کہ درد

کہاں اور دوا کا استعمال کہاں، مگر انگلی اس شخص کی اچھی ہو گئی۔ جالینوس تو اصل مرض کو پہچان گیا تھا۔ اور وہ لوگ اصل بات سے غافل تھے۔ کیونکہ اصل خلل پٹھے کی جڑ میں تھا اور آدمی کے جسم میں جس قدر رگیں اور پٹھے ہیں، وہ سب دماغ اور پشت سے لگی ہوئی ہیں جو مادہ جانب چپ سے اٹھتا ہے وہ جانب راست آتا ہے۔ اور جو جانب راست سے متحرک ہوتا ہے، وہ بائیں جانب آ کر گرتا ہے۔

اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ مرید کو چاہئیے کہ اپنے باطن میں کچھ تصرف نہ کرے۔

چنانچہ بوعلی فارمدی نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر ابوالقاسم گرگانی سے ایک خواب بیان کیا کہ وہ مجھ پر نہایت غصے ہوئے۔ اور ایک ماہ تک مجھ سے بات نہ کی۔ اور ان کی ناراضی کا سبب معلوم نہ ہوا۔ آخر ایک دن بولے اور فرمایا کہ اے عزیز تو نے اپنی خواب کو اس طرح بیان کیا کہ یا شیخ تم ہو اور ہیں۔ تم نے مجھ سے کچھ کہا تو میں نے اس کے جواب میں کہا یہ کیوں۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ اگر تیرے دل میں اس "کیوں" کی جگہ نہ ہوتی تو خواب میں تیری زبان سے یہ لفظ نہ نکلتا۔

پیر کو چاہئیے کہ جب مرید اپنا کام پیر کو سونپ دے تو پیر اس کو اول حصار کی تعلیم دے کہ کسی طرح کی آفت اس کے پاس نہ آوے۔ اور وہ حصار یہ ہے:

(۱) خلوت۔ (۲) خاموشی۔ (۳) گرسنگی۔ (۴) کم خوابی۔

خلوت خلقت کی ظلمت اس سے دور کرتی ہے۔

خاموشی دل کی پراگندگی کھوتی ہے یعنی دور کرتی ہے۔

گرسنگی شیطان کا رستہ بند کرتی ہے۔

کم خوابی دل کو روشن کرتی ہے۔

سہیل تستری کہتے ہیں کہ ابدالوں نے جو ابدالیت پائی ہے، وہ خلوت خاموشی، گرسنگی اور کم خوابی ہی کی بدولت پائی ہے۔

مرید دنیا کے اشغال سے جدا ہوا، تو اب اُسے راہ چلنی چاہئیے۔ اور راہ رَو کے لئے یہ ضرور

ہے کہ رستے کی گھاٹیوں کو قطع کرے۔ عقبات راہ صفات مذموم ہیں۔ جو دل میں ہوتے ہیں۔ اور جن کا موت سے بھاگنا چاہیئے، یہ صفات مذمومہ ان کی جڑیں ہیں۔ جیسے کہ جاہ و مال کی حرص اور اچھے کھانے پہننے کا لالچ اور تکبر اور ریا وغیرہ تاکہ وہ مشغلہ کو باطن سے قطع کردے اور دل خالی ہو جائے۔ اور ممکن ہے کہ جو شخص ان سب اشغال ظاہری و باطنی سے خالی ہو۔ اور ایک شے سے زیادہ کسی میں آلودہ نہ ہو، تو اس کو چاہیئے کہ اس صفت کے چھوٹنے کی اس طرح سے کوشش کرے کہ جس طرح شیخ کے نزدیک بہتر ہو۔ اور مناسب اور لائق اس کے حال کے سمجھے۔ کہ یہ امر مقتضائے حال بدلتا رہتا ہے۔ اب جب کہ زمین خالی کر چکا تو تخم پاشی شروع کرے۔ اور وہ تخم کیا ہے، کہ حق تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اور جب دل ماسوٰی سے خالی ہو گیا، تو ایک گوشے میں بیٹھ کر دل اور زبان سے اَللّٰہ اَللّٰہ کہے۔ اور وہاں تک نوبت پہنچائے کہ ذکر زبانی سے گذر کر دل ہی دل میں یہ مبارک ذکر ہوا کرے۔ پھر دل بھی کہتے کہتے اگر ٹھہر جائے تو اس حکم کے معنی و مقصود دل پر غالب ہو جائیں گے۔ اس طرح کہ وہ لفظ عربی نہ ہوں نہ فارسی۔ نہ صوت، نہ حرف۔ اس لئے کہ دل سے کہنا بھی تکلم بالنفس سے خالی نہیں۔ کیونکہ بات اس تخم کا غلاف ہے، نہ عین تخم۔ پس ایسے معنی کا دل میں جاگزیں ہونا شرط ہے۔ جس میں تکلف کرنا اور دل اس پر لگانا بے ربط ہے۔ بلکہ اس کا شیدا اور عاشق ایسا ہو کہ دل کو تکلف سے بھی باز نہ رکھ سکتا ہو۔

حضرت شبلی نے اپنے مرید مصری سے کہا کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک میرے پاس آئے تو اس عرصہ میں اگر تیرے دل میں سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی خیال کرے تو میرے پاس آنا تجھے حرام ہے۔ پس جب کہ دل خار و خس وساوس دنیا سے خالی کر لیا، اور اس تخم کو بو دیا، تو اب کوئی چیز نہ رہی، جو اختیار سے تعلق رکھتی ہو۔ کیونکہ اختیار تو یہیں تک تھا۔ اس کے بعد انتظار رہے۔ دیکھا چاہیے کہ کیا ہوتا ہے اور پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ اور گمان غالب یہ ہے کہ یہ تخم ضائع نہ ہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَن کَانَ یُرِیدُ حَرثَ الاٰخِرَۃِ نَزِدلَہٗ فِی حَرثِہٖ۔ یعنی جو کوئی آخرت کی کھیتی میں لگا ہوا ہو، اور بیج بکھیر دیا، تو ہم اسے کچھ زیادہ کر کے دیں گے۔

یہاں مریدوں کا حال مختلف ہوتا ہے۔ کوئی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کو اس کلمہ کے معنی میں اشکال ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے خیال پیش آتے ہیں۔ اور جو کوئی ایسا ہوتا ہے، جو اس سے بچا ہوا ہوتا ہے، مگر جواہر ملائک اور انبیاء علیہم السلام اچھی اچھی صورتوں میں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ خواب میں بھی دیکھتا ہے، اور بیداری میں بھی دیکھنے لگتا ہے۔ اس کے بعد پھر جو احوال ظاہر ہوں گے۔ ان کی شرح بہت طویل ہے۔ اور ان کے بیان میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ راہ چلنے کے لئے ہے، نہ کہنے کے لئے۔ ہر ایک کو بقدر تقویٰ و درجات اور ہی معاملہ پیش آتا ہے۔ اور جو اس راہ پر چلے گا، اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ باتوں سے کچھ نہ سنے، کہ اس کا انتظار اس کے دل کو مشغول رکھے گا۔ اور حجاب حائل ہو جائے گا۔

علم کے تصرف کو جس قدر اس میں دخل ہے، وہ یہی تک ہے، جو بیان کیا گیا ہے۔ اور کہنے سے مقصود یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ کیونکہ اکثر علماء اس کے منکر ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسانی خاصیت یہ ہے کہ حسب عادت جو چیز سیکھنے سے معلوم نہ ہو اور اس کے خیال سے بڑھ کر ہو تو وہ اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ وَاللہُ اَعلَمُ بِالصَّوَابِ

کبر کی حقیقت اور اس کی آفتوں کا بیان

واضح ہو کہ کبر یعنی بڑائی و تکبر ایک بُرا اخلاق ہے۔ اور اخلاق دل کی صفت ہے۔ اور ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اخلاق کبر کے یہ معنی ہیں کہ اپنے آپ کو اوروں سے مقدم رکھے اور اچھا جانے اور اس کے سبب اس میں ایک ہوا بھر جائے۔ اور پھولا نہ سمائے تو اس پھلانے والی ہوا کا نام تکبر ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اَعُوذُبِکَ مِن نَفخَۃِ الکِبرِ۔

(اے اللہ! میں تیرے سے پناہ مانگتا ہوں کبر کی ہوا سے۔)

جب آدمی میں یہ ہوا بھر جایا کرتی ہے تو وہ اوروں سے اپنے آپ کو بڑا اور برتر جانا کرتا ہے۔ اور انہیں اپنا خادم سمجھ کر دیکھا کرتا ہے۔ بلکہ یہاں تک ہوا بھر جاتی ہے کہ اپنی خدمت کے لائق بھی نہیں سمجھا کرتا اور کہہ دیا کرتا ہے کہ تو میری خدمت کے کیا لائق ہے، جیسے کہ بادشاہ لوگ ہر کسی کو قابل نہیں سمجھتے کہ وہ آستاں بوسی کرے اور اپنے کو بندہ لکھ سکے اور یہ انتہا درجہ کا تکبر ہے کہ خدا کی کبریائی سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ سب کو اپنی بندگی اور سجود میں قبول کر لیتا ہے۔

جو آدمی تکبر کے اس درجہ پر نہیں پہنچتا، تو وہ چلنے اور بیٹھنے میں تقدم اور سبقت ڈھونڈتا ہے۔ اور اپنی تعظیم کا طلب گار ہوتا ہے اور وہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اگر اسے کوئی نصیحت کرے تو قبول نہ کرے اور خود کسی کو نصیحت کرے یا سمجھائے تو سختی کے ساتھ اور جو کوئی اسے تعلیم دے تو غصے ہو کر ناک بھوں چڑھائے اور لوگوں کو اس نظر سے دیکھے کہ جیسے کوئی جانور کو دیکھتا ہے۔ لوگوں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کبر کیا ہے؛ فرمایا کہ حق تعالیٰ کے لئے اپنی گردن کو نرم رکھنا۔ اور لوگوں کو حقارت سے دیکھنا۔ کہ یہ دونوں خصلتیں حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان بڑے حجابوں میں سے ہیں۔ انہیں سے سارے بُرے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ اور انہیں کے سبب اچھے اور نیک اخلاق اختیار کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ کیونکہ جس میں خواجگی، عزیز نفسی اور بڑائی گھسی ہوئی ہو، وہ جو چیز اپنے لئے پسند کرے گا، وہ دوسروں کے لئے پسند نہ کرے گا۔ اور ایمان داروں کی شرط نہیں۔ وہ کسی کے ساتھ فروتنی نہ کر سکے گا۔ مگر یہ پرہیزگاروں کی صفت نہیں۔ اور وہ کینے، حسد، بخل سے ہاتھ نہ روک سکے گا۔ اور جو کوئی اس کی تعظیم نہ کرے، تو وہ اپنے دل میں اس کی طرف سے کچھ میل رکھے گا۔

اس کی خصلتوں میں سے ادنیٰ بات یہ ہے کہ وہ سارا دن خود آرائی، خود پرستی

اور اپنا بول بالا کرنے میں لگا رہے گا۔ اور مکر و فریب، جھوٹ نفاق سے مستغنی نہ ہوگا تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اپنے کام کو چمکائے اور ترقی دے۔

دراصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص ان حرکات سے مسلمانی کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے آپ کو نہ بھولے۔ بلکہ دنیا کی راحت نہ پائے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ اگر تو بہشت کی بو سونگھنی چاہتا ہے، تو اپنے آپ کو سب سے کمتر اور گھٹیا جان تاکہ بہشت کی بو سونگھنے میں آئے۔

اگر کسی کو حق تعالیٰ آنکھیں دے تو وہ ان دو متکبروں کو جب کہ وہ باہم ملتے ہیں دیکھے کہ سنڈاس اور ڈلاؤ اور بدررو میں بھی وہ گندگی اور خرابی نہ پائے گا، جو ان کے دل میں پائے گا۔ کیونکہ ان کا دل کتے کی صورت سا ہوگا۔ اور ظاہری جسم ان کا عورتوں کی مثل سنورا ہوگا۔ اور وہ انس جو مسلمانوں میں ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے سے پیدا ہوتا ہے، وہ ہرگز ان متکبروں میں نہیں ہوتا۔

اے عزیز! تو دیکھے گا، راحت تو جبھی پائے گا کہ یا تو تو اس میں بالکل فنا ہو جائے اور ہمہ تن اس کی تعظیم بن جائے، تاکہ دوئی جائے اور یگانگی آئے اور وہ باقی رہے، اور تو فانی۔ یا وہ تجھ میں ایسا سما جائے کہ تو تو باقی رہے اور وہ نہ رہے۔ یا دونوں ذات باری تعالیٰ میں فنا ہوں اور اپنی طرف کچھ التفات نہ کریں۔ یہ کمال ہے کہ ایسی یگانگی سے کمال راحت ہوتی ہے۔ دوئی سے راحت ہرگز ممکن نہیں۔ کیونکہ راحت وحدت اور یگانگی ہی میں ہے۔

یہی کبر کی حقیقت اور اس کی آفتیں ہیں جو بیان کی گئی ہیں۔

تکبر کے درجوں کا بیان

واضح ہو کہ بعض کبر تو بہت ہی بُرا ہے۔ اور اس کا فرق متکبر کے تفاوت درجات

سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ تکبر تین طرح کا ہے:

(۱) خدائے پاک سے تکبر کرنا۔

(۲) رسول سے تکبر کرنا۔

(۳) بندگانِ خدا سے تکبر کرنا۔

پہلا درجہ تکبر کا خدا تعالےٰ سے ہے۔ جیسا کہ فرعون نمرود اور ابلیس لعین نے تکبر کیا کہ جنہوں نے خدائی کا دعوٰی کیا۔ اور خدائے تعالےٰ کے بندوں نے تکبر کر کے منہ پھیرا۔ جیسا کہ حق تعالےٰ ان کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ اَنْ يَكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ کے بندے بننے سے ہرگز انکار نہیں کریں گے اور نہ ہی مقرب فرشتے۔

دوسرا درجہ تکبر کا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جیسا کہ کفار قریش نے کہا۔ کہ ہم اپنے جیسے آدمی کے سامنے سر نہ جھکائیں گے۔ ہم پر کوئی فرشتہ یا کوئی صاحب حیثیت شخص کیوں نہ بھیجا گیا۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ (اور کہتے تھے کہ کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن دو بستیوں یعنی مکہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر۔)

یہ کفار دو گروہ تھے۔ ایک کے لئے یہ کبر خود راہ ہدایت کا حجاب بن گیا کہ انہوں نے فکر نہ کیا، اور نبوت کو نہ پہچانا، جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ۔ یعنی میں منکبروں کو راہ نہ دوں گا کہ وہ میری آیات کو دیکھ سکیں۔

دوسرا گروہ جانتا تھا، مگر انکار کرتا تھا۔ اور کبر کے باعث اتنی طاقت نہ رکھ سکتا تھا کہ اقرار کرے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔ اور وہ منکر ہوئے۔ حالانکہ یقین کر چکے تھے ان کے جی، بے انصا

اور غرور سے۔

تیسرا درجہ تکبر کا بندگان خدائے تعالےٰ کے ساتھ ہے کہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے حق قبول نہ کرے اور اپنے آپ کو اُن سے بہتر اور بڑا جانے

یہ درجہ اگرچہ ان دو درجوں سے کم تر ہے، مگر دو سبب سے بڑا ہے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ عظمت و کبریائی باری تعالےٰ کے اوصاف میں سے ہے۔ پس اس بندہ ناتوان وعاجز کو کوئی چیز بھی اس کے قابو میں نہیں۔ کہاں سے بزرگی آئی۔ جو اپنے آپ کو لائق تصور کرتا ہے۔ اور جب اس نے اپنی جان کو بڑا جان لیا تو درحقیقت اس نے اللہ تعالےٰ کے اوصاف سے جھگڑا کیا۔ اور اس کی مثال اس غلام جیسی ہے کہ تاج شاہی اپنے سر پر رکھے، اور تخت پر بیٹھے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ وہ کس قدر سختی اور عذاب کا مستحق ہو۔ اس لئے حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَلْعَظَمَةُ اِزَارِیْ وَالْکِبْرُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْهِمَا قَصَمْتُهٗ۔ یعنی عظمت و کبریائی تو میری خاص صفت ہے۔ جو کوئی ان دو صفتوں میں میرے ساتھ جھگڑا کرے، تو میں اسے ہلاک کر دیتا ہوں۔ پس جب کہ تکبر کرنا ماسوائے خدا تعالےٰ کے اور کسی بشر پر پہنچتا ہی نہیں تو جس نے اوروں پر تکبر کیا تو گویا اس نے حق تعالےٰ سے نزاع کیا، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی بادشاہ کے خاص غلاموں کو ایسے کاموں کا حکم دے، جو بادشاہ کے سوا اور کسی کے لائق نہ ہو۔

۲۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ تکبر اوروں کے حق بات قبول کرنے کا مانع ہوا کرتا ہے۔ تو جو لوگ اس صفت سے موصوف ہوتے ہیں، تو وہی دینی مسائل میں جھگڑا کیا کرتے ہیں اور جب حق بات کسی کی زبان سے نکلتی ہے تو وہ تکبر دوسرے سے انکار کرواتا ہے۔ قبول نہیں کرنے دیتا۔

یہ بات کافروں اور منافقوں کے اخلاق وعادات میں سے ہے کہ وہ حق بات کو نہیں مانا

کرنے جیسا کہ حق تعالےٰ نے ان کی تقریر کو نقلاً بیان فرمایا ہے،

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝

اور دوسرے مقام پر ان کا حال یوں بیان فرمایا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

یعنی جب اس سے کہیں کہ خدا تعالےٰ سے ڈر، تو اس سے اپنے آپ کو بڑا جان کر اس بات پر رکھتا ہے کہ گناہ پر اصرار کرے۔

حضرت ابن مسعود نے کہا کہ یہ بڑا گناہ ہے کہ کوئی کسی سے کہے کہ خدا تعالےٰ سے ڈر، اور وہ جواب میں کہے کہ تجھے اپنے کام سے کام ہے۔ دوسروں کے کام سے کیا کام ؟

ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو فرمایا کہ تو داہنے ہاتھ سے کھانا کھا۔ اس نے کہا، میں کیونکر کھاؤں۔ مجھ سے کھایا نہیں جا سکتا۔ آپ نے معلوم کیا کہ اس نے ازراہ کبر کہا ہے، تو اس کا ہاتھ ایسا خشک ہوا کہ پھر ہل بھی نہ سکا۔

اے عزیز! قصۂ ابلیس علیہ اللعنہ جو حق تعالےٰ نے کلام مجید میں بیان فرمایا ہے، وہ بطور افسانہ نہیں ہے، بلکہ اس لئے ہے کہ اس سے کبر کی آفت معلوم ہو۔ کہ اس کی آفت کہاں تک پہنچتی ہے، جب کہ اس نے کبر کی راہ سے یہ کلمہ کہا تھا۔

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝

میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا۔ اور اسے مٹی سے۔

اس کبر نے اسے یہاں تک پہنچا دیا کہ اس نے خدا تعالےٰ کے حکم سے برتری ڈھونڈھی اور سجدہ نہ کیا اور ملعون ابدی ہوا۔

امر و نہی کی تبلیغ کے بیان میں

چمنستانِ اہل اسلام کو واضح ہو کہ امر معروف اور نہی منکر کی تبلیغ کرنی طاقت

کے مطابق فرض ہے۔ کہ تبلیغ کی کوتاہی کرنے سے سخت بلائیں و مصیبتیں درپیش آتی ہیں۔ اور اس ولایت کے گرد و نواح شہروں کے جانب خداوند کریم بادشاہ ظالم کو مسلط کر دیتا ہے، کہ وہ اپنے ظلم کے پنجے سے مخلوقات کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور اس ولایت میں کئی قسم کی تکلیفیں نازل ہوتی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے اُس ولایت کی یُمن و برکت دور ہو جاتی ہیں۔ اور اس ولایت کے لوگ اکثر تعصب کنندہ ہو کر ہر ایک قسم کے نامزدگا کو دست آویز بنا لیتے ہیں کہ جس کے وہاں کے ذریعہ سے خداوند کریم مخلوقات کو تباہ کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس واسطے بطور تفصیل بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ امر معروف اور نہی منکر یہ ایک قطب ہے اقطاب دین میں سے کہ سارے انبیاء علیہم السلام اسی لئے بھیجے گئے ہیں۔

واضح ہو کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہے۔ اور جو کوئی بلا عذر اسے ترک کرے گا، تو وہ گناہگار ہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے،

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

یعنی تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ ان کا کام یہ ہو کہ خلق کو خیر کی طرف بلائیں اور امر معروف کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔

مگر اس آیت سے اس کی فرضیت معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ فرض کفایہ ہے۔ کہ جب کچھ لوگ اس کام پر مستعد ہو جائیں تو کافی ہے۔ ہاں جب کوئی نہ کرے تو ساری خلق گنہگار ہوگی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے،

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور وہ لوگ کہ اگر ان کو مقدور دیں ملک میں تو قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا، اور منع کریں بُرے کام سے۔

اس آیت میں خدائے تعالےٰ پاک نے امر معروف کو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ میں ذکر فرمایا۔ اور اس کے ساتھ میں اہل کلمے تعریف فرمائے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ امر معروف کیا کرو۔ ورنہ خدائے تعالےٰ تم پر وہ شخص مسلط کرے گا، جو تم میں سے بدتر ہوگا۔ اور اس کی دعا بالکل قبول نہ کرے گا، جو تم میں سب سے بہتر ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم میں گناہ ہوتا ہے تو اس قوم کے لوگ اس سے انکار نہیں کرتے۔ اور منع نہیں کرتے تو قریب ہے کہ حق تعالےٰ ان پر عذاب بھیجے۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ سارے کام جہاد کے مقابلہ میں ایسے ہیں کہ دریائے عظیم میں ایک قطرہ۔ اور امر معروف اور نہی منکر کے مقابلے میں جہاد ایسا ہے، جیسے کہ بڑے دریا میں ایک قطرہ۔ اور فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سوائے امر معروف اور نہی منکر اور حق تعالےٰ کے ذکر کی جو بات آدمی کہتا ہے، سب اس کے لئے باعث مضرت ہے۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ حق تعالےٰ بے گناہ کو خواص میں سے عوام کے سبب عذاب نہیں کرتا، مگر اس وقت عذاب کرتا ہے جب کہ ان میں سے برا کام کرتے دیکھیں اور باوجود مقدرت منع نہ کریں۔ چپ بیٹھے رہیں۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ جہاں کسی کو ظلم سے مار ڈالتے ہوں یا مار پیٹ کرتے ہوں تو اس شخص پر لعنت برستی ہے کہ جو دیکھتا ہے اور چھڑا سکتا ہے، مگر نہیں چھڑاتا۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ جہاں بے جا حرکت ہوتی ہے، وہاں بیٹھنا اور باز پرس نہ کرنا، درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ان لوگوں سے باز پرس کرنا نہ اس کی عمر کو گھٹائے گا۔ اور نہ اس کی روزی کو۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں بے جا حرکت ہوتی ہو یا کسی ظالم کے گھر ہو، اور

کے مطابق فرض ہے۔ کہ تبلیغ کی کوتاہی کرنے سے سخت بلائیں و مصیبتیں درپیش آتی ہیں۔ اور اس ولایت کے گرد و نواح شہروں کے جانب خداوند کریم بادشاہ ظالم کو مسلط کر دیتا ہے، کہ وہ اپنے ظلم کے پنجے سے مخلوقات کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور اس ولایت میں کئی قسم کی تکلیفیں نازل ہوتی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے اُس ولایت کی یُمن و برکت دور ہو جاتی ہیں۔ اور اس ولایت کے لوگ اکثر تعصب کنندہ ہو کر ہر ایک قسم کے نامشروعات کو دست آویز بنا لیتے ہیں کہ جس کے وبال کے ذریعہ سے خداوند کریم مخلوقات کو تباہ کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس واسطے بطور تفصیل بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ امر معروف اور نہی منکر یہ ایک قطب ہے اقطاب دین میں سے کہ سارے انبیاء علیہم السلام اسی لئے بھیجے گئے ہیں۔

واضح ہو کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہے۔ اور جو کوئی بلاعذر اُسے ترک کرے گا، تو وہ گناہگار ہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے،

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط

یعنی تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ ان کا کام یہ ہو کہ خلق کو خیر کی طرف بلائیں اور امر معروف کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔

مگر اس آیت سے اس کی فرضیت معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ فرض کفایہ ہے۔ کہ جب کچھ لوگ اس کام پر مستعد ہو جائیں تو کافی ہے۔ ہاں جب کوئی نہ کرے تو ساری خلق گنہگار ہوگی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے،

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط

اور وہ لوگ کہ اگر ان کو مقدور دیں ملک میں تو قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا، اور منع کریں بُرے کام سے۔

اسس آیت میں خدائے تعالیٰ پاک نے امر معروف کو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ میں ذکر فرمایا۔ اور اس کے ساتھ میں اہل کلمے تعریف فرمائے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ امر معروف کیا کرو۔ ورنہ خدائے تعالیٰ تم پر وہ شخص مسلط کرے گا، جو تم میں سے بدتر ہوگا۔ اور اسس کی دعا بالکل قبول نہ کرے گا، جو تم میں سب سے بہتر ہوگا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم میں گناہ ہوتا ہے تو اسس قوم کے لوگ اس سے انکار نہیں کرتے۔ اور منع نہیں کرتے تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان پر عذاب بھیجے۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ سارے کام جہاد کے مقابلہ میں ایسے ہیں کہ دریائے عظیم میں ایک قطرہ۔ اور امر معروف اور نہی منکر کے مقابلے میں جہاد ایسا ہے، جیسے کہ بڑے دریا میں ایک قطرہ۔ اور فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سوائے امر معروف اور نہی منکر اور حق تعالیٰ کے ذکر کی جو بات آدمی کہتا ہے، سب اس کے لئے باعث مغفرت ہے۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ حق تعالیٰ بے گناہ کو خواص میں سے عوام کے سبب عذاب نہیں کرتا، مگر اسس وقت عذاب کرتا ہے جب کہ ان میں سے برا کام کرتے دیکھیں اور باوجود مقدرت منع نہ کریں، چپ بیٹھے رہیں۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ جہاں کسی کو ظلم سے مار ڈالتے ہوں یا مار پیٹ کرتے ہوں تو اسس شخص پر لعنت برستی ہے کہ جو دیکھتا ہے اور چھڑا سکتا ہے، مگر نہیں چھڑاتا۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ جہاں بے جا حرکت ہوتی ہے، وہاں بیٹھنا اور باز پرس نہ کرنا، درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ان لوگوں سے باز پرس کرنا نہ اس کی عمر کو گھٹائے گا۔ اور نہ اسس کی روزی کو۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں بے جا حرکت ہوتی ہو یا کسی ظالم کے گھر ہو، اور

وہاں باز پرس نہ کر سکتا ہو تو بے ضرورت ایسی جگہ جانا جائز نہیں ہے۔ اسی سبب سے بہت سے اگلے بزرگوں نے عزلت اختیار کی تھی کہ وہ بازاروں اور رستوں میں کسی جگہ کو منکرات سے خالی نہ دیکھتے تھے۔

فرمایا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے سامنے کوئی گناہ کیا جاوے، اور وہ اس سے بیزار ہو تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ اس کی پیٹھ پیچھے گناہ ہوا۔ اور اگر اس کی پیٹھ پیچھے گناہ کیا گیا اور وہ اس سے راضی ہے تو گویا اس کے سامنے ہی ہوا۔

فرمایا علیہ السلام نے کہ ہر رسول کے اصحاب ہوتے ہیں کہ وہ اس کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتے ہیں۔ اور ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ ممبر پر سوار ہو کر باتیں تو اچھی کریں گے اور کام برے۔ تو ہر مسلمان پر یہ حق فرض ہے کہ ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے زبان سے کرے۔ اور جو یہ بھی ممکن نہ تو دل سے اسے برا سمجھے۔ اس سے کم مسلمانی نہیں۔

اور فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے کہ ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو الٹ دے۔ اس نے عرض کی خداوندا! یہاں تو فلاں شخص ایک ایسا بھی ہے کہ جس نے تل بھر بھی گناہ نہیں کیا۔ حکم ہوا کہ الٹ دے۔ کیونکہ وہ ایک دفعہ بھی دوسروں کے گناہ کرنے پر ترش رو نہیں ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک شہر کے رہنے والوں پر عذاب بھیجا کہ ان میں اٹھارہ ہزار ایسے شخص تھے جن کے عمل پیغمبروں جیسے تھے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! پھر کیوں ان پر عذاب ہوا۔ فرمایا کہ وہ اوروں پر اللہ کے واسطے ان کے منکرات پر غصہ نہ کرتے تھے، اور نہ ان سے باز پرس کرتے تھے۔

ابو عبیدہ بن جراح کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ شہیدوں میں سے افضل کون ہے؟ فرمایا وہ جو ظالم بادشاہ سے اجتناب کرے اور بادشاہ

خفا ہو کر اسے مروا دے۔ اگر نہ مارا جائے تو پھر اس پر قلم نہ چلے گا۔ اگرچہ وہ بہت سی عمر پاوے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالےٰ نے یوشع بن نون کے پاس وحی بھیجی۔ کہ میں تیری قوم میں سے ایک لاکھ آدمی ہلاک کر دوں گا۔ چالیس ہزار تو نیکوں میں سے، ساٹھ ہزار بُروں میں سے۔ عرض کی، خداوندا! تو نیکوں کو کیوں ہلاک کرتا ہے۔ فرمایا، اس لیے کہ انہوں نے ان سے دشمنی نہیں کی اور ان کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے اور لین دین سے پرہیز نہیں کیا۔

در بیانِ خوف

بلبلان سلوکیہ و قمریانِ شرعیہ کے لیے چند نکتے خوف کے بارہ میں تحریر کرتا ہوں۔ کیونکہ جو خوف ہے، یہ احکام میں سے ایک عالی شان امام ہے۔ جب تک خوف کو دستاویز نہ کر سکیں گے، تو اور احکام ضروری شکست کھائیں گے۔ اور جب تم نے خوف کی بنیاد کو قائم کر لیا، پھر تمامی احکام اس کی بنیاد کے ساتھ قوی تر پیوست ہو جائیں گے۔ خداوند کریم ہر ایک درویش اور فقیر خدا پرست کو خوف کے مقام میں داخل کرے۔ اس واسطے کہ تخم ریزی عرفان و حدت کی بغیر خوف کے رائیگاں ہو جاتی ہے۔ اسی لیے خوف کے بارے میں تحریر کرنے کی چنداں ضرورت پڑی ہے۔

خوف حاصل کرنے کا طریقہ

جاننا چاہیئے کہ دین کے مقاموں میں سے اول مقام یقین اور معرفت ہے۔ پھر معرفت سے خوف پیدا ہوا کرتا ہے۔ پھر خوف سے زہد، صبر، توبہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ اور زہد سے صدق، اخلاص اور ذکر و فکر کی مواظبت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر ان سے انس و محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ انتہا درجہ مقامات کا ہے۔ اور رضا تفویض

شوق، یہ سب کے سب محبت کے لوازم ہیں۔ پس کیمیائے سعادت خوف ہے، جو یقین اور معرفت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور جو اس کے بعد ہے، وہ بے یقین درست نہیں۔ اور وہ تین طریقہ سے میسر ہو سکتا ہے۔

ایک تو معرفت سے۔ کیونکہ جب اس نے اپنے آپ اور حق تعالےٰ کو پہچانا تو ضرور ہے کہ اسے خوف پیدا ہو۔ اس لئے کہ جو شیر کے پنجہ میں آیا، اور شیر کو جانتا بھی ہے، تو اُسے اور کسی تدبیر و حیلہ کی ضرورت نہیں کہ جس سے اُسے خوف پیدا ہو۔ بلکہ وہ عین خوف ہی میں ہے۔ اسی طرح جس نے خدائے تعالےٰ کو کمال اور جلال و قدرت اور خلق کی بے نیازی کے ساتھ پہچانا، اور اپنے آپ کو عجز و بے چارگی کے ساتھ پہچانے کہ جو کچھ قیامت تک ہونا تھا، اس کا تو وہ حکم کر چکا۔ بعضے کو تو سعادت کے ساتھ بے وسیلے، اور بعضوں کو شقاوت کے ساتھ، بغیر گناہ کئے۔ بلکہ اس نے جو چاہا کیا کہ اس کے لئے بیں کچھ اُلٹ پلٹ نہیں ہے۔ تو جب آدمی یہ خیال کرے گا تو ضرور خوف اس کے دل میں دامنگیر ہوگا۔ اسی لئے تو حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت موسیٰؑ و حضرت آدم علیہما السلام دونوں میں حجّت ہونے لگی، کہ حق تعالےٰ نے آپ کو رہنے کے لئے بہشت عطا فرمائی اور ایسی ایسی کرامتیں عطا کیں۔ پھر آپ نے اس کی نافرمانی کیوں کی کہ آپ نے اپنے آپ کو بھی اور ہمیں بھی بلا میں پھنسا دیا۔ حضرت آدمؑ بولے کہ آیا یہ گناہ مجھ پر ازل میں لکھا ہوا تھا یا نہیں؟ حضرت موسیٰؑ کہنے لگے، کہ ہاں! لکھا ہوا تھا۔ حضرت آدم بولے تو پھر میں اس کے حکم کے خلاف کس طرح کرتا۔ کہا نہیں، فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی۔ پس حضرت آدم نے حضرت موسیٰ کا اعتراض اٹھا دیا۔ اور وہ ساکت ہو گیا۔

معرفت کی راہیں کہ جن سے خوف پیدا ہوتا ہے، بہت سی ہیں، جو جتنا زیادہ عارف ہے خائف بھی زیادہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل دونوں روتے تھے۔ ان پر فرمانِ الٰہی آتا تھا کہ تم روتے کیوں ہو؟ میں نے تو تم کو نڈر کر

دیا ہے۔ عرض کی کہ اے خداوند! ہم تیرے مکر سے نڈر نہیں ہیں۔ فرمایا۔ اسی طرح رہا کرو۔ اور ان کا یہ کہنا کمال معرفت سے تھا۔ کہ مبادا یہ کہنا کہ مطمئن رہو، کیا عجب ہے کہ وہ آزمائش کے لئے ہو۔ اور اس کے ضمن میں کوئی اسرار ہو کہ ہم اس کے دریافت سے عاجز ہوں۔

بدر کی لڑائی میں ابتداءً مسلمانوں کا لشکر ضعیف ہو گیا، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرے اور عرض کی کہ اے خداوند، اگر یہ مسلمان ہلاک ہو گئے، تو قسم ہے خدا کی، کہ روئے زمین پر کوئی ایسا نہ رہے گا کہ جو تیری پرستش کرے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بولے کہ آپ قسم کیوں دیتے ہیں۔ آپ کو تو خدا نے فتح کا وعدہ دے دیا ہے۔ اور ضرور ہے کہ حق تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے۔

اُس وقت حضرت صدیق رضؓ کا مقام اعتماد وعدہ اور اس کے کرم پر تھا۔ اور آنحضرت کا مقام مکر سے محل خوف پر تھا۔ اور یہ زیادہ کامل تھا کہ آپ نے جان لیا تھا کہ اسرار کارخانہ قدرت اور اس کی تدابیر مملکت کی ترتیب و آراستگی اور سررشتہ تقدیر سے ہر کوئی واقف نہیں ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ جب معرفت سے عاجز ہو جائے تو اہل خوف کی صحبت اختیار کرے کہ ان کا خوف اس میں سرایت کرے اور غفلت والوں سے الگ رہے کہ اس وجہ سے بھی خوف پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ تقلید ہی کے ساتھ ہو، جیسا کہ چھوٹے بچّہ کو سانپ کی وجہ سے خوف کھانا، کیونکہ اس نے اپنے باپ کو ڈرتے دیکھا تھا، تو اس کا یہ ڈرنا محض تقلیدی ہے کہ وہ سانپ کی صفت کو نہیں جانتا۔

یہ تقلیدی خوف جاننے والے کے خوف سے بہت ہی ضعیف ہے۔ کیونکہ اگر یہ بچّہ کبھی بار سپیرے کو سانپ پر ہاتھ ڈالتے دیکھے، جیسا کہ اپنے باپ کی تقلید سے ڈرتا تھا، تو پھر وہ اس کی تقلید سے بالکل نڈر ہو جائے گا۔ اور اس پر ہاتھ ڈالے گا۔ اور جو سانپ کا ڈسا جانتا ہے، وہ اس تقلید سے بے خوف ہے۔ سو مقلّد کو چاہیئے کہ اہل امن اور اہل غفلت

سے بچتا رہے، خاص کر اس کی صحبت سے کہ جو اہل علم کی صورت پر ہو۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی اہل خوف کو نہ پائے کہ ان کی صحبت اختیار کرے، کیونکہ اس زمانے میں یہ لوگ بہت کم ہیں، تو ان کے احوال سنا کرے۔ اور ان کی کتابیں پڑھا کرے۔ اس لئے کہ ہم بعض اولیاء کا حال بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ذرا بھی عقل رکھتا ہوگا تو وہ جان لے گا کہ یہ لوگ سب سے زیادہ عاقل اور عارف اور متقی تھے۔ سو جب یہ لوگ ڈرنے والے تھے تو اوروں کو بدرجہ اولیٰ ڈرنا چاہیے۔

انبیاءؑ اور ملائکہ کی حکایتیں

روایت ہے کہ جب ابلیس ملعون ہوا تو حضرت جبرائیل و میکائیل علیہم السلام دونوں گریہ زاری کیا کرتے۔ جناب باری کا ارشاد ہوا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب ہے۔ عرض کی کہ اے خداوند! ہم تیرے مکر سے بے خوف و مطمئن نہیں ہیں۔ فرمایا، ایسا ہی چاہیے۔ تم مجھ سے بے خوف نہ رہو۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا تو سارے فرشتے رونے لگے۔ اور جب آدمیوں کو پیدا کیا، تو وہ چپکے ہو گئے۔ کیونکہ وہ جان گئے کہ یہ دوزخ ہمارے لئے نہیں پیدا کی گئی ہے۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب جبرائیل میرے پاس آئے خدائے تعالیٰ کے خوف سے لرزتے اور کانپتے ہی نظر آئے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ میں نے کبھی حضرت میکائیل کو ہنستے نہیں دیکھا۔ وہ بولے، جب سے آگ پیدا کی گئی ہے، وہ نہیں ہنسے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب نماز میں ہوتے تو لوگ آپ کے دل کا جوش کوس بھر سے سنتے۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت داؤد سجدے میں سر رکھے ہوئے چالیس دن تک اشکبار رہے کہ ان کے آنسوؤں کی تری سے سبزہ اُگ آیا۔ ندا آئی کہ اے داؤد! رونے کا سبب کیا ہے؟ اگر تو بھوکا ہے تو روٹی بھیجوں۔ پیاسا ہے تو پانی بھیجوں۔ ننگا ہے تو کپڑا بھیجوں۔ آپ اس وقت یہ ندا سن کر اشکبار ہوئے کہ اُن کے سانس کی بھاپ سے لکڑیوں میں آگ لگ گئی، تو خدائے تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ تو حضرت داؤد نے عرض کی کہ اے خدایا! میرے گناہ میرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نقش کر دے کہ بھول نہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا، اور ہاتھ پر نقش کر دیا۔ پھر تو حضرت داؤد کا یہ حال ہو گیا کہ جس کام پر ہاتھ ڈالتے اور وہ نقش دیکھتے ہی بے اختیار روتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ ہوتا اور وہ کچھ خالی ہوتا تو ان کے آنسوؤں سے بھر جاتا۔

روایت ہے کہ حضرت داؤد اشکبار ہوئے کہ دم نہ رہا۔ عرض کی کہ اے خدایا! تو میرے رونے پر رحم نہیں کرتا۔ وحی آئی کہ اے داؤد! تم جو رونے کا ذکر کرتے ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے گناہ کو بھلا دیا۔ عرض کی کہ اے بارِ خدا! میں بھلا گناہ کیونکر بھولوں گا۔ کہ گناہ سے پہلے جب میں زبور پڑھتا تھا تو بہتا پانی نہر میں رک جاتا تھا۔ اور چلتی ہوا ٹھہر جاتی تھی، اور پرند جانور میرے سر پر جمع ہو جاتے۔ وحشی جانور میرے محراب میں چلے آتے تھے۔ اب ان میں سے ایک بات بھی نہیں۔ خداوندا! یہ وحشت کیوں ہے؟ ارشاد ہوا کہ اے داؤد! وہ تمہاری طاعت کا انس تھا اور یہ گناہ کی وحشت ہے۔ اے داؤد! آدم میرا بندہ تھا، کہ اُسے میں نے اپنے دستِ لطف سے بنایا تھا۔ اپنی روح سے اس میں روح پھونکی تھی اور ملائک کے لیے سجدہ کا حکم فرمایا تھا۔ اور خلعتِ کرامت اُسے میں نے پہنائی تھی اور وقار کا تاج اس کے سر پر رکھا تھا۔ جب اس نے تنہائی کا گلہ کیا، تو میں نے اس کے لیے حوا پیدا کی اور دونوں کو بہشت میں اتارا۔ ایک ہی گناہ اس نے کیا تھا کہ اُسے ننگا اور ذلیل کر کے درگاہ سے نکال دیا تھا۔ اے داؤد! سن اور حق جان کہ تو ہماری طاعت کرتا

تھا۔ ہم تیری طاعت کرتے تھے ۔ جو تو نے مانگا، ہم نے دیا۔ اور جب تو نے گناہ کیا، تو ہم نے تجھے مہلت دی۔ اس پر بھی اگر تو توبہ کر کے ہماری طرف پھرے گا تو ہم قبول کر لیں گے۔

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت داؤد چاہتے تھے کہ میں اپنے گناہوں پر نوحہ کروں تو آپ سات سات روز تک کچھ نہ کھاتے تھے اور نہ عورتوں کے پاس جاتے۔ پھر آپ صحرا میں آتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ پکار دو کہ جو کوئی حضرت داؤد کا نوحہ سننا چاہتا ہے، آجائے، تو آدمی شہروں سے اور مرغ اپنے آشیانوں سے اور وحشی جانور اور درندے جنگلوں اور پہاڑوں سے آپ کی طرف رُخ کرتے۔ آپ اول خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتے اور خلق شور و فغاں کرتی۔ پھر آپ جنت و دوزخ کی صفت بیان کرتے، پھر اپنے گناہ پر نوحہ کرتے اور یہاں تک گریہ وزاری کرتے کہ مارے خوف کے بہت سی خلقت روتی روتی مر جاتی۔ اس وقت حضرت سلیمان اپنے باپ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہتے کہ اے میرے باپ! اب بس کیجئے کہ لوگ خوف کے سبب بہت سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ پھر آپ ندا کرتے کہ ان کے جنازے لاؤ۔ پھر ان کے وارث آپ کے پاس آتے اور جنازہ لے جاتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ چالیس ہزار خلقت آپ کے گرد جمع تھی۔ ان میں سے روتے روتے مارے خوف کے بیس ہزار آدمی مر گئے۔ آپ کی دو کنیزیں تھیں۔ ان کا صرف یہی کام تھا کہ خوف کے وقت آپ کو پکڑ لیتیں اور دھیان رکھتی تھیں کہ کہیں ان کے ہاتھ کانپ کر الگ نہ ہو جاویں۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بچپن ہی سے بیت المقدس میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اور جب لڑکے انہیں کھیلنے ہی کے لئے بلاتے تو کہتے کہ مجھے کھیل کے لئے خدا تعالےٰ نے پیدا نہیں کیا۔ جب پندرہ برس کے ہوئے تو آپ خلق سے جُدا ہو کر جنگل کو چل دیئے۔ ایک دن ان کے باپ پیچھے پیچھے ہو لئے۔ دیکھا کہ پانی میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اور پیاس کے مارے

پھیپھڑے بندھے ہوئے ہیں اور نہایت بے چین ہیں، مگر جنابِ الٰہی سے التجا کرتے ہیں کہ خداوندا! تیری عزت و جلال کی قسم ہے کہ کبھی پانی نہ پیوں گا، جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو، کہ میری جگہ تیرے نزدیک کیا ہے۔ اور روتے روتے ان کے رخساروں سے گوشت گل گیا تھا اور دانت باہر نکل آئے تھے۔ آپ لوگوں پر ظاہر نہ ہونے کے لئے نمدے کا ٹکڑا لگا لیا کرتے تھے۔

اسی طرح کی اور بھی حکایتیں انبیاء علیہم السلام کے حالات میں وارد ہیں۔

صحابہ کرام اور اگلے لوگوں کی حکایتیں

جاننا چاہیئے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا باوجود اس بزرگی کے یہ حال تھا کہ جب کسی پرند کو دیکھتے تو کہتے کاش کہ میں تجھ جیسا ہی ہوتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، کاش کہ میں درخت ہی ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں، کاش کہ میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کبھی یہ حال ہوتا کہ ایک آیت قرآن مجید کی سنتے اور گر پڑتے۔ اور بے ہوش ہو جاتے۔ اور کتنے دن تک لوگ ان کی عیادت کو جاتے، مگر روتے روتے آپ کے چہرہ پر دو گاڑھے پڑ گئے تھے۔ اور کہا کرتے تھے، کاش کہ عمر اپنی ماں ہی سے پیدا نہ ہوتا۔ ایک دن جو آپ ایک دروازے سے گذرے تو ایک شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ اور اس آیت تک پہنچا تھا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ۔ تو آپ اونٹ پر سے گر پڑے۔ اور دیوار سے جا کر ٹکر کھائی۔ اور بہت کمزور ہو گئے۔ لوگ انہیں گھر اٹھا لے گئے اور ایک مہینے تک بیمار رہے۔ کسی نے اُن کی بیماری کا سبب نہ جانا۔

علی بن حسین جب منہ دھوتے تو اُن کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ لوگ سبب پوچھتے، تو

کہتے کیا تم نہیں جانتے کہ مجھے کس کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا۔

مسور رضی اللہ عنہ بن مخزمہ قرآن مجید سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ ایک دن ایک مسافر کو تو یہ معلوم نہ تھا۔ ان کے سامنے اس نے یہ آیت پڑھی:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ٥

اس کا پڑھنا تھا کہ انہوں نے کہا، میں تو گنہگاروں سے ہوں، نہ متقیوں میں سے۔ تو اسے ایک دفعہ پھر پڑھ۔ اس نے پھر پڑھا۔ بس ایک چیخ مارنے ہی جاں بحق ہو گئے۔

مختلف اولیاء کرام کے حالات

اے طالب خدا! جاننا چاہیئے کہ اولیاء کرام کے حالات مختلف ہوتے ہیں کہ یہ قافلہ گاہ انسانی میں لباسِ انسانی میں انسانوں کے ساتھ عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ گاہے یہ ملکی صفات میں نوری فرشتوں میں سے بھی بڑھ جاتے ہیں، اور گاہے گاہے اس قافلہ پاک کے وجود مبارک میں خدائی صفات سمائی جاتی ہیں۔ اور اس قافلہ کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ ماسوائے خدا کے اور کسی کی طرف رغبت و التفات بالکل نہیں کرتے۔ اور خداوند کریم سے بھی اس کی رضا طلب کرتے ہیں اور اپنے آپ کو نابود کر دیتے ہیں۔ اسی واسطے صاحب علومیہ نے لکھا ہے کہ فقیر کے لفظ میں چار حرف ہیں۔ اور چار حرفوں سے یہ مراد ہے:

۱۔ ف، سے مراد فنافی اللہ۔

۲۔ ق، سے مراد دوام قناعت

۳۔ ی، سے مراد ہمیشہ یادالٰہی

۴۔ ر، سے مراد ریاضت شاقہ موافق سنّت نبویہ کے۔

اگر یہ اوصاف نہ پائیں جائیں تو وہ کمال نہیں۔ بلکہ وہ اپنی خام منزل میں سرگرداں رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کے درجے بھی مختلف ہوتے ہیں۔

حضرت بشر حافی کہتے ہیں کہ ان کے تین درجے ہیں۔

۱۔ ایک وہ لوگ ہیں، جو کسی سے نہیں مانگتے۔ اور جو کوئی دیتا ہے تو لیتے بھی نہیں۔ سو یہ لوگ روحانیوں کے ساتھ علّیین میں ہوں گے۔

۲۔ دوسرے وہ لوگ ہیں کہ وہ خود سوال نہیں کرتے، مگر کوئی دیتا ہے تو رد نہیں کرتے، لے لیتے ہیں۔ یہ لوگ مقربوں کے ساتھ فردوس میں ہوں گے۔

۳۔ تیسرے وہ لوگ ہیں، جو بے ضرورت کسی سے نہیں مانگتے۔ یہ لوگ اصحاب یمین میں سے ہوں گے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم نے حضرت شفیق سے پوچھا کہ تم نے اپنے شہر کے فقیروں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ کہا، اچھے حال میں۔ اگر پاتے ہیں، شکر کرتے ہیں۔ اور جو نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی بلخ کے کتوں کو اسی حال میں چھوڑا ہے۔ شفیق بولے تو پھر آپ کے نزدیک درویش کیسے ہوں۔ فرمایا۔ نہ پانے پر شکر کریں۔ اور جو پاویں تو اسے ایثار کر دیں۔ شفیق نے یہ بات سن کر آپ کے سر پر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ فی الحقیقت یوں ہی ہے، جس طرح کہ آپ نے فرمایا۔

ابوالحسن نوری رح کو کسی نے ہاتھ پھیلائے دیکھا۔ اُسے بڑا تعجب ہوا۔ اور یہ حال حضرت جنید رح سے جا کر کہا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ گمان نہ کرنا کہ اس نے خلقت سے طلب کرنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہے، بلکہ اس لئے کہ تو اس کے واسطے بارگاہ حق سے نیکی اور ثواب کا مستدعی ہو، تاکہ اس کے لئے بہتری ہو۔ یہ کہہ کر اپنے ترازو منگائے اور صد درہم تول کر رکھے۔ اور پھر ایک مٹھی بھر چاندی بے وزن کیئے اس پر ڈال دی، اور کہا، یہ نوری کے پاس لے جا۔ ناقل کہتا ہے کہ مجھے یہ تعجب ہوا کہ وزن تو شمار کے لئے ہوا کرتا ہے۔

انہوں نے وزن کرنے کے بعد پھر بے وزن کیوں ملا دیا۔

خیر میں پھر ابوالحسن نوری کے پاس لے گیا۔ انہوں نے بھی ترازو مانگے اور صد درم تول کر کہا کہ اس کو دے دینا، اور جو باقی بچا اسے خود لے لیا۔ اور کہا کہ جنید بڑا حکیم آدمی ہے کہ دونوں طرف سے رسی تھامتا ہے۔

ناقل کہتا ہے کہ مجھے اور بھی تعجب ہوا۔ اور وہ صد درہم لے کر جنیدؒ کے پاس آیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔ جو کچھ اس کا تھا، اس نے لے لیا، اور جو کچھ ہمارا تھا، وہ اس نے ہمیں واپس کر دیا۔

میں نے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ تھا۔ مجھے بھی آگاہ فرمائیے، کہا کہ وہ صد درہم تو میں نے آخرت کے ثواب کے لئے دیئے تھے اور جو بے تول اوپر ڈالے تھے، وہ خاص اللہ ہی کے تھے، جو خدا کے لئے تھے وہ اس نے لے لئے، اور قبول کر لئے۔ اور جو میں نے اپنے لئے دیئے تھے، وہ واپس کر دیئے۔

اے عزیز! اس وقت کے درویش اس قسم کے تھے کہ اُن کے دل ایسے صاف تھے کہ بغیر کہے ایک دوسرے کے اندیشے سے خبر رکھتے تھے۔ اب جو اس صفت پر نہ ہو تو اُسے اس سے کم تو نہ ہونا چاہیئے کہ اس صفت کے حصول کی آرزو میں رہے۔ اور جو اتنا بھی نہ ہو تو خیر اس پر یقین ہی رکھے۔

اہلِ کمال کی پہچان

در بیان آنکہ شناخت سے معلوم کرنا کہ کمال کی صفتیں و کمالیت کس طرح سے پہچانی جاتی ہے۔ اور جو طائفہ رند و خامکار مشائخی و شیخی کا دعویٰ کرنے والے کس طرح سے پہچانے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان ہر دو قافلوں کا پہچاننا اور فرق کرنا، اس زمانہ میں محال و دشوار ہے۔

اس واسطے کہ جو مشائخ کمال ہیں، تو ان کے مطلب و دام اپنے مالک کے ساتھ ہوتے ہیں کہ بنیاد شریعت کے قائم کرنے سے سُنّتِ نبویّہ کے زندہ کرنے میں غرقاب ہوجاتے ہیں۔ اس واسطے کہ ظاہراً تن پرستی و آراستگی کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور کشف و کرامات کے ساتھ اُن کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، کہ صرف محبت کے شعلہ کو روشن کرکے مثل پتنگ کے انوار ربوبیت و تجلیات وحدیت میں جل کر خاکستر ہوجاتے ہیں۔ پھر ان کو ماسوی اللہ سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔ برخلاف طائفہ خامکار رنداں کہ وہ اپنے آپ کو تن پرستی و جسم آراستگی کا حقہ بجا لاتے ہیں۔ مگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو حدود و بنیاد شریعت کے قاطع ہو کر نائب رسولوں کے راہزن ہو کر دعوئے شیخی و مشائخی کا قائم کرکے مشائخ منتہی بن بیٹھتے ہیں، لیکن بذریعہ استدراج کشف و کرامات و غیب گوئی کے مستحق نیکی بدی کے ہوجاتے ہیں۔ تو اس طائفہ شقیہ و بدبخت کے ذہن نشین میں بھی بات ہوتی ہے کہ اولیائی یہی ہے۔ مگر جو گمان ان بدبختوں کا ہے، وہ بالکل بعید ہے۔ لہذا ان کے پہچاننے کے لیے چند شرائط اس جگہ پر تحریر کرنے کی ضرورت پڑی ہے۔ کیونکہ اہل پندار سے صوفیوں میں یہ فرق ہے کہ جس قدر غرور اس فرقہ میں ہے، ایسا کبھی کسی فرقہ میں نہ ہوگا۔ کیونکہ راہ جس قدر باریک ہے، اُسی قدر زیادہ عزیز اور مقصود ہے۔ اُتنے ہی شبہے اور دھوکے میں زیادہ پڑتے ہیں۔

تصوّف کی ابتداء یہ ہے کہ پہلے اس نے درجے حاصل کرلئے ہوں۔

ایک تو اس کا نفس مقہور و مغلوب ہوگیا ہو۔ اس میں کوئی غصہ اور خواہش نہ رہا ہو۔ کہ نفس اس میں بغیر حکم شرع کچھ تصرّف نہ کرسکے۔ مثلاً جو قلعہ فتح ہوجاتا ہے، تو فتح کرنے والے اس قلعہ والوں کو مار نہیں ڈالتے۔ مگر اہل قلعہ اس کے مطیع ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح اس کے سینے کا قلعہ حاکم شرع کے ہاتھ فتح کیا ہوگا۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ جہاں اور وہ جہاں اُس کے سامنے سے اٹھ گئے ہوں۔ یعنی

حس وخیال سے گذر گیا ہو۔ کیونکہ حس وخیال میں تو چوپائے بھی شریک ہیں۔ اور وہ سب آنکھ پیٹ اور فرج کا حصّہ ہے اور بہشت بھی حس وخیال سے باہر نہیں ہے۔ اور جو چیز جہت پذیر ہو اور خیال کو اس میں دخل ہو، وہ اس کے نزدیک ایسی ہو گئی ہو جیسی گھاس کہ جس نے لوزینا اور بھنا ہوا مرغ پایا ہو۔ کیونکہ وہ جان چکا ہے کہ جو چیز خیال میں آئے وہ ایک خسیس اور بے حقیقت شے ہے۔ اور وہ نصیب احمقان ہے کہ اکثر اہل الجنۃ بلہٗ یعنی اکثر اہل جنّت بھولے بھالے ہیں۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسے حق تعالےٰ اور اس کے جلال وجمال نے بالکل گھیر لیا ہو۔ اور اس کی یہ حالت ہو کہ بہشت مکان حس وخیال سے اسے کچھ سروکار ہی نہ ہو۔ بلکہ ایسا علاقہ ہو کہ جیسا آنکھ کو آواز سے، یا کان کو رنگوں سے۔ یعنی بے خبری ضرور ہو۔ جب اس مقام پر پہنچا تو گویا کہ اب تصوّف کے کوچے کے سرے پر آیا۔ سوائے اس کے کہ اسے حق تعالےٰ کے ساتھ بہت سے احوال ومقامات ہیں کہ ان کا بیان میں آنا دشوار ہے۔ یہاں تک کہ ایک گروہ نے تو اس حالت کو یگانگت واتحاد سے تعبیر کیا ہے۔ اور کسی نے حلول کے ساتھ۔ اور جس کا علم میں قدم راسخ نہ ہو اسے اگر یہ حالت پیدا ہو جائے تو وہ کما حقہٗ بیان نہیں کر سکتا۔ وہ جو کچھ کہے صریح کفر معلوم ہوتا ہے، مگر فی نفسہٖ حق ہوتا ہے۔ اور اسے اس کی تعبیر وبیان کی قدرت نہ ہو۔

راہ تصوّف کا یہ ایک نمونہ ہے۔ اب ان لوگوں کا غرور وپندار دیکھو کہ ان میں سے ایک کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے سجادگی اور گدڑی اور نقلی باتوں کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں کہ سی کو لئے ہوئے ہیں۔ اور انہیں جیسا جامہ صورت وسیرت ظاہری بنا کر ان کی مثل سجادہ پر بیٹھے ہوئے سر جھکاتے ہیں۔ اور عجب نہیں کہ کوئی وسوسہ اور خیال انہیں آتا ہو جو کہ سر ہلاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ تصوّف یہی ہے۔

ان لوگوں کی وہ مثل ہے، جیسے بڑھیا عاجز عورت کی کلاہ سر پر رکھ کر قبا پہن کر

ہتھیار لگا کر صف جنگ کے بہادروں جیسی لڑائی اور رجز خوانی کا انداز سیکھ اور ان کی سب حرکات وسکنات سیکھ کر بادشاہ کے آگے جائے تاکہ دفتر ملازمین میں نام لکھا جائے اور بادشاہ ایسا ہو کہ اس کی ظاہری صورت وجامہ پر تو وہ جائے نہیں، بلکہ اس سے دلیل طلب کرے، یا اسے ننگا کر کے دیکھے۔ یا کسی کے لڑنے کے لئے حکم فرمائے۔ اگر وہ ضعیف بڑھیا عورت میں نکلے تو بادشاہ حکم کر دے کہ اسے ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈال کر کچلا کر دو۔ تاکہ پھر کوئی ہماری بارگاہ میں اس قسم کی گستاخی اور دلیری نہ کر سکے۔

ان میں سے بعضے ایسے بھی ہیں کہ ان جیسا ظاہری ڈھنگ بنانے سے بھی قاصر ہیں کہ پھٹی پرانی گدڑی پہنیں۔ بلکہ مہین مہین لنگیاں اور بیش قیمت جیسے سرمئی رنگ کے تلاش کر کے پہنیں اور سمجھیں کہ کپڑے رنگ لئے، تصوف کا کام پورا کر لیا۔ اتنا ہی جانتے ہیں، کہ وہ لوگ کوئی کپڑا اس لئے رنگ لیتے ہیں کہ ہر وقت دھونے کی حاجت نہ پڑے۔ اور نیلا اس واسطے رنگتے تھے کہ وہ دین کی مصیبت میں تھے کہ وہ رنگ ان کی مصیبت کے لائق تھا۔ اور یہ بدنصیب نہ تو ایسا استغراق کہ کپڑا نہ دھوئے اور نہ ایسا مصیبت زدہ کہ ماتمی کپڑے پہنے، اور نہ ایسا عاجز کہ جہاں سے کپڑا پھٹ جائے دہیں پیوند تھوپے کہ خود مرقع ہو جائے۔ بلکہ نیا کپڑا قطع کر کے مرقع بنائے، اور ان لوگوں کی ظاہری صورت سے بھی موافقت نہ رکھے۔

سب سے پہلے گودڑی پوش امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ کہ آپ کے پیراہن مبارک میں چودہ پیوند تھے۔ ان میں سے بھی بعضے چمڑے کے تھے۔

اس قوم میں سے ایک گروہ کے ایسے بھی لوگ ہوں گے کہ جیسے چھوٹا اور پھٹا پرانا کپڑا پہننے کا تحمل نہ رکھے، ویسے ہی فرائض ادا کرنے اور گناہوں کے چھوڑنے کی بھی طاقت نہ رکھیں۔ اور یہ بھی سامان نہ رکھیں کہ اپنی عاجزی کا اقرار نہ کریں۔ کیونکہ وہ شیطان اور شہوت کے قیدی بنے ہوئے ہیں۔

ان سے جب کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ میاں دل سے کام ہے۔ ظاہر صورت پر نظر نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا دل ہو تو ہمیشہ نماز اور خدا ہی کے ساتھ ہے۔ ہمیں ان کے ظاہری اعمال کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مجاہدے تو ان لوگوں کے لئے فرائے ہیں کہ جو نفس کے قیدی ہیں۔ ہمارا نفس تو خود مُردہ ہے۔ اور ہمارا دین دو قلہ ہے کہ ایسی ویسی چیزوں سے تباہ نہیں ہوتا۔ اور جب عابدوں کو عبادت کرتے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ بے مزدوری کے مزدور ہیں۔ اور جب علماء کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ حدیث شریف ہی کے بند میں گرفتار ہیں۔ راہ حقیقت نہیں جانتے۔ ایسے لوگ گردن مارنے کے قابل ہیں اور کافر ہیں۔ ان کا خون باجماع سنت مباح ہے۔

ایک گروہ اور ہے، جو صوفیوں کی خدمت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کی خدمت کی حقیقت دراصل یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو اس قوم کا فدائی بنائے، اور مال بھی خرچ کرے۔ اور ہمہ تن ان کے عشق میں اپنے آپ کو بھلاوے میں ڈالے۔ اور جب کوئی ان میں سے مشغلہ کرے، کہ مال ان کے سبب سے حاصل ہو، اور انہیں اپنا تابع کرے، تاکہ نام اس کا خادمی میں مشہور ہو۔ اور لوگ اس کی عزت کریں۔ اور وہ ہر جگہ سے حلال و حرام کا مال لے اور انہیں لا کر دے کہ سرد بازاری نہ ہونے پائے۔ اور لوگوں پر فریب اور دھوکا کھانا نہ کھلے۔

ایک اور گروہ کے لوگ ہیں، جو باہمہ جہت ریاضت کے طریق کرتے ہیں۔ اور اپنی شہوات پر غالب آتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو سب طرح سے حق تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں اور یادِ الٰہی کے لئے گوشے میں بیٹھتے ہیں۔ اور اُن پر کشف احوال ہونا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جس بات کو چاہیں، خبر پائیں۔ اور جو کچھ تصور کریں اس سے تنبیہ و آگاہی پائیں۔ اور ممکن ہے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو اچھی اچھی شکلوں اور صورتوں میں دیکھیں۔ اور عجب نہیں کہ اپنی مثالی صورت آسمان پر دیکھیں۔ اور یہ حقیقت اگرچہ درست ہو اور اس خواب کے مثل ہو کہ جو صحیح و درست ہو، مگر وہ خواب سوتوں کے خیال میں آتی ہے۔ اور یہ حال جاگتوں کے خیال میں۔ وہ اس مشاہدے سے ایسے دھوکے میں آجاویں کہ کہنے لگیں کہ جو کچھ پایا سالو

آسمانوں اور زمینوں میں ہے، وہ سب ہم پر کئی بار پیش کیا گیا ہے۔ پھر وہ سمجھتا ہے کہ اولیاء کے کاموں کی انتہا یہیں تک ہے۔ حالانکہ اس نے عجائبات الٰہی اور آفرینش سے ایک ذرہ برابر بھی معلوم نہیں کیا ہے۔ اور زعم یہ ہے کہ جو کچھ وجود میں آیا، سب کا سب وہی ہے، جو اس نے دیکھا۔ اور جب یہ بات پیدا ہو تو سمجھے کہ کامل ہو گیا ہے۔ اور اس شادی میں ایسا مشغول ہو کہ طلب سے بھی عاجز ہو جائے۔

اور کیا عجب کہ وہ نفس جو مقہور اور مغلوب ہو گیا ہے، وہ تھوڑا تھوڑا ابھرے اور یہ سمجھے کہ جب مجھے ایسی ایسی چیزیں دکھائی گئی ہیں تو میں نفس سے ایمن ہو کر کمال کو پہنچ گیا، اور یہ ایک بڑا دھوکا ہے۔ اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ اعتماد اسی پر ہے کہ اس کی ذات بدل جائے۔ اور دل کی خوشی اس طرح شریعت کے تابع ہو کر کسی ایک صفت میں بھی تصرف نہ ہو۔

شیخ ابوالقاسم گرگانی کا یہ قول ہے کہ پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، غیب کی خبر دینا، یہ کچھ کرامت نہیں کہ آدمی ہمہ تن حکم ہو جائے۔ یعنی سب طرح جسم جان سے تابع فرمان ہو۔ اس طرح کی حالت اعتماد کے قابل ہے۔ مگر ممکن ہے کہ شیطانی شعبدے ہوں۔ کیونکہ شیطان کو بھی غیب کی خبر ہے۔ اور جو لوگ کاہن ہوتے ہیں، وہ بھی بہت سی غیب کی باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ اور اکثر ان سے عجیب عجیب کام سرزد ہوتے ہیں۔

اعتماد اس پر ہونا چاہیئے کہ خودی اور اس کی خواہش درمیان سے اٹھ جائے۔ اور شرع اس کی جگہ جم جائے۔ پھر اگر تو شیر پر نہ بیٹھ سکے تو کچھ غم نہیں کیونکہ جب تو نے غصے کے کتے کو جو کہ تیرے سینے میں ہے، پامال کر دیا، تو گویا ایک شیر زیر پر سوار ہو گیا۔ اور جو غیب سے خبر نہیں تو غم نہ کھا۔ کیونکہ جب تو نے اپنے نفس کے عیب اور غرور کو معلوم کر لیا، اور اس کی آفت اور تلبیس سے آگاہ ہو گیا، تو پھر یہی بڑا عیب تیرے لئے غیب ہے۔ گویا تو نے غیب سے خبر پائی۔

اگر پانی پر نہیں چل سکتا، اور ہوا پر نہیں اتر سکتا، تو کچھ اندیشے کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ جب حس و خیال سے باہر تیرا مقام ظاہر ہوا، اور اس پر چلا، تو گویا پانی ہی پر چلا، اور ہوا پر اڑا۔ اور تو نے شب بھر میں اگر جنگل طے نہ کیے تو کچھ پرواہ کی بات نہیں۔ کیونکہ جب تو نے دنیا کے جنگلوں سے چھٹکارا پایا اور دنیا کے مشغلے کو پس پشت پھینکا، تو گویا بڑے دشوار گذار جنگلوں کو طے کیا۔ اور اگر کسی بڑے پہاڑ پر قدم نہ رکھ سکے تو کچھ اندیشے کی بات نہیں۔ کیونکہ جب تو نے شبہ کے ایک درم پر پاؤں رکھ دیا، تو وہ عُقبیٰ تو نے طے کیا کہ جس عقبہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا،

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ

اس قوم کے بعض انواع غرور یہ ہیں۔ اور مختصر اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ تمام و کمال بیان کرنے میں کتاب دراز ہوتی ہے۔

کفر و شرک اور بدعت کا بیان

باغبان چمنستان طوطیان شریعت و ماہران حقیقت کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ اس زمانہ میں کفر و شرک اور بدعت نے پھیل کر خیمۂ اسلام کو معدوم کر دیا ہے، اور جو علمائے راسخین و مشائخ کرام خیمۂ اسلام کو زندہ و تر و تازہ سرسبز و شاداب کرنے والے تھے، تو وہ بھی دار الفنا سے کوچ کر کے در گور خفتہ و نہفتہ ہو گئے ہیں کہ شاید خاتمہ نور محمدی کا زمانہ قریب تر آگیا ہے۔ اس واسطے بدعت کی شاخوں نے زور دے دیا ہے۔ اور جو نائب رسول ہیں، وہ متقدمین مشائخ اور علمار راسخین کے مطابق خیمۂ اسلام کو روز بروز تر و تازہ زندہ کرنے کے لئے کم از کم دستیاب ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی علمائے راسخین و مشائخ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ پایا جائے، تو وہ مثل طوطی در قفس گرفتار و

پابند ہے۔ کیونکہ کوئی نائب حامیؑ اہل اسلام نہیں رہا ہے۔ اسی واسطے اہل اسلام یتیمان و دعز یبان و بے کساں کی طرح خستہ حال و پائمال ہیں۔

اس زمانہ کے اکثر علماء جو علمائی کا دعوی کرنے والے ہیں، تو ان کا پیشہ یہ ہے کہ متاع دنیا خسیس کے لئے دنیاداروں کے ساتھ محبت و رغبت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان دنیاداروں کو اپنی روزی جان کر تو ان دنیاداروں کے بداخلاق ناپسندیدہ و بدکرداری کے مطابق حق بیان نہیں کر سکتے۔ اگر کم از کم بیان بھی کریں تو اسی سبب سے مخلوقات کو ذرہ بھر اثر و تاثیر نہیں ہوتی۔

اگر علماء جو نائب رسولی ہیں۔ یعنی علمایان دین متین محمدیہ اگر وہ اس زمانہ میں اصلی حق بیان کرتے، تو دنیاداروں کے ساتھ عداوت ضد کرتے ہوئے حقارت کی نظر سے ان کی طرف دیکھتے۔ اس لئے کہ وہ نائب رسولی اپنی نیابت پر مجبور ہیں۔ تو جب غور سے دیکھا جائے کہ نائبوں کے کردار ایسے ہو چکے تو پھر خیمہ اسلام کو شکستی ہے۔ لہذا اسی واسطے غفلت و نادانی جہالت کے لئے چند شروط تحریر کرتا ہوں، کہ اکثر لوگ غفلت کے سبب وہ اس سعادت سے محجوب ہیں۔

اس میں ذرہ شک نہیں کہ سو آدمیوں میں سے ننانوے آدمی تو ضرور ہی اس طور کے ہیں کہ وہ محجوب ہیں۔ اور غفلت کے یہ معنی ہیں کہ آخرت کے خطروں سے خبردار نہ ہو۔ اگر اسے خبر دی جاتی، تو وہ کبھی تقصیر نہ کرتا۔ کیونکہ آدمی اس طور کا بنایا گیا ہے کہ اگر خطرہ دیکھتا ہے، تو وہ ضرور بچتا ہے، اگرچہ بہت سا رنج اٹھانے کی ضرورت پڑتی۔ مگر اس خطرے کو یا تو نورِ نبوت سے دیکھ سکتا ہے، یا منادی نبوت سے کہ اوروں کو پہنچی، یا علماء کی منادی سے کہ وارثِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ کیونکہ جو شخص از سر راہ سوتا رہ گیا، اس کا سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ کوئی بیدار مشفق پہنچے کہ وہ اُسے جگا دے۔ اور بیدار مشفق پیغمبر علیہ السلام ہیں۔ اور ان کے علماء دیندار اور سب پیغمبروں

کو اسی لئے بھیجا ہے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے؛

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

تاکہ تو ڈرائے اس قوم کو، کہ جو نہیں ڈرائے گئے ان کے باپ سو وہ بے خبر ہیں۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے؛

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

تاکہ تو ڈر سنائے ان لوگوں کو جنہوں کو کوئی ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے نہیں آیا، شاید کہ وہ راہ پر آویں۔

یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو خوابِ غفلت سے جگاؤ۔ اور سب سے کہہ دو،

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ قسم ہے اترتے دن کی، انسان ٹوٹے میں ہے، مگر جو یقین لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔

سب کو دوزخ کے کنارے پر کیا ہے،

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝

سو جس نے شرارت کی۔ اور بہتر سمجھا، دُنیا کا جینا، سو دوزخ ہے، اس کا ٹھکانا اور جو ڈرا رب اپنے کے پاس کھڑے ہونے سے، اور روکا اس نے اپنا جی خواہشوں سے، سو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

سو جو کوئی دنیا کی طرف متوجہ ہوا، اور خواہشوں کے لئے درپے ہوا، وہی دوزخ میں گرا۔ خواہش کی مثل ایسی ہے جیسا کہ بوریا کسی کنوئیں کے منہ پر پڑا ہو، اور کوئی جانے

والا اس پر سے گذرے تو فوراً کنوئیں ہی میں گرے، اور جس نے اپنی خواہش کے خلاف عمل کیا، بہشت میں داخل ہوا۔ شہوت کی مثال بہشت کی راہ میں ایک گھاٹی کی ہے کہ جو اس پر سے گذرا، ضرور ہی بہشت میں پہنچا۔ اسی واسطے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

یعنی جنت تو مکروہات (تکالیف) میں گھیری ہوتی ہے اور دوزخ خواہشوں میں۔

سو جو مخلوقات میں سے جنگل میں رہتے ہیں، جیساکہ عرب ترک کرد اور اور دوسری اور قومیں کہ جن میں علماء نہیں ہیں، اور خواب غفلت میں پڑے رہ گئے ہیں کہ کوئی انہیں جگاتا نہیں۔ اور وہ خود آخرت کی طرف سے بے خبر ہیں۔ اور اسی سبب سے راہ نہیں چل سکتے۔ اور وہ لوگ جو دیہات میں ہیں، وہ بھی ایسے ہی ہیں کہ اُن میں عالم کم ہیں۔ اس لئے دیہاتی لوگ اہل قبر کی مثل ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

اَهْلُ الْكُفُوْرِ اَهْلُ الْقُبُوْرِ (یعنی گاؤں والے قبروں والے ہیں۔)

جو ایسے شہر میں ہے کہ جہاں کوئی عالم یا واعظ ایسا نہیں جو منبر پر بیٹھ کر وعظ کہے۔ یا اس شہر کے عالم دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں، دین کی مصیبتوں میں مشغول نہیں ہیں، تو وہ بھی غفلت میں رہے گا۔ کیونکہ وہاں کے عالم بھی غافل اور سوئے ہوئے ہیں۔ کہ وہ دوسروں کو کیونکر جگا سکیں گے۔

اور جو شہر کا عالم منبر پر بیٹھتا ہے، تو مجلس وعظ سے گرم رکھتا ہے، جیساکہ بے ہودہ ناصحوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ گرم نفرے گھڑ گھڑ مقفیٰ و مسجع بنا کر بولتے ہیں اور واہیات باتیں تراشتے ہیں۔ اور رحمتِ الٰہی کے وعدے سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں اور لوگ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہم جس حال پر ہوں گے، خدا کی رحمت ہمارے شامل حال رہے گی۔ اور ان لوگوں کا حال خلاف قوموں سے بھی بدتر ہے۔ اور ان کی مثل ہیں

شخص کی سی ہے، جو سرِ راہ سوتا ہو اور کوئی اسے جگا کر ایسی شراب پلا دے کہ جس سے وہ مدہوش و بالکل مست ہو کر گر پڑے، اور یہ بدبخت پہلے تو ایسا بھی تھا کہ ذرا سی آواز بھی سنتا تھا تو فوراً جاگ اٹھتا تھا، اب ایسا ہو گیا ہے کہ اگر پچاس لاتیں بھی اس کی کھوپڑی پر ماری جائیں تو اسے خبر نہ ہو۔ اور جو عامی آدمی ان مجلسوں میں بیٹھے، تو وہ بھی ویسا ہی ہو جاوے کہ کوئی خطرہ آخرت کا اس کے دل میں نہ آئے۔ اور اس سے اگر کچھ کہا جائے تو کہے کہ خدا تعالٰے بڑا رحیم و کریم ہے، اسے ہمارے گناہوں سے کیا نقصان۔ اس کی بہشت تو بڑی فراخ ہے۔ ایسی نہیں کہ مجھ سے اور مجھ جیسے لوگوں سے تنگ ہو جائے۔ اور اس کی مثل بے ہودہ باتیں اس کے دماغ میں سما جائیں، جو واعظ و ناصح لوگوں سے اس طرح کی باتیں بگھارے تو وہ دجّال ہے۔ اور خلق کا دین بگاڑتا ہے۔

اس کی مثال اس بے وقوف طبیب کی سی ہے کہ جو بیمار حرارت کے سبب قریب المرگ ہو تو اسے شہد پلائے اور کہے کہ اس میں شفا ہے۔ سو یہ کہنا اس کا اگرچہ ٹھیک ہے مگر شفا تو اسی بیمار کے لئے ہے کہ جس کی بیماری سردی سے ہو۔

کلامِ الٰہی کی آیات اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جو رحمتِ خدا کی امید کے بارے میں ہیں، وہ بے شک شفا ہیں، مگر وہ بیماروں کے لئے ایک تو وہ کہ جس نے اتنے گناہ کئے ہوں تاکہ وہ نا امید ہو گیا ہو اور نا امیدی سے توبہ نہ کرتا ہو اور کہتا ہو کہ میری توبہ قبول نہ ہوگی۔ تو یہ آیت و اخبار اس کے لئے باعثِ شفاء ہیں۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ٥

بشرطیکہ اس آیت کے ساتھ اگلی آیت بھی ملا کر پڑھتا ہے،

وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ٥

اے پیغمبر! تو میری طرف سے کہہ دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر زیادتی کی وہ آس نہ توڑیں اللہ تعالےٰ کی مہر سے بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔ یقیناً وہی گناہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور حکم برداری کرو۔ پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آوے۔ مگر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔

یعنی اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، تم میرے بندوں سے کہہ دو کہ تم ناامید نہ ہو جاؤ۔ اگر تم توبہ کرو گے، اور اس کی طرف رجوع کرو گے اور احکام الٰہی کی اچھی طرح سے اتباع کرو گے تو تمہارے گناہ بخش دے گا۔

دوسرا وہ بیمار ہے کہ جس پر ایسا خوف چھایا ہوا ہو کہ کسی وقت عبادت سے آسودہ نہ ہوتا ہو، اور یہ خوف لگا ہوا ہو کہ یہ محنت شاقہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا۔ یعنی ساری ساری رات نہ سوتا ہو، اور نہ کھاتا پیتا ہو۔ تو یہ آیات رجا۔ اس کے زخم کی مرہم ہیں۔

جب یہ آیات اور احادیث شریف غافلوں، دلیروں اور نڈروں کے سامنے پڑھی جائیں تو ان کے لئے زخم پر نمک چھڑکنا ہے۔ یعنی ان کا مرض اور بڑھ جائے گا، جیسا کہ وہ طبیب جو حرارت کا شہد سے علاج کرتا ہے۔ بیمار کے خون میں اپنے ہاتھ رنگتا ہے۔

ایسے ہی یہ عالم بھی لوگوں کے دین کے در پے ہیں اور دجال کے رفیق اور ابلیس کے یار، کیونکہ جس شہر میں ایسے عالم ہوں وہاں شیطان کے جانے کی کچھ حاجت نہیں۔ وہ وہاں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی پوری نیابت کرتا ہے۔ اور رجو واعظ کا کلام اور اس کا پند نصائح کرنا شرع شریف کے موافق ہے، مگر اس کی خصلت اس کے برخلاف ہے۔ اور دنیا کا لالچی ہے۔ تو اس کے کہنے سے لوگوں کی غفلت دور نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو قورمہ کا طباق اپنے سامنے رکھے

ہوتے نہایت شوق سے مزے لے لے کر کھا رہا ہے، اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے، کہ اے لوگو! اس طباق کے پاس نہ آنا کہ اس کے اندر زہر ملا ہوا ہے۔ اس کا یہ فعل اس بات کا سبب بن جائے گا کہ لوگ اس کے کھانے کے زیادہ حریص ہو جائیں اور کہنے لگیں کہ یہ اپنے کھانے کے لئے کہہ رہا ہے کہ سب کا سب میں ہی کھا لوں۔ اور کوئی دوسرا شخص آ کر مزاحم نہ ہو۔ کیونکہ جس کے قول و فعل دونوں شرع شریف کے موافق ہوں اور عادت اور بات چیت سب اگلے بزرگوں کی سی ہو۔ اور اس کے کلام خلق میں مقبولیت بھی ہو، تو البتہ اس اس کے کہنے سے غافل لوگ غفلت کی نیند سے ہوشیار ہو جائیں گے۔

اور جو اسے مقبولیت حاصل نہیں۔ تو کوئی گروہ اس کی بات مانتا ہے، اور مجلس میں اس کا کلام سننے آتا ہے۔ اور کوئی گروہ نہیں آتا۔ کیونکہ وہ گروہ غفلت میں ہے، تو اس واعظ کو واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے، ان لوگوں کے درپے ہو۔ اور اُن کے گھر جائے اور انہیں خدا کی طرف بلاوے۔

پس ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ ہزار میں نو سو ننانوے لوگ غفلت کے پردے میں ہے۔ اور آخرت کے خطروں سے بے خبر ہے۔

غفلت ایک ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج بیمار کے ہاتھ میں نہیں ہے کیونکہ غافل کو جب اپنی غفلت کی خبر ہی نہیں ہے، تو اس کا علاج کس طرح سے کر سکے گا، تو معلوم ہوا کہ غفلت کا علاج علماء کے ہاتھ میں ہے۔ جیسا کہ بچے کو ماں باپ کے کہنے اور استاد کے کہنے سے غفلت کی نیند سے ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جوان اور بوڑھے واعظوں کے کہنے سے ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ ایسے واعظ بہت کمیاب ہیں، اس لئے غفلت کی بیماری بہت بڑھ گئی۔ اور خلق اس حجاب میں ہے، کہ کوئی انہیں آخرت کی بات نہیں کہتا۔ اور جو کہتے بھی ہیں، تو رسمی طور پر زبانی کہہ دیتے ہیں۔ کہ ان کا دل مصیبت کے درد اور ان خطروں کے خوف سے بالکل بے خوف

رہتا ہے۔ اس لئے ان کے کہنے میں کچھ نفع نہیں ہوتا۔

محاسبہ کا بیان

اے انسان! اگر تو اپنی انسانیت میں بیدار ہے، تو ذرا غور کرنی چاہیے کہ انسان کے درپیش معاملہ محاسبہ کا کیسا مشکل ہے کہ جس کی مثل عنقریب حاکم حقیقی کے درپیش ہونے والی ہے۔ مگر کتابت کرنے والوں نے تیرے ہر ایک قول و فعل، اعلیٰ و ادنیٰ کو درج کیا ہوا ہے۔ جیساکہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ٥

(ان کا اعمال نامہ لکھا ہوا رکھا جائے گا میزان میں، اور بروز محشر ان کے ہاتھوں میں دیا جائے گا، تو جب گنہ گار اپنے اعمال نامہ کو دیکھیں گے درانحالیکہ لکھے ہوئے اعمال نامے کو دیکھ کر ڈرنے والے ہوں گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہو گا۔ تو پھر گھبرا کر کہیں گے کہ اے افسوس ہمارا کیا حال ہو گا۔ کیونکہ اعمال نامے نے ہمارے صغیرہ اور کبیرہ کسی گناہ کو نہیں چھوڑا ہے۔ مگر احاطہ کرنے سے لکھ لیا ہوا ہے۔ تو پھر وہ گنہ گار اپنے ہر ایک نیک و بد کردار کو پالیں گے، جو کہ انہوں نے دنیا میں کیا ہوا تھا۔ اے محمدؐ! تیرا رب بروز محشر کسی کے اوپر ستم نہ کرے گا۔)

اور دوسری جگہ سورہ بنی اسرائیل میں خدا پاک ارشاد فرماتا ہے:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ٥

(یعنی خداوند کریم اپنی قدرت کی زبان سے فرمائے گا قیامت کے دن کہ، اے

اہل محشر! اپنے اعمالنامے کو تم خود ہی پڑھ لو۔ وہی تمہارے لئے کافی ہے، تمہارا نفس خود ہی واسطے حساب کرنے کے۔)

یعنی خداوند کریم حکم فرمائے گا کہ تم اعمالنامے کو دیکھ لو۔ جو کچھ تم نے کیا ہوا ہے، اس دن کے واسطے تو وہ سب ہم نے لکھ کر جمع کیا ہوا ہے۔ پس اس کے مطابق تم خود ہی حساب کر لو، اپنے نفس کا آگے حساب لینے سے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ (اے لوگو! حساب کر لو اپنے نفس کا آگے حساب لینے سے۔

اس آیت کے شان نزول میں حسینی مبارک والے و کشف الاسرار والے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے فرزند کو کہا کہ تو امروز جو کچھ لوگوں کو کہے گا کان سے سنے گا، یا جو کچھ کہ تو کرے گا، مگر تو نے شام کو حساب دینا ہے مجھکو۔ لیکن وہ فرزند اس روز بالکل خاموش رہا۔ ہر ایک سکنات و حرکات سے۔ تو پھر باوجود اس خاموشی کے اپنے والد کو تکلیف اٹھا کر حساب دیا۔ مگر دوبارہ والد نے ویسا ہی حکم دیا کہ اے فرزند! دوسرے روز جو کچھ قول و فعل کرے گا، اس کا حساب مجھے بوقت شام تو نے دینا ہوگا۔ پھر والد بزرگوار کی خدمت میں دست بستہ مؤدبانہ التماس کی کہ اے والد بزرگوار! جو حکم آپ حساب لینے کے لئے فرماتے ہیں، اس کام کو یعنی حساب دینے کو میں پورا نہیں کر سکتا۔ مہربانی فرما کر حساب لینے سے معافی بخشیں۔ کوئی حکم فرماویں کہ جس میں رنج و تکلیف اور مصیبت مجھ کو ہوگی، تو بھی اس کو منظور کر دوں گا۔ کہ پھر والد نے کہا، اے فرزند! میں تم کو اس کام میں پند و نصیحت کرتا ہوں تاکہ تم اس غفلت سے بیدار و ہوشیار ہو جاؤ۔ کیونکہ جب تو ایک روز کا حساب اپنے والد کو نہ دے سکا، اے فرزند! پھر تو اپنی تمام عمر کا حساب اپنے مالک حقیقی کے درپیش حضور کس طرح سے دے سکے گا، کیونکہ موقف حساب قریب تر درپیش ہے؛

نظم

تو نے دانی حساب صبح و شام   پس حساب عمر چوں گوئی تمام
زیں عملہائے نہ بر نہج صواب   نیست جز شرمندگی وقت حساب

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ اَحَدٌ يُّحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا هَلَكَ . (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ،نہیں کوئی کہ جس سے قیامت کے دن حساب طلب ہو مگر ہلاک ہو جائے گا۔)

یہ حدیث شریف مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ،ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روائت سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب سنا تو عرض کیا گیا کہ اللہ تعالی یہ نہیں فرماتا کہ پس اس سے حساب لیا جائے گا آسان حساب۔ پس نبی علیہ السلام نے فرمایا، یہ تو پیش آنا ہے۔ ولیکن حساب میں جس سے مناقشہ کیا گیا و ہلاک ہوا۔

ولیکن حساب میں مناقشہ یہ ہے کہ اس کی خوب جانچ کی جاوے، کہ کچھ نہ چھوٹے نہ تھوڑی نہ بہت اور نہ چھوٹے نہ بڑے کہ اس سے سوال نہ ہو۔ اور پیش کرنا یہ ہے کہ بندے کے سامنے اس کے اعمال پیش کرے۔ اور پورا پورا حساب نہ ہو۔

یہ حدیث شریف دو معنیٰ کی متحمل ہے۔ ایک یہ کہ خود مناقشہ موجب ہلاکت ہے۔ کیونکہ اس میں زجر و توبیخ ہے۔ اور دوسرے یہ کہ انجام کو ہلاکت پر پہنچائے۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ آدمی سے قیامت کے دن ہر شئے کا سوال ہو گا، یہاں تک کہ کان اور آنکھ اور دل سے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے، بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال کیا جائے گا۔ پس آدمی پر واجب ہے کہ خود اپنا حساب کرے، قبل اس کے کہ حساب میں سختی کی جائے۔ کیونکہ وہ آخرت کے راستے کا سوداگر ہے۔ اور اس کا مال اس کی عمر ہے، پس عمر کو طاعات و عبادات میں صرف کرنا اس تجارت کا فائدہ ہے۔ اور راس کا معاصی

اور گناہوں میں صرف کرنا خسارہ ہے۔ اور اس تجارت میں نفس اس کا ساجھی ہے۔ اور اگرچہ وہ نیکی بدی دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن وہ معاصی کو زیادہ قبول کرتا ہے۔ اور شہوات کی طرف زیادہ جھکتا ہے۔ سو اس کی حفاظت اور محاسبہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر دم بھر بھی اس کو چھوڑ دے گا، تو وہ فوراً خیانت کرے گا۔ اور اگر مدت دراز تک چھوڑ رکھا تو خیانت میں بڑھتا رہے گا۔ یہاں تک کہ سارا مال اصلی جاتا رہے گا، اور جس نے مطلق اس کو نہ چھوڑا، بلکہ دیکھتا رہا اور حساب لیتا رہا، تو اس کو نفع و نقصان اور کمی بیشی معلوم ہو جائے گی اور محاسبہ واجب ہونے کی یہ دلیل قول الٰہی ہے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور چاہیئے کہ دیکھ لے ہر شخص کہ کیا بھیجا ہے کل کے واسطے۔) سو اس آیت میں گذرے ہوئے اعمال پر محاسبہ کے لازم ہونے کا اشارہ ہے۔ پس گویا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک تم میں سے خیال کرے کہ قیامت کے دن کے لئے کیا عمل کر رکھا ہے۔ آیا کہ وہ عمل نیک ہے، جس سے نجات ہو، یا وہ اعمالِ بد میں سے ہے، جو کہ ہلاک کر ڈالے۔ کیونکہ بیشک قیامت کے دن حساب اسی شخص پر آسان ہوگا، جو اپنے نفس کا حساب دنیا میں لیتا رہا ہے۔ اور اس پر دشوار ہوگا، کہ جس نے اس کو چھوڑ رکھا ہے، اور حساب نہیں لیتا رہا۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس کا حساب آرام کے وقت سختی حساب سے پہلے لیتا ہے، تو اس کا انجام رضامندی اور شکر کی طرف ہے۔ اور جو چھوڑے رکھتا ہے کہ وہ اس کا حساب نہیں لیتا، تو اس کا انجام ندامت اور حسرت کی طرف ہے۔ کیونکہ انسان جب مرے گا، تو موت سے وہ سب باتیں کھل جائیں گی، کہ جو زندگی میں معلوم نہ تھیں۔ جیسے نیند سے جاگتے ہی وہ باتیں کھل جاتی ہیں، جو سوتے میں معلوم نہ تھیں۔ اور آدمی اب سو رہے ہیں۔ جب مریں گے، تو جاگیں گے۔ پس ان کو پہلے پہل حسنات نفع رساں اور معاصی ضرر رساں معلوم ہوں

گی، پھر کسی بدی پر نظر نہ پڑے گی، مگر اتنی حسرت سے دیکھے گا اور یہ پسند کرے گا کہ اس سے بچنے کے لئے آگ کے دریا میں ڈوب جاؤں. کیونکہ وہ جب تک دنیا میں رہا، دنیا کے مشغلے اس پر مطلع ہونے سے باز رکھتے تھے. پس موت سے وہ سب مشغلے چھوٹ جائیں گے، اور جان الگ ہوتے ہی دفن سے پہلے اس کے سب اعمال کھل جائیں گے. اور لذائذ دنیا فانی میں سے کہ جس کی طرف دل لگائے تھا، اس کی جدائی کی آگ بھڑک اٹھے گی. اور یہ بھی ایک طرح کا عذاب ہے کہ جو دفن سے پہلے آ پہنچے گا. اور بعد دفن کے ایک اور طرح کے عذاب کے واسطے اس کے بدن میں پھر جان ڈالی جائے گی.

اس کا حال اس کی مثل ہو گا جو کچھ دیر تک بادشاہ کے گھر میں رہے. اس کے پیچھے اس بھروسے سے عیش اڑانے لگا کہ بادشاہ اس باب میں درگذر کرے گا. یا اس کو اس کے برے افعال کی، جو وہ کر رہا ہے خبر نہ ہوگی، پھر اس کو بادشاہ نے ایک روز اچانک گرفتار کر لیا. اور اس کے عمل کی فرد پیش کی کہ جس میں اس کے کام برائیاں اور ذرہ ذرہ خیانتیں قدم قدم کی لکھی ہوئی ہیں. اور بادشاہ بڑا زبردست ہے کہ اس کے جرم پر صاحب غیرت ہے، اور اپنی سلطنت میں خطاؤں کا سزا دینے والا ہے. گنہ گار کی سفارش پر توجہ نہیں کرتا. اب تو اس شخص کے حق میں خیال کر کہ بادشاہ کے عذاب کرنے سے پہلے مارے خوف و خجالت رنج و ندامت کے اس کا کیا حال ہوگا.

یہی حال میت کا ہوگا، جو دنیا کی لذتوں پر اطمینان سے بھولا ہوا تھا، جو عذاب قبر سے پہلے موت کا وقت ہوگا. اور جو شخص دنیا کی شہوات سے الگ رہا. اور طاعات میں مصروف رہا. اور اس کو سوائے یاد الٰہی کے کسی سے انس نہ تھا. سو اس کا حال اس کے مثل ہوگا، جو تنگ و تاریک مکان میں قید ہو. پھر اور اس کے لئے ایک دروازہ

کھل جائے اور اس میں سے ایک وسیع باغ میں چلا جائے، جس کی کہیں انتہا نظر نہیں آتی۔ اور اس میں قسم قسم کے درخت اور پھول اور پرندے اور میوے اور حوض اور نہریں ہوں، تو اس صورت میں عاقل کو لازم ہے کہ اپنے نفس پر متوجہ ہو۔ اور اس سے کہے کہ اے نفس! تجھ کو خبر نہیں ہے کہ تیرے آگے بہشت ہے، اور دوزخ۔ اور تو عنقریب ان میں سے ایک میں جانے والا ہے۔ پھر تجھ کو کیا ہوا کہ موت کا سامان نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ ہر شئے سے زیادہ تیرے نزدیک ہے۔ پس تو اگرچہ اس کو دور سمجھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں بہت پاس ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ۔ (بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو وہ تم سے ملی ہوئی ہے) اور شاید تم کو اچانک آج ہی آجائے یا کل۔ کیونکہ جب وہ آئے گی تو فوراً آجائے گی۔ اس کا پہلے کوئی ایلچی نہ آئے گا۔ کیونکہ اس کے آنے کا نہ کوئی سال ہے، نہ مہینہ، نہ دن، اور نہ وقت مقررہ معلوم ہے۔ اور نہ موسم گرمی اور جاڑے کا، اور نہ رات دن اور نہ لڑکپن اور جوانی و بڑھاپا۔ بلکہ ہر وقت تیرے اوقات میں ممکن ہے کہ ناگاہ اس میں موت آجاوے۔ اور اگر ناگاہ موت اس میں نہ آئے تو مرض ناگاہ پیدا ہو جائے کہ وہ موت تک لے جائے۔ اس میں تجھ کو غفلت ہونا نہایت عجیب ہے۔ کیا تو اس آیت میں غور نہیں کرتا۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝

(نزدیک آگیا ہے لوگوں کو ان کے حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔) اور تیرا عجیب حال ہے، جو کہ تو زبانی ایمان کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور حال سے تجھ پر نفاق کا اثر ظاہر ہے۔ کیونکہ تیرا سید اور تیرا مولا دنیا کے امور کا ذمہ دار ہو چکا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا۔

(اور نہیں کوئی چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔)

اور تو اس کو اپنی حرکات سے جھٹلاتا ہے، اور اس پر دیوانہ بنا جاتا ہے، جیسے مدہوش چیل، باز۔ اور اس نے آخرت کے معاملہ کو تیری سعی کے حوالا کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے،

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ؕ (اور یہ کہ نہیں ہے آدمی کو، مگر وہی جو اس نے کمایا ہے۔)

اور تو اس سے منہ پھیرتا ہے۔ مغرور حقارت کرنے والے منہ پھیرنے کی طرح۔ اور یہ ایمان کی علامت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایمان کا زبانی دعویٰ کفایت کرتا، تو منافق دوزخ کی تہ میں کیوں جاتے۔ پس خدائے تعالےٰ کی معصیت پر یہ تیری کیسی جرأت ہے۔ اگر یہ جرأت اس اعتقاد سے ہے کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو نہیں دیکھتا، تو تیرا کتنا بڑا کفر ہے، اور اگر باوجود اس جاننے کے ہے کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو دیکھتا ہے، تو تیری کیا ہی بڑی قباحت ہے، اور کیسی سخت حماقت ہے۔ پس تو کس دلیری پر خدا کے بغض اور غضب اور عقاب شدید اور دردناک عذاب کے سامنے آتا ہے۔ کیا تو یوں جانتا ہے کہ اس کے عقاب اور عذاب کو برداشت کرے گا، افسوس افسوس! تو تو گویا قیامت کے دن پر ایمان ہی نہیں لایا۔ کیونکہ ایک یہودی اگر تجھے لذیذ سے لذیذ تیرے طعام کو کہہ دے کہ تیری مرض میں تجھ کو نقصان کرے گا، تو پھر تو اس سے صبر کرے گا اور اس کو چھوڑ دے گا۔ تو کیا اللہ تعالےٰ کا قول اپنی اتاری ہوئی کتابوں میں، اور انبیاء علیہم السلام کا ارشاد جن کے معجزہ سے تائید ہو چکی ہے، تیرے نزدیک یہودی کے قول سے تاثیر میں کم ہے، جو محض گمان اور اٹکل سے کہتا ہے۔ باوجودیکہ نہ اس کی عقل درست ہے اور نہ دین۔ بلکہ تجھے ایک بچہ کہہ دے کہ تیرے کپڑے میں بچھو ہے، تو تو فوراً بلا تامل اپنے کپڑے کو پھینک دے، بے سوچے بے سمجھے۔ اور پوچھے، تو

کیا انبیاء اور علماء کا قول تیرے نزدیک بچے کے قول سے بھی کم ہے۔ یا کیا دوزخ کی آگ اور زنجیریں اور اس کے سانپ اور بچھو تیرے نزدیک اس بچھو سے بھی کم درجہ کے ہیں کہ جن کی تکلیف صرف ایک دن یا اس سے بھی کم ہوتی ہے۔ پس اگر تو یہ سب جانتا ہے اور اس کا یقین کرتا ہے، تو پھر تجھ کو کیا ہوا کہ شہوات میں مشغول رہتا ہے۔ اور نیک عمل میں تاخیر کرتا ہے۔ حالانکہ موت تیری گھات میں ہے۔ شاید کہ وہ تجھ کو ابھی بغیر کسی مہلت کے اچک لے۔ پھر تو کس لئے اس کی جلدی سے بے خوف ہو گیا۔ کیونکہ اکثر صبح کرنے والے دن پورا نہیں کرنے پاتے۔ اور بہتیرے اگلے دن کے امیدوار اس دن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور مانا کہ تجھ کو سو برس کی عمر کا وعدہ کیا گیا، مگر تو آخر تک عمل میں تاخیر کرتا رہا۔ تو اس میں تیرا کیا گمان ہے کہ جو شخص اپنے ٹٹو کو کھانا دانہ نہ دے، سوائے کوہ دامن کے، کیا وہ اتنی طاقت رکھتا ہے کہ اس ٹٹو سے میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں۔ اور عمل میں جلدی کرنے سے روکنے والا تاخیر کرنے کا باعث دشواری اور مشقت کی وجہ سے اپنی خواہش کی مخالفت سے تجھ پر دشوار۔ نہ تیرے عاجز رہنے کے سوا کوئی اور سبب ہے۔ اور کیا تجھ کو کوئی ایسا دن ملے گا، جو تجھ پر آئے اور خواہش کی مخالفت تجھ پر دشوار نہ ہو۔ ایسا دن تو اللہ تعالےٰ نے کوئی ایسا دن پیدا نہیں کیا، اور نہ پیدا کرے گا۔ سوائے جنت کے۔ اور جنت ناپسندیدہ باتوں سے ڈھک دی گئی ہے۔ اور ناگوار باتیں نفس پر کبھی ہلکی نہیں ہوتیں۔ اس کا وجود محال ہے پس اگر تو ان کھلی باتوں کو نہیں سمجھتا اور عمل میں تاخیر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے، تو اس سے زیادہ کونسی حماقت اور نادانی ہوگی۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالےٰ کے کرم اور فضل پر بھروسہ ہے، تو کیا وجہ ہے کہ دنیا کے کاروبار میں اللہ تعالےٰ کے کرم و فضل پر بھروسہ نہیں کرتا۔ بھلا کیا تو جاڑے کے لئے بقدر موسم تیاری نہیں کر لیتا۔ پس کھانا اور ایندھن اور پوشاک وغیرہ ضروریات سب جمع کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے کرم و فضل پر بھروسہ نہیں کرتا، کہ اللہ تعالےٰ یونہی جاڑے کی سردی بغیر جبہ وغیرہ کے دور کر دے گا، کہ وہ اس پر بھی قادر ہے۔ کیا تیرا یہ گمان ہے کہ طبقہ جہنم زمہریر کی

ٹھنڈک چلے۔ جاڑوں کی سردی سے ہلکی اور مدت میں کم نہ ہوگی۔ یا تجھ کو یہ خیال ہے کہ اس سے بے محنت کے بچ جائے گا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بے شک جاڑے کی ٹھٹھر جیسے بدون جُبّہ و ایندھن اور لوازم کے دفع نہیں ہوتی ہے، ایسے ہی دوزخ کی گرمی اور اس کے طبقہ زمہریر کی ٹھٹھر بغیر طاعات اور عبادات سے پناہ لینے اور برائیوں کو چھوڑ دینے کے ہرگز تجھ سے دفع نہ ہوگی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم یہی ہے کہ تجھ کو طریقہ پناہ لینے کا بتایا۔ نہ یہ کہ بدون پناہ لینے کے تجھ سے عذاب کو دور کر دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جاڑہ دفع کرنے کے باب میں یہ ہے کہ تیرے لئے آگ پیدا کر دی۔ چقماق اور لوہے سے اس کے نکالنے کا طریقہ تجھ کو ہدایت کر دیا تاکہ تو اپنی جان سے جاڑے کی سردی دفع کر دے۔

پس جیسے کہ جُبّہ و ایندھن اور تمام لوازم خریدنے سے تیرا خالق اور مولیٰ مستغنی ہے۔ اور تو اپنے لئے اس واسطے خریدتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیری راحت کے لئے بنایا ہے، ایسے ہی تیری طاعت اور مجاہدہ سے تیرا خالق اور مولیٰ مستغنی ہے یہ تو عذاب الیم سے تیری نجات کا اور عیش دائمی تک تیرے پہنچنے کا صرف طریقہ ہے۔

فَمَنْ اَحْسَنَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَاللّٰهُ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سو جس نے بھلائی کی سو اپنی جان کے لئے۔ اور جس نے بُرا کیا، سو اپنے نقصان کو۔ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے عالمین سے۔

شاید تو یہ کہے کہ مجھ کو ثابت قدمی سے بجز شہوات کی لذتوں کے حرص، اور تکلیفوں اور مشقتوں پر صبر کم ہونے کے اور کوئی نہیں روکتا۔ اور اگر تو اس میں سچا ہے تو تیری کتنی بڑی نادانی ہے۔ اور کیا ہی تیرا بُرا عذر ہے۔ کیونکہ دنیا کی شہوات تو فانی ہیں۔ اور جلدی چلی جانے والی ہیں۔ کبھی کسی وقت کدورات سے خالی نہیں ہیں۔ پس تجھے کیا ہوا کہ جنت میں جانا طلب نہیں کرتا۔ تاکہ اس میں شہوات باقیہ دائمی سے عیش کیا کرے،

جو ہمیشہ بھر کدورات سے صاف ہیں۔ کیونکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ پس تو آخرت کا سامان دنیا میں باقی رہنے تک کرلے۔ کیونکہ تیرا سرمایہ تیری زندگی کے دن ہیں۔ سو تو اکثر حصّہ کھو چکا ہے۔ اس میں صرف اب چند روز باقی رہ گئے ہیں۔ پس اس بقیہ میں اگر تو تجارت کرے گا تو فائدہ ہوگا۔ اور اگر باقی کو بھی کھو دے گا، اور اپنی قدیم عادت پر چلتا رہے گا، تو خوب کھلا ہوا نقصان ہوگا۔

پس اے مسکین! خوابِ غفلت سے بیدار ہو کیونکہ موت تیرا وعدہ ہے۔ اور گور (قبر) تیرا گھر ہے اور مٹی تیرا بچھونا ہے، اور بڑا خوف تیرے سامنے ہے۔ اور مُردوں کا لشکر شہر سے باہر تیرا منتظر ہے۔ وہ سخت قسمیں کھائے ہوئے ہیں، کہ تجھ کو اپنی جگہ بغیر لئے کے نہ پلٹیں گے۔ یہاں تک کہ تجھ کو اپنے ساتھ ملالیں۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ وہ ایک دن کے واسطے دنیا میں آنے کی آرزو کرتے ہیں، تاکہ جو کچھ اُن سے کوتاہی ہوئی ہے، کہ اس دن میں اس کا عوض کرلیں، اور تو اپنے دن ضائع کرتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تو آخرت میں بلائے گئے ہیں۔ اور تو ہمیشہ یہیں رہے گا۔ کبھی نہیں کبھی نہیں۔ کیونکہ جب تو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے، اپنی عمرِ عزیز کی بربادی کرنے لگا ہے۔ اور زمین پر اپنا محل بنوا رہا ہے۔ اور عنقریب زمین کا گڑھا تیری قبر ہونے کو ہے۔ ہر روز مال بڑھنے سے خوش ہوتا ہے۔ اور عمر گھٹنے سے رنجیدہ نہیں ہوتا۔ آخرت سے منہ پھیرتا ہے۔ اور وہ تیرے سامنے چلی آرہی ہے۔ اور تو دنیا پر متوجہ ہو رہا ہے، اور وہ تجھ سے الگ ہوتی جاتی ہے۔

تیرا کیا ہی عجب حال ہے کہ باوجودیکہ تو قسم قسم کے گناہوں کا کرنے والا ہے۔ اور آخرت کی درستی میں کوشش نہیں کرتا، بلکہ دنیا کی درستی میں ایسا لگا ہوا ہے، کہ گویا وہاں سے کبھی جانے والا نہیں ہے۔ سو ڈر اے مسکین! اپنی جان سے اس دن سے کہ جائے گا، اپنے خدا کی طرف کہ وہ اس دن میں کسی بندہ کو کہ جس کو دنیا میں قسم کی نعمتیں، یا کچھ

ممانعت کی تھی کہ نہ چھوڑے گا، یہاں تک کہ اس سے تھوڑی بہت ادنیٰ و اعلیٰ، ظاہر و پوشیدہ کی پرسش کرے گا۔ سو دیکھ! تو اے غافل! کیا منہ لے کر اس کے سامنے کھڑا ہوگا، اور کس زبان سے اس کے سوال کا جواب دے گا۔ مگر سوال کا جواب تیار رکھ۔ اور جواب کی درستی، اور اپنی باقی عمر چھوٹے چھوٹے دنوں میں، بڑے بڑے دنوں کے واسطے دار فنا میں دار بقا کے واسطے نیک کام میں صرف کر۔

اگر تو یہ کہے کہ میرا نفس مجاہدے کو اور دائمی طاعت کو نہیں مانتا، تو اس کے علاج کا کیا طریقہ ہے، تو سمجھ لے، اس کا بڑا مفید علاج حضرت امام غزالی کے احیاء العلوم میں بیان کے موافق یہ ہے کہ تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کر جو طاعاتِ الٰہی میں مجاہدہ کرتا ہو۔ اور اس کے حالات کو ملاحظہ کر کے اس کی پیروی کرے۔ لیکن یہ علاج اس زمانے میں دشوار ہے۔ کیونکہ ایسا شخص جو متقدمین کی طرح عبادت میں مجاہدہ کرتا ہو مفقود ہے۔ سو اب تیرے لئے اس زمانہ میں ان کے حالات سننے اور اخبار دریافت کر لینے سے زیادہ مفید علاج کوئی نہیں ہے کہ وہ کیا کیا دشوار مجاہدے کرتے تھے۔ اور بے شک ان کی محنت تو ہو چکی۔ اور ثواب و عیش باقی رہ گیا، جو کبھی تمام نہ ہوگا۔ اور کتنی بڑی حسرت ہے، اس کو جو ان کی پیروی نہیں کرتا۔ پس اپنے نفس کو چند روز مکدّر شہوات سے منتفع کرتا ہے۔ پھر اس کو موت آجاتی ہے۔ پھر اس کے اور شہوات کے درمیان آڑ ہو جاتی ہے۔ سو تجھ کو ضرور ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور ان کے بعد مجاہدین کے احوال کا مطالعہ کرے۔ اور ان کا احوال دیکھ کر تجھ پر واضح ہو جائے گا، کہ تو اور تیرے زمانے کے لوگ دینداروں سے کتنا دور ہیں۔ پھر تیرا نفس اگر تجھ کو وسوسہ دلائے اور یہ کہے کہ عبادت اسی زمانہ میں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اسباب بہت تھے۔ اور رہا یہ زمانہ، سو اب اگر تو اہل عصر کے خلاف کرے گا، تو وہ مسخرہ پن کریں گے اور دیوانہ کہیں گے۔ سو ان کے موافق جو وہ کرتے ہیں کئے جا۔ جو ان کا حال

سو تیرا حال. مرگ انبوہ جشنے دارد. تو بچتے رہنا. پس خبردار، اس کے حیلے اور مکر و فریب اور زد میں آنے سے بچا رہ۔ اور اس کو تو یہ جواب دے کہ اگر پانی کی ایسی رد چڑھ جائے کہ جو سامنے آئے، اس کو ڈبو دے۔ اور ایک گاؤں والے اپنی جگہ پر ٹھہریں رہیں۔ مگر اپنا بچاؤ نہ کریں۔ اور تجھ کو اتنی قدرت ہو کر ان سے الگ ہو کر کشتی پر سوار ہو کر ڈوبنے سے بچ جائے، تو کیا اب بھی تیرے دل میں یہ خدشہ آئے گا کہ مرگ انبوہ جشن ہوتا ہے۔ یا ان کا ساتھ چھوڑ کر اس حرکت سے ان کو نادان بنائے گا۔ اور اس سے اپنا بچاؤ کرے گا جو تجھ پر بلائے ناگہانی آئی ہے۔ پھر جب تو ڈوبنے کے خوف سے ان کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ حالانکہ ڈوبنے کی تکلیف رات یا دن میں ایک ساعت سے زیادہ نہیں ہوتی۔ پھر دائمی عذاب سے کیوں نہیں بچتا۔ اور تو ہر وقت اس کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور مرگِ انبوہ کیسے جشن ہوتا ہے کیونکہ اہل زمانہ ہی کی موافقت سے ہلاک ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی کینے تھے۔

قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ○

کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم انہی کے قدموں پر چلتے ہیں۔

سو بچنا پھر بچنا۔ اپنے اہل زمانہ اور جو پہلے گذر گئے ہیں، ان کے دیکھنے سے بیشک اگر تو اکثر زمین کے باشندوں کی اطاعت کرے گا، تو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔ خدا سے دعا ہے کہ ہم کو گمراہی سے بچائے۔

توبہ و ماہیّت توبہ کا بیان

در بیان توبہ و ماہیت توبہ کہ کس فعل سے آلودگی و شقاوت، معصیت دیرینہ سے دل پژمردہ زنگار خوردہ کو مصفا کرتی ہے۔ اور بغیر توبہ کے آئینۂ دل

انسانیت کا کب اسرار ربوبیت سے سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔ اور زمین قلب کے لئے نہر معرفت بغیر توبہ و ندامت کے جاری نہیں ہو سکتی۔ اسی واسطے باغیچہ قلب بغیر آب معرفت کے ملنے سے خشک و تباہ ہو کر اس کا پھل پھول ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے خداوند کریم فرقان حمید میں مومنوں کو خطاب کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا

(اے ایمان والو! اللہ کی طرف رجوع کرو خالص۔) یعنی توبہ کرو صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہوں سے اور آئندہ معصیت کا خیال اپنے دل میں نہ لاؤ اسی واسطے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو کیونکہ میں اللہ کی طرف ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں۔

یہ حدیث شریف مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے اغر مزنی کی روایت سے۔ اور اس میں امت کو توبہ پر ترغیب ہے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن میں جب سو بار توبہ کرتے تھے، باوجود بلند مرتبہ اور معصوم ہونے کے۔ تو وہ شخص کیونکر رات دن میں توبہ میں مشغول نہ رہے۔ کہ جو اپنا اعمالنامہ پے درپے گناہوں سے سیاہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن سمجھنے کی بات ہے کہ توبہ بدون ان تین امور مرتبہ کے نہیں ہو سکتی ہے۔

(۱) علم۔ (۲) حال۔ (۳) عمل۔

اول مرتبہ علم ہے، دوسرا مرتبہ حال ہے اور تیسرا مرتبہ عمل ہے۔

اور یہ اس لئے کہ آدمی جب گناہ سے بڑا ہی نقصان ہونا اور گناہ کی آخرت میں اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان میں حجاب ہو جانا جانتا ہے، تو اس معرفت

سے اس کے دل میں ایک الم پیدا ہوتا ہے۔ اور اُس الم کو ندامت کہتے ہیں پس یہ معرفت تو علم ہے۔ اور یہ ندامت حال ہے، جو اس معرفت سے پیدا ہوا۔ پھر جب یہ ندامت دل پر غالب آجاتی ہے تو دل میں ایسے کام کا ارادہ پیدا ہوتا ہے کہ جس کو زمانہ حال اور استقبال اور گذشتہ سے لگاؤ ہے۔ زمانہ حال سے علاقہ تو گناہ کی ترک کر دینے کا ہوتا ہے۔ اور استقبال سے علاقہ عمر بھر گناہ کے کبھی نہ کرنے کے پختہ ارادہ ہونے سے ہے۔ اور زمان ماضی سے علاقہ فوت شدہ کے عوض اور قضا کرنے سے ہے۔ اگر وہ قابل عوض اور قضا کے ہو۔ اور اس کا یہ فعل عمل ہے، جو ندامت سے حاصل ہوا۔ اور وہ ندامت کہ علم سے پیدا ہوئی۔ اور علم سے مراد یہاں ایمان اور یقین ہے کہ گناہ آخرت میں زہر قاتل ہے۔ اور اس ایمان کا نور دل پر چمکتا ہے تو ندامت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ کیونکہ اپنے اوپر نور ایمان کے چمکنے سے دیکھ لیتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے الگ ہو گیا۔ اب محبت کی حرارت شعلہ زن ہوتی ہے۔ پھر اس حرارت سے اس فعل کا ارادہ پیدا ہوتا ہے، جو اوقات مذکورہ حال و استقبال و ماضی سے علاقہ رکھتا ہے۔ پس علم اور ندامت اور ارادہ فعل مذکور کا، یہ تین چیزیں ہیں۔ اس مجموعہ پر توبہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ پس یہ جب تینوں امر موجود ہوں تب توبہ ثابت ہوگی۔ اور اکثر اوقات توبہ کا لفظ صرف ندامت پر بولا جاتا ہے۔ اور علم کو مقدمہ مثل ٹھہراتی ہے۔ اور فعل مذکور کو بمنزلہ ثمرہ کے۔ اور اسی اعتبار سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ندامت ہی توبہ ہے اس لئے کہ ندامت بغیر علم کے، جو اس کا باعث اور موجد ہے، اور بغیر عزم کے کہ اس کے پیچھے اور بعد میں ہوتا ہے، نہیں ہوتی۔ پس ندامت دونوں طرف سے گھیری ہوتی ہے۔ ایک طرف ثمرہ اور دوسری طرف ثمرہ باعث ہوتا ہے۔

توبہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ لیکن سب پر ان کا واجب ہونا تو اس اللہ تعالیٰ کے قول کی رو سے ہے۔

وَتُوبُوآ اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور توبہ کرو سب کے سب اللہ کی طرف اے ایمان والو۔

ان دونوں آیات کے ظاہری معنیٰ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ توبہ ہر مومن پر واجب ہے، ان دونوں آیات میں عام طور پر حکم ہونے کی وجہ سے۔ اور دل کی روشنی بھی یہی بتلاتی ہے کیونکہ توبہ کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کی نارضامندی سے رضامندی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اور یہ امر عاقل ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور عقل کامل ہی نہیں ہوتی بدون قوائے شہوانی اور غضبی اور تمام اوصاف کے کامل ہونے کے، جو انسان کے بہکانے کے لئے شیطان کے وسیلے ہیں۔ کیونکہ شہوات شیطانی لشکر میں سے ہے۔ اور عقل فرشتوں کے لشکر میں سے ہے۔ اور ایسا کوئی انسان نہیں مانا جاتا جس کی شہوت جو شیطانی سامان ہے، عقل پر جو فرشتوں کا سامان ہے مقدم نہ ہو۔ پس جو شہوات کی موافقت کہ پہلے گذر چکی ہے، اس سے رجوع کرنا ہر ایک آدمی کو بلوغ کے بعد ضروری ہے اس لئے کہ جو شخص حالتِ کفر میں دینِ اسلام سے واقف ہو کر بالغ ہوا، تو اس پر اپنے کفر اور جہالت سے توبہ کرنا واجب ہے۔ ان باتوں کو سیکھ کر جن سے اسلام حاصل ہوا۔ اور جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ حالت اسلام میں حقیقتِ اسلام سے بے خبر ہو کر بالغ ہوا، تو اس پر اس غفلت سے توبہ کرنا واجب ہے، اسلام کے معنیٰ خوب سمجھ کر۔ اس لئے کہ بالغ ہو کر ماں باپ کا اسلام اس کو کچھ مفید نہیں، جب تک کہ خود مسلمان نہ ہو۔ پھر جب بالغ ہو کر اسلام کے معنے سمجھ چکا تو اس پر اپنی عادات اور شہوات عادیہ میں ہونے کے اطوار سے باز آنا واجب ہے۔ اور یہ سب احوال توبہ کے سہل شوار ہیں۔ اور اکثر اس میں خلقت ہلاک ہوگئی، اس سے ان کے عاجز رہنے کی وجہ سے۔

اس لئے کہ شہوات لڑکپن میں بلوغ اور کمال عقل سے پہلے مستحکم ہو جاتی ہے۔

سو شیطانی لشکر پہلے ہی ولایت پر غلبہ کر لیتا ہے۔ اور دل کو شہوات اور عادات کی خواہشوں سے محبت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات دل میں غالب ہو جاتی ہے۔ اور اس سے نکلنا اس کو دشوار ہو جاتا ہے۔ پھر عقل ظاہر ہوتی ہے۔ جو کہ اللہ تعالےٰ کے گروہ اور لشکر میں سے ہے۔ پھر اگر وہ کامل اور قوی ہوئی تو خدا تعالےٰ کے دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑانے کے لئے آہستہ آہستہ بتدریج تیار ہوتی ہے۔

پس شہوتوں کو توڑ کر شیطانی لشکر کا اکھاڑنا اور عادات کا چھوڑانا، اور طبیعت کو بزور عبادت پر لگانا، اس کا اول شغل ہوتا ہے۔ اور توبہ کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ اور اگر کامل اور قوی نہ ہو تو دل کی مملکت شیطان کے حوالے ہو جاتی ہے اور وہ ملعون اپنا کام پورا کرتا ہے۔ جیسا کہ بتایا اللہ تعالےٰ نے۔

قَالَ لَئِنْ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ کہ اگر تو مجھ کو ڈھیل دے قیامت کے دن تک، تو ضرور اس کی اولاد کو لگام دوں گا، مگر تھوڑوں کو۔

مراد یہ ہے کہ اگر تو مجھ کو جیتا چھوڑے گا قیامت کے دن تک تو بیشک میں ان کو جدھر چاہوں گا کھینچ لے جاؤں گا۔ اور بیشک ان پر غالب رہوں گا پورا غالب ہونا۔ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ۔ مگر بعض ان میں سے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں میں سے مقبول بندے ہیں۔ اور یہ سب اس ملعون کے اس قول کی مثل ہے۔ البتہ میں ان کو زینت دکھاؤں گا زمین میں اور ضرور بہکاؤں گا ان سب کو۔

لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

اس لعین نے اس مطلب کا اپنے لئے حاصل ہونا جان لیا ہو۔ حالانکہ وہ غیب دان نہیں ہے، ان چیزوں سے استدلال کر کے جو اس نے ان میں دیکھیں کہ بدی کے اسباب بہت ہیں اور بھلائی کا سبب ایک ہی ہے۔

کیونکہ انسان کی ذات میں قوت بہیمیہ شہوانی، اور قوت سبعی غضبی اور قوت وہمیہ شیطانی ہے۔ اور یہ تینوں قوتیں ابتدائے پیدائش سے اس پر غالب ہوتی ہے۔ شہوت کی طرف متوجہ رکھتی ہیں۔ اور ان تینوں قوتوں کے بعد اس میں قوت عقلی ملکی ہوتی ہے۔ اور اگرچہ بھلائی کی طرف بلاتی ہے، لیکن ان پہلی تین قوتوں کے اوپر غالب ہو جانے کے بعد کامل ہوتی ہے۔

پس جب شیطان ملعون نے انسان میں یہ دیکھا تو جان گیا کہ جو میری مراد ہے، اس کا حاصل ہونا ممکن ہے۔ پس اس بیان کے موافق ہر شخص مسلمان پر توبہ فرض عین ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ افراد انسان میں سے کوئی بھی بے نیاز ہو۔ اور توبہ کا فوراً واجب ہونا۔ اس لئے کہ تاخیر کرنے میں اصرار حرام لازم آتا ہے جس سے گناہ در گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ توبہ سے ایک دم بھر تاخیر کرنے سے ایک اور گناہ واجب التوبہ لازم آتا ہے، یہاں تک کہ گناہ کبیرہ سے ایک گھڑی تاخیر کرنے میں دو کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ ایک وہی پہلا، اور اس سے توبہ نہ کرنا۔ اور دو میں چار کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ دونوں سے پہلے اور دونوں سے توبہ کرنا اور تین ساعت میں آٹھ کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ اور پانچ ساعت میں بتیس ۳۲ کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طرح گناہ بڑھتے جائیں گے، جس قدر تاخیر ہوتی جائے گی۔

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ گناہ کو زہر قاتل جاننا خود ایمان میں سے ہے۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ یہ علم خود ایمان سے ہے تو لازم ہے کہ ایمان کی گناہوں کے ترک کا باعث ہوا کرے۔ پس جس نے گناہوں کو نہ چھوڑا، تو اس میں یہ ایمان کا جزو نہیں ہے۔ اس لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ زانی نہیں کرتا کہ زنا کرتا ہو، اور وہ مومن بھی ہو۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس سے اس ایمان کی نفی نہ کی جو خدا اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں کا جاننا ہے۔ کیونکہ اس ایمان کے زنا اور گناہ

منافی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے اس ایمان کی نفی مراد لی ہے کہ جو اس علم کا نام ہے کہ زنا خدا سے دور کر دیتا ہے۔ اور اس کی ناخوشی کا باعث ہے۔ اس بیان کے موافق معاصی پر جمارہنے والا اپنے ایمان میں کامل نہیں، بلکہ ایمان میں ناقص ہے۔ اس لئے کہ گناہوں کا چھوڑنا بدون صبر کے نہیں ہوتا۔ اور صبر بدون خوف کے میسر نہیں ہوتا۔ اور خوف بدون گناہوں کے ضرر عظیم کے یقین کے پیدا نہیں ہوتا۔ اور گناہوں کے ضرر عظیم کا یقین بدون خدا و رسول کی تصدیق کے نہیں ہوتا۔ پس جس نے گناہوں کو نہ چھوڑا اور اس پر جمارہا، گویا کہ اس نے خدا و رسول کی تصدیق نہ کی۔ لہذا اس پر مرتے دم بڑا ہی خوف ہے۔ اس لئے کہ شاید اس اصرار پر اس کی موت اس کے ایمان کے جلتے رہنے کا سبب ہوجائے، لہذا اس کا خاتمہ بُرائی پر ہو، اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں پڑا رہے۔ اور اگر انجام خاتمہ بُرائی پر نہ ہو بلکہ ایمان پر مرا تو اب مشیت الٰہی میں رہے گا۔ چاہے تو اس کو دوزخ میں ڈال کر بقدر معاصی کے عذاب دے کر پھر دوزخ سے نکالے اور جنت میں داخل کرے۔ اگرچہ ایک مدت کے بعد ہو۔ اور چاہے تو اس کو معاف کر دے اور بلا عذاب جنت میں داخل کرے۔ اس لئے کہ یہ محال نہیں کہ بخشش عام کسی پوشیدہ سبب، جس کو اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا ہو، اس کے شامل حال میں ہو جائے۔ جیسے کہ یہ محال نہیں کہ کوئی اجاڑ گھر کے اندر خزانہ ڈھونڈنے کے لئے جائے اور اتفاق سے خزانہ پا جائے۔ لیکن جس نے اپنا گھر خراب کر دیا۔ اور مال تلف کر دیا۔ اور اپنی جان و اولاد کو بھوکا مارا، اس گھمنڈ پر کہ میں اللہ کے فضل کا منتظر ہوں کہ میرے گھر پر زمین میں خزانہ عنایت کرے تو یہ شخص بے وقوف احمقوں سے سمجھا جائے گا۔ اگرچہ اس کی خواہش بلحاظ قدرت اور فضل الٰہی کے کچھ محال نہیں ہے

اسی طرح جو شخص اللہ تعالےٰ سے بخشش کا امیدوار ہے۔ باوجودیکہ وہ گناہوں پر جما ہوا ہے، بخشش کی راہ پر نہیں چلتا، بے وقوف سمجھا جائے گا۔ پھر بعضے ان مغرور

احمقوں میں سے اپنی حماقت کو اسی طرح رواج دیتے ہیں خوب کلام سے۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰے بے شک کریم ہے۔ اس کی جنت مجھ جیسے شخص سے تنگ نہ ہو جائے گی۔ اور میری معصیت سے اس کا کچھ ضرر نہیں۔ پھر تم اس احمق کو دیکھتے ہو کہ دریا کا سفر کر رہا ہے اور روپیہ اشرفی کی طلب میں سفر کی مشقت کو اختیار کرتا ہے۔ اور جب اس سے کہئے کہ اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے۔ اور اس کے روپیہ اشرفی کے خزانہ تجھ جیسے سے کوتا نہیں۔ اور تجارت میں تیری سستی سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔ پس تو اپنے گھر بیٹھا رہ۔ شاید تجھ کو ابھی ایسی روزی دے کہ جہاں سے تیرا گمان بھی نہ ہو۔ پس جو ایسا کہے اس کو وہ احمق بنائے گا۔ اور اس سے وہ ہنسی کرے گا، اور کہے گا، یہ کیسی ہوس ہے۔ کیونکہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا یہ تو محنت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عادت اور کا قاعدہ جاری ہے۔ اللہ تعالٰے کے قاعدوں کو تغیر نہیں۔ اور یہ احمق نہیں سمجھتا کہ دین و دنیا کا پروردگار ایک ہی ہے۔ اور اس کے قاعدے کو ان دونوں میں تغیر نہیں۔ اور اس نے یہ خبر دی ہے کہ انسان کے واسطے وہی کچھ ہے۔ جو اس نے کمایا۔ پس کیونکر اس کو آخرت کے لئے تو کریم جانتا ہے، اور دنیا کے باب میں تو کریم نہیں سمجھتا۔ بے شک جو شخص اس دار فانی میں ہلاکت سے ڈرتا ہو، جب اس پر زہریلی چیزیں جو مضر ہیں، بعضے ہلاک کرنے والے امور ان سے ہر وقت احتراز کرنا واجب ہے۔

پس ہلاک ابدی سے ڈرنے والے کو بدرجہ اولیٰ ان گناہوں سے احتراز واجب ہے۔ کہ جو دین میں زہر ہیں۔ کیونکہ اس زہر سے اس آخرت باقیہ کے فوت ہونے کا خوف ہے، جس کے صدم حصہ پر دنیا کی زندگی کئی حصہ پر بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آخرت کی مدت کی نہ کوئی غایت ہے، اور نہ کچھ انتہا۔ اور اس میں عیش دائمی اور سلطنت بڑی ہے۔ کہ اس کے فوت ہو جانے میں دوزخ کی آگ ہے۔ اور دردناک عذاب۔

شیطان لعین کا بیان

احباب کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے۔ کیونکہ شیطان لعین، جو ہر ایک مسلمان مومن مخلص پرہیزگار متقی تقوٰی دار کے لئے دشمن قاتل ہے۔ جیسا کہ ہمارے جدّ امجد آنحضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسے فریب اور دھوکا بازی سے جنت کی حویلی، خوشی ابدی، اور عہدہ اصلی سے معزول کرا کر دریں دار فانی بے بنیاد میں نزول کرا دیا، تو پھر آنحضرت آدم علیہ السلام نے اپنے اصلی مرتبہ سے سعی کرتے ہوئے خداوند کریم کے فضل و کرم سے بالا تر درجہ حاصل کر لیا، جیسا کہ ہر ایک دانشمند کو حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ معلوم ہے، مگر میرا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت آدم علیہ السلام شیطان لعین کی غداری سے نہیں بچ سکے، تو دوسرا کون کوئی شیطان کی غداری سے کس ذریعہ یا کس طرح سے نجات حاصل کرے گا۔ لیکن خدا کے فضل و کرم و اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس لعین کی فریب بازی سے نجات پائے گا۔ مگر جو لوگ سالک مشائخ مشائخی کا دعوٰی کرنے والے ہیں، تو ان کے لئے بلعم باعور و برحیسا کا قصہ پورے طور سے کفایت کرتا ہے کہ کیسے ہی لاثانی مشائخوں کو اس خناس نے اپنے جال میں گرفتار کر کے اپنے عہدۂ ولایت سے معزول کر کے ورطہ ضلالت میں پابند کر دیا ہے۔ ہر ایک عقلمند کو ان ہر دو کا قصہ اظہر من الشمس ہے۔ لہٰذا اس خناس لعین کی فریب بازی بہ نسبت ہر ایک انسان کو بڑی دشوار ہے۔ اسی واسطے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وَرَوٰی مُقَاتِلُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ رَاَیْتُ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ عَشِیَّةٍ یُرِیْدُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فِیْهِمْ اَبُوْبَکْرٍ وَ

عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَسَلْمَانُ وَعَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ
اَجْمَعِیْنَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَتْہُ الرُّحَضَاءُ
یَعْنِیْ عَرَقَ الْحُمّٰی یَتَحَدَّرُ مِنْہُ مِثْلَ الْجُمَانِ یَعْنِی اللُّؤْلُؤَ ثُمَّ مَسَحَ
الْجَبْھَۃَ وَقَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الْمَلْعُوْنَ ثَلَاثًا ثُمَّ تَطَرَّقَ فَقَالَ لَہٗ
عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ مَنْ لَعَنْتَ اٰنِفًا۔

مقاتل نے زہری سے بواسطہ عروہ کے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کی کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ایک رات اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ اور ان میں یہ اصحاب بھی تھے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان وعلی، سلمان، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم۔ پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے۔ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ مبارک پر پسینہ مثل موتیوں کے نمایاں تھا، جو تپ کی حالت میں ہوا تھا۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی مبارک پر دست مبارک پھیرا۔ اور تین بار فرمایا کہ اس ملعون پر خدا کی لعنت ہو۔ اور سر مبارک نیچے جھکا لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ نے کس پر لعنت بھیجی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس لعین پر جو کہ دشمن خدا کا ہے۔ وہ اپنی دم کو اپنی مقعد میں لے گیا۔ اور اس سے سات انڈے نکالے۔ اور ان انڈوں میں سے اس کی اولاد پیدا ہوئی، جو ہر فرد بشر کے ساتھ بہکانے پر مقرر ہوئی۔ ان میں سے ایک کا نام مدھش ہے۔ یہ عالموں پر مقرر ہے کہ ان کو مختلف ہوا وہوس کی ترغیب دیتا ہے۔ اور دوسرے کا نام حدیث ہے کہ وہ نماز پر موکل ہے کہ ایکری بھن کر بہکاتا ہے۔ اور جمائی دن کی لاتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان سو جاتا ہے۔ اور لوگ جب اس سے پوچھتے ہیں کہ تو سو گیا تھا۔ کہتا ہے کہ نہیں۔ پس وہ بے وضو نماز میں شریک ہوتا

ہے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، کہ تم میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کو اس کی نماز کے ثواب کا آدھا، چوتھائی و دسواں حصہ اس کے بہکانے کے سبب ملتا ہو۔ اور اس کی نماز کے گناہ اس کے ثواب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

تیسرے کا نام زلبستون ہے کہ اس کو بازاروں کا اہتمام سپرد ہے۔ یہ لوگوں کو کم تولنے اور خرید و فروخت میں جھوٹ بولنے اور جو فروش کو ترغیب دیتا ہے۔ چوتھے کا نام بتر ہے، جو لوگوں کو سکھاتا ہے کہ مصیبت کے دن گریباں چاک کریں اور اپنا منہ نوچیں۔ اور اپنے آپ کو کوسیں اس واسطے کہ ان کا ثواب جو مصیبت کو خاموشی سے کاٹنے میں ملتا ہے، زائل ہو جائے۔

پانچویں کا نام منشوط ہے۔ اس کو دروغ گوئی سکھانے اور سخن چینی او رطعن و تشنیع اور چغلی کھانے کی سپرد ہے۔ تاکہ ان افعال کے کرنے سے گنہگار ہوں۔ اور چھٹے کا نام داسم ہے۔ یہ آدمیوں کے پاخانے و پیشاب کے مقام پر تعیناتی ہے۔ اور ان کا کام یہ ہے کہ یہ اپنی دم کو مردوں کے سوراخ ذکر اور عورتوں کے چوتڑوں میں حرکت دیتے ہیں۔ اس باعث وہ ایک دوسرے سے وہ زنا کرتے ہیں۔ اور ساتویں کا نام اعور ہے۔ یہ چوری سکھاتا ہے۔ اور چور کو سمجھاتا ہے کہ اس چوری کرنے سے تیرا فاقہ ٹوٹے گا۔ کہ تو اپنا قرض ادا کر سکے گا۔ اور اپنے تن کو ڈھانپ سکے گا۔ اس کے بعد توبہ کر لینا۔

پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ان بدذاتوں سے کسی حال میں غافل اور امین نہ ہو دے۔

حدیث شریف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ وضو پر ایک شیطان مقرر ہے۔ اور اس کا نام ولہان ہے۔ پس اس سے خدا کی پناہ ڈھونڈو۔

اور حدیث شریف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ نماز کی صفوں میں ایک دوسرے کے متصل مل کر کھڑے ہونا۔ تاکہ جگہ ملنے پر شیطان تمہارے درمیان مثل بکری کے بچوں کے نہ داخل ہو سکے۔ اسی طرح صف باندھ کر کھڑے ہو۔

حضرت ابوحذیفہ ابوعبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنات حذف بکری کے بچے کو کہتے ہیں۔ اور اس کو نقد بھی کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حاذنہ اس بکری کے بچے کو کہتے ہیں، کہ جس کا کان اور دم نہیں ہوتی۔ جرش ایک موضع کا نام ہے، جہاں یہ قسم پیدا ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ عثمان ابن عاص نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ شیطان میری اور میری نماز اور میری قرأت کے درمیان آیا۔ آپ نے فرمایا، کہ اس شیطان کا نام خزب ہے۔ جب اس کو دیکھو تو اس سے خدا کی پناہ مانگو۔ اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوکو۔ عثمان بن عاص نے کہا کہ میں نے موجب ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کیا۔ اور وہ شیطان میرے سے بھاگ گیا۔

حدیث مشہور ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایسا کوئی شخص بھی نہیں ہے کہ جس کے ساتھ ایک شیطان نہ رہتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے رسول خدا! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا کہ ہاں۔ مگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مجھ کو اس پر فیروزی عطا فرمائی ہے۔ اور وہ مسلمان ہو کر فرمانبردار بن گیا ہے۔

اور دوسرے بیان میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کوئی شخص نہیں کہ جن کے ساتھ ایک جن موکل نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھ بھی ہے۔ فرمایا، ہاں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ عطا فرمایا ہے کہ وہ مسلمان اور میرا فرمانبردار ہو گیا ہے کہ سوائے نیک کاموں کے اور کچھ ہدایت نہیں کرتا۔

کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا، تو مثل آدم کے، اس کے پہلوئے چپ سے اس کی عورت کو پیدا کیا۔ شیطان نے اس عورت سے مباشرت کی۔ اور وہ حاملہ ہوئی۔ اور اکتیس انڈے اس نے دیئے کہ ان انڈوں سے اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ اور جنگل اور دریا، اس کی اولاد سے بھر گئے۔ اور ہر انڈے سے دس ہزار (۱۰۰۰۰)۔

نر و مادہ شیطان کے بچے پیدا ہوئے۔ یہاں تک کہ پہاڑ، جزیرے اور ویرانے جنگل اور ویرانے دریا اور ریگستان اور درختوں کی کھوہیں اور وسط درختہائے درہم پیچیدہ اور چشمے اور دوراہے و چوراہے حمام اور کپڑے پہننے کی جگہیں اور پچاڑے اور گڑھے اور اونٹوں کے مدیح اور شاہے اور قبریں اور گھر و محل و صحرا نشینوں کے خیمے اور سب عبادتگاہیں ان سے بھر گئیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ ۝ آیا کہ تم ابلیس اور اس کی اولاد کو سوائے میرے دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور یہ بدلہ بُرا ہے ان ظالموں کے واسطے کہ جو شیطانوں کو معبود برحق سے بدلتے ہیں۔

پس اس شخص کے واسطے ہلاکت ہے کہ جس نے شیطان اور اس کی اولاد کی فرمانبرداری اختیار کی اور بغیر توبہ مرگیا۔ تو وہ ان شیطانوں کے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ پس انسانوں کو اپنی ذات کے لئے متنبہ ہونا چاہیئے کہ اپنے نفس کو شیطان اور بدکاروں سے خلاصی دے اور شیطان کے لشکروں اور گمراہی کی طرف بلانے والوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اور خدا پاک کی بارگاہ عالی میں بعد نیاز شرط فرمانبرداری بجالائے۔ اور ان عقلمند خدا کے بندوں کی ہم نشینی اختیار کرے کہ خدا پہچانتے اور واسطے رضامندی خدا کے عمل نیک کرتے ہیں۔ اور خلق کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ اور خدا کی جناب کی دل سے رغبت رکھتے ہیں۔ اور اس کے فضل وکرم کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے قہر وغضب سے خوف کھاتے ہیں کہ دنیا سے گناہ کش ہوتے ہیں۔ اور آخرت کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور رات دن عبادت کرتے ہیں۔ اور جو عبادت کہ اُن سے چھوٹ گئی، اس پر افسوس اور گریہ زاری کرتے ہیں۔ اور ہر ساعت و ہر گھڑی نیکی کرنے کا قصد کرتے ہیں۔ اور تمام گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار خالق زمین و آسمان پر تکیہ اور توکل

کرتے ہیں۔ اور رات دن اوقات معینہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ طوق وزنجیر اور دنیاوی آفتوں اور دوزخ کی آگ سے بالکل محفوظ ہیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے شیطان کی مخالفت کی۔ اور خدا تعالیٰ کی اطاعت میں ظاہر و باطن سعی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا مقابلہ کیا۔ اور اس کی جزا عطا فرمائی۔ جیسا کہ اپنی پاک کلام میں وعدہ فرماتا ہے، فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝

(اور ان کو دنیا کے شر سے بچایا۔ اور خوشحالی اور تازگی عطا فرمائی۔ اور ان کو صبر کے عوض جنت رہنے کو اور پارچہ پہننے کو حریر مرحمت ہوا۔)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (پرہیزگار بہشت میں مقام راستی پر پاس اپنے بادشاہ صاحب قدرت کے ہیں۔)

اور فرمایا، وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (جو شخص اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، اس کے واسطے دو جنتیں ہیں۔)

اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ان بندوں کے حق میں فرماتا ہے؛

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (کہ جن کی پرہیزگاری میں شیطان مخل ہوتا ہے، وہ لوگ کہ پرہیزگار ہیں، جب ان کو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے، تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ پس وہ حق کو باطل سے جدا دیکھ لیتے ہیں۔)

اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اور خداوند تعالیٰ کی یاد سے دلوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور خدا کے ذکر سے تاریکی و غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے، اور رنج و الم اس کے ذکر سے زائل ہوتے ہیں۔

پس خداوند عزاسمہ و جل شانہ کا ذکر پرہیز و ترک حرام کے دروازے کی کنجی ہے۔ اور پرہیزگاری دروازہ آخرت کا ہے۔ جیسے کہ نفس امارہ کی خواہش، دنیا کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ یاد کرو تم کہ جو کچھ قرآن شریف میں ہے، شاید کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اور فرمایا کہ خدا کی یاد کرنے سے انسان پرہیزگار ہو جاتا ہے۔

اِنسان کے مؤکلوں کا بیان

احباب اہل اسلامیہ کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

وَفِي الْقَلْبِ لُمَّتَانِ لُمَّةُ الْمَلَكِ وَهِيَ اِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ وَالتَّصْدِيْقِ وَلُمَّةُ الْعَدُوِّ وَهِيَ اِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَنَهْيٌ عَنِ الْخَيْرِ وَهِيَ مَرْوِيٌّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہما۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انسان کے دل میں دو مشورہ دینے والے ہر لحظہ و ہر ساعت موجود رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو نیک کاموں اور راہ راست پر چلنے کی ہمیشہ رغبت دیا کرتا ہے، اور دوسرا بُرے کاموں، مکر و دغابازی اور جھوٹ بولنے پر رغبت دلایا کرتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی کے دل میں دو خطرے (خیال) پیدا ہوا کرتے ہیں۔ ایک خیال تو منجانب اللہ تعالیٰ ہے، اور دوسرا وسوسہ شیطانی۔ خداوند تعالیٰ اپنے اس بندے پر رحم فرمائے، جو ان دونوں خطروں کی کس طرح برداشت کرے۔ اور جو خطرہ خداوند کریم کی طرف سے ہے، اس کو بجا لائے۔

اور شیطانی خطرے کو دفع کرے۔

مجاہد نے قولِ اللہ تعالےٰ کی پناہ ڈھونڈتا ہوں ساتھ خدا تعالےٰ کے وسوسہ خناس سے "کی یہ تفسیر کی ہے کہ شیطان بے چلے بندہ کے دل میں چھا جاتا ہے کہ جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو وہ مثل دھوئیں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ جاتا ہے۔ اور جب بندہ خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوا، پھر ابر محیط کی طرح امنڈ آتا ہے۔

اور مقاتل نے کہا کہ وہ مثل سور درندہ کے آدمی کے دل میں لپٹ جاتا ہے۔ اور خون کی طرح رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے بموجب قول حضرت مولانا سعدی علیہ الرحمۃ سے

کہ با نفس و شیطان براید بزور　　　نبرد پلنگاں نیاید ز مور

پس قولِ خداوند تعالیٰ کی اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (جو کہ آدمی کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔) مراد ہے کہ جب انسان خدا کی یاد سے غافل ہوتا ہے، تو خناس ان کے دلوں میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں پر قابو کر لیتا ہے، اور بندہ اس غفلت سے چونکتا ہے تو خدا کو یاد کرتا ہے تو یہ حضرت اس کے پاس سے نو کدم بھاگ جاتے ہیں۔

عکرمہ نے بیان کیا کہ خناس کے وسوسوں کی جگہ آدمیوں کی دونوں آنکھوں اور دل میں ہے۔ اور عورتوں کی آنکھوں میں سامنے کے رُخ سے آتے ہیں۔ اور جب پلیٹھ پھیرتے ہیں تو ان کے چوتڑوں میں سو رہتے ہیں۔

خداوند تعالےٰ سے دعا ہے کہ ان کے اس شر سے ہر عورت اور مرد کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

دربیان حقوقِ استاذ و مشائخ

واضح ہو کہ فوقیت حق، استاذ و مشائخ برشاگردان خود تمامی حقداروں سے ان کا حق زائد ہے۔ اگر استاذ اور مشائخ کے حق سے کوئی روگردانی کرے گا، تو اس کی گردن میں طوق لعنت کا ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ شیطان نے اپنے مولا سے روگردانی کی تو عہدہ ملکی سے معزول ہو کر طوق لعنت میں گرفتار کیا گیا۔

قولہٗ تعالٰی قَالَ یٰاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

خداوند کریم فرماتا ہے کہ کہا ہم نے آدم علیہ السلام کو کہ اے آدم! تو ان فرشتوں کو خبر دے دے۔ یعنی تعلیم دے دے ہر ایک چیز کے نام ان فرشتوں کو سکھا دو۔ پس اس وقت حضرت حضرت آدم علیہ السلام نے ان فرشتوں کو تعلیم کر دی۔ یعنی ہر ایک چیز کے نام کی پس کہا اللہ پاک نے کہ اے فرشتو! میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ میں تم سے بہتر جاننے والا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ خدا پاک نے فرشتوں سے ہر ایک چیز کے نام کا سوال کیا۔ تو پھر فرشتے بتلانے سے عاجز رہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے حکم کیا، کہ تم ہر ایک چیز کا نام ان فرشتوں کو بتلاؤ۔ تو پھر حضرت آدم علیہ السلام نے خداوند کریم کے حکم کے مطابق ہر ایک چیز کے نام کی فرشتوں کو تعلیم سکھائی۔ تو پھر خداوند کریم نے کہا کہ اے فرشتو! میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ میں تم سے بہتر جاننے والا ہوں کہ میرا خاکی بندہ تم نوریوں سے مرتبے میں زیادہ ہوگا۔

خیر حاصل قصہ یہ ہے کہ جس وقت آدم علیہ السلام نے ہر ایک چیز کی تعلیم فرشتوں کو دے دی، تو پھر حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے استاذ ہو گئے، کہ پھر خداوند کریم نے فرشتوں

کو حکم دیا کہ اے زمرۂ فرشتو! حضرت آدم کے آگے سجدہ کرو۔ یعنی سجدۂ تحیت۔ اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام تمہارا استاذ ہوگیا، تو پھر استاذ کی تعظیم بجا لانی فرض ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ،

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط

کہا ہم نے کہ اے فرشتو! سجدہ کرو، حضرت آدم علیہ السلام کے آگے۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سجدۂ تحیت، مگر شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

تو جب اس نے اپنے مولا کے آگے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اسی وقت اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا گیا۔ تو اس لئے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے استاذ اور مشائخ کی کما حقہ ظاہر و باطن سے تعظیم بجا لائے اور امورات شریعت کے موافق۔ اگر کسی قسم کی نافرمانی اور تکبری کرے گا، تو اسی وقت اس کی گردن میں طوق لعنت ڈالا جائے گا۔

جاننا چاہیے کہ استاذ وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کے پاس سے علم شریعت کی تعلیم حاصل کی جائے۔ اور شیخ وہ شخص ہے کہ جس سے درس توحید و معرفت کی تعلیم حاصل کی جائے۔ ان دونوں کا حق اور حقداروں کے حقوق سے زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔ اسی لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ اُمَّتِهٖ وَ اِنَّمَا يَكُوْنُ الشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهٖ كَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ يُعَلِّمُهُمْ دِيْنَهُمْ كَمَا عَلَّمَ كُلُّ نَبِيٍّ اُمَّتَهٗ دِيْنَهُمْ وَمِنْ حَقِّ الْمُتَعَلِّمِ فِيْ حَقِّ مَنْ عَلَّمَهٗ خَيْرًا وَلَوْ حَرْفًا وَّاحِدًا اَنْ يَّحْتَرِمَهٗ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا لِكَوْنِهٖ مِثْلَ اَبِيْهِ بَلْ هُوَ اَوْلٰى

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ شیخ اپنے گروہ میں ایسا ہے کہ جیسے نبی اپنی امت میں۔ اور شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے، اس لئے کہ ان کو دین

سکھاتا ہے، جیسے ہر نبی نے اپنی امت کو دین سکھایا۔ اور شاگرد پر اس شخص کا حق ہے جس نے اسے بھلائی سکھائی ہو، اگرچہ ایک حرف سہی، یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں اس کی عزت کرے۔ کیونکہ وہ اس کے لئے باپ کی مثل ہے، بلکہ اس سے بہتر ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے،

رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے بیٹے کے لئے باپ۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے،

وَفِیْ اُخْرٰی اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ خَیْرُ الْاٰبَاءِ مَنْ عَلَّمَكَ وَسَبَبُ ذٰلِكَ اَنَّ الْمُعَلِّمَ یَقْصُدُ الْاِنْقَاذَ مِنْ نَارِ الْاٰخِرَةِ وَهُوَ اَهَمُّ مِنْ اِنْقَاذِ الْاَبَوَیْنِ لِوَلَدِهِمَا مِنْ نَارِ الدُّنْیَا وَلِذٰلِكَ كَانَ حَقُّ الْمُعَلِّمِ اَعْظَمَ مِنْ حَقِّ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّهُمَا وَاِنْ كَانَا سَبَبَیْنِ لِلْوُجُوْدِ، وَالْحَیٰوةِ الْفَانِیَةِ لٰكِنْ لَوْلَا الْعِلْمُ وَاِفَادَتُهٗ مَا هُوَ سَبَبٌ لِلْحَیٰوةِ الْاُخْرَوِیَّةِ الدَّائِمَةِ لَسَاقَ مَا حَصَلَ مِنْ جِهَتِهِمَا اِلَی الْاِهْلَاكِ الدَّائِمِ۔ ثُمَّ اَنَّهٗ لَمَّا كَانَ مِثْلَ الْاَبِ یَلْزَمُهٗ اَنْ یُجْرِیَ مُتَعَلِّمًا مَجْرٰی اِبْنِهٖ یُشْفِقُ عَلَیْهِ وَیَمْنَعُهٗ مِنْ تَجَاوُزِ مَرْتَبَتِهٖ اِلٰی مَرْتَبَةٍ لَمْ یَسْتَحِقَّهَا وَلَمْ یَجِیْ اَوَانُهَا وَیُبَیِّنُ لَهٗ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْعِلْمِ تَحْصِیْلُ سَعَادَةِ الْاٰخِرَةِ۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا باپ وہ ہے جو تجھ کو علم سکھائے۔ اور سبب اس کا یہ ہے کہ استاذ آخرت کی آگ سے بچاتا ہے۔ اور یہ دنیا کی آگ سے ماں باپ کا اپنے بچے کو بچانے سے زیادہ اہم ہے۔ اور اسی واسطے اپنے ماں باپ کے حق سے استاذ کا حق

زیادہ ہے۔ کیونکہ ماں باپ اگرچہ وجود اور حیات فانی کے سبب ہیں لیکن اگر استاذ کی تعلیم نہ ہوتی، کہ جو حیات اخروی دائمی کا سبب ہے، تو بیشک جو ماں باپ کی طرف سے حاصل ہوا ہے، ہمیشہ ہلاکت کی طرف لے جاتا۔ پھر جب وہ بجائے باپ کے ہوا تو اس کو لازم ہے کہ شاگرد کو بجائے بیٹے کے سمجھے اور اس پر شفقت کرے۔ اور اپنے مرتبے سے ایسے مرتبے کی طرف بڑھنے سے منع کرے، جس کا وہ ابھی مستحق نہیں ہوا۔ اور اس کا ابھی وقت نہیں۔ اور اس سے بیان کردے کہ علم سے مقصود سعادت اخروی ہے۔ ریاست اور عزت نہیں۔

حکایت

چنانچہ حکایت ہے کہ حضرت ابو یوسف نے جب ایک مدرسہ تدریس کے واسطے بلا اطلاع حضرت امام ابو حنیفہ کے مقرر کیا، تو امام ابو حنیفہ نے ان کے پاس آدمی بھیجا تاکہ اُن سے چند مسائل پوچھ آئے۔ اُن میں سے ایک مسئلہ یہ پوچھا تھا، کہ دھوبی نے کپڑے سے انکار کردیا۔ مگر پھر دھو کرکے آیا۔ کیا وہ دھلائی کا مستحق ہے یا نہیں۔ ابو یوسف نے کہا کہ مستحق ہے۔ اس شخص نے کہا کہ غلط ہے۔ پھر کہا مستحق نہیں ہے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ غلط کہا ہے۔ پس ابو یوسف حیران رہ گئے۔ تب اس شخص نے کہا کہ اگر انکار سے پہلے دھو چکا ہے، تو اجرت کا مستحق ہے، ورنہ نہیں۔ اور اسی طرح سے جتنے مسائل کا جواب دیا، سب میں غلطی پکڑ دی۔ تب ابو یوسف کو اپنی کوتاہی معلوم ہوئی۔ پس امام صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور جب وہ آئے تو ابو حنیفہ نے کہا کہ نہیں لایا تم کو مگر دھوبی کا مسئلہ۔ بے شک تو نے انگور پختگی سے پہلے توڑے۔

سبحان اللہ! کہ ایک شخص مدرسہ قائم کرکے اللہ کے دین میں گفتگو کرے، اور اس کا ایک مسئلہ ٹھیک نہیں جانتا۔ پھر فرمایا کہ جس کو یہ خیال ہو کہ علم سیکھنے کی مجھ کو حاجت نہیں، تو اپنے اوپر روئے۔ اور ان کے الگ ہوجانے کا سبب موافق بیان مناقب کردی کہ یہ ہوا

تھا کہ وہ سخت بیمار ہوئے اور امام ان کی عیادت کو گئے۔

اور فرمایا کہ مجھ کو اپنے بعد تجھ سے مسلمانوں کے حق میں بڑی امید تھی۔ البتہ تو مر گیا تو بہت بڑا علم مر جائے گا۔ پس جب وہ اچھے ہو گئے، تو اپنے دل میں خوش ہوئے اور مدرسہ تیار کیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ امام کے اس قول میں کہ مجھ کو اپنے بعد مسلمانوں کے لئے تجھ سے بڑی امید تھی، اشارہ ہے کہ شاگرد کو نہ چاہیئے کہ خود، اپنے استاد کے زمانہ میں بغیر اس کی اجازت کے مستقل ہو جائے۔ پس جب ان کو اپنا قصور ثابت ہو گیا، تو وہ مجلس چھوڑ دی اور ابوحنیفہ کے پاس آکر ان کی شاگردی شروع کر دی۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ آدمی ہمیشہ عالم رہتا ہے، جب تک علم حاصل کرتا رہے۔ پس جب یہ گمان کیا کہ میں سیکھ چکا تو اب جاہل ہو گیا۔

حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا:

كُلُّ مُتَعَلِّمٍ اِسْتَبَقَ لِنَفْسِهٖ رَأْيًا وَاخْتِيَارًا وَرَاءَ اِخْتِيَارِ الْمُعَلِّمِ فَاحْكُمْ عَلَيْهِ بِالْخُسْرَانِ ۝ جو شاگرد، استاد کی رائے اور اختیار کے علاوہ اپنی کوئی رائے اور اختیار قائم کرے، تو اس پر نقصان پانے کا حکم لگاؤ۔

لیکن استاذ کے حقوق کی نسبت فوقیت کی اور دلیل بیان کرتا ہوں، کہ اگر استاذ کا حق بر شاگردان خود نہ ہوتا تو حضرت وحی جبرائیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم بجا نہ لاتے۔ لیکن حضرت وحی جبرائیل کو خداوند کریم نے عقل کلی و علم باطنی سے بہرہ مند کیا ہوا تھا۔ تو پھر باوجود اس عقلی کلی و علم باطنی کی دانش سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعظیم بجا لائے تو معلوم ہوا کہ حق استاذ فرض عین ہے۔ خصوصاً وہ تعلیم جو حضرت وحی جبرائیل کو روحانی تھی۔ تو پھر حضرت وحی جبرائیل نے روحانی تعلیم کے ذریعے سے حق استاذ حضرت ابوبکر صدیق کا اپنے اوپر فرض سمجھ لیا۔ اور جو لوگ تعلیم لسانی علم شریعت کی حاصل کرتے ہیں، تو پھر کہتے ہیں کہ ہم بہ

استاذ کا کوئی حق ثابت نہیں ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الرِّجَالِ۔

حضرت جبرائیل اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی استاذی اور شاگردی کا قصہ پورے طور سے بمعہ تمثیل کے کتاب ملفوظاتِ نظامیہ میں درج کر چکا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ شاگرد اپنے استاذ اور مشائخ کے علم ظاہری و باطنی کی نسبت اپنے آپ کو خاکستر سے کم جانے۔ اور ظاہر و باطن سے اپنے استاذ کی تعظیم بجا لائے۔ اور یہ بھی گمان نہ کرے کہ میں اپنے مشائخ سے درس توحید و معرفت طے کر چکا ہوں۔ اب مجھے بھی عہدہ مشائخی کا ہونا چاہیئے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا۔

اگر یہ خیال کسی کے دل میں ذہن نشین ہوا تو وہ ورطۂ ضلالت میں غرقاب ہوا۔ ایسا ہی اگر ظاہری علم کی نسبت شاگرد نے وہم و خیال کیا کہ میں اپنے استاذ سے درس شریعت طے کر چکا ہوں۔ اب مجھے بھی عہدہ قضا و مفتیانہ ہونا چاہیئے کہ ایسے وہم کے مطابق سوائے خذلان کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اے شخص تو اپنے آپ کو لومڑی سے کمتر جان۔ اور اپنے استاذ اور مشائخ کو جنگلی شیروں سے زیادہ تر جاننا چاہیئے۔ پس جنگلی شیروں کے مقابلہ میں عاجز لومڑی کا کیسا ہی قدر ہوتا ہے۔ اور اس کی نسبت حضرت مولانا روم فرماتے ہیں، کہ اگر تیرے گوشِ دل ہیں تو ذرا حضرت مولانا روم کے کلام کی گوشگذاری کرنی چاہیئے۔ جو کہ ظاہری مثال حضرت مولانا روم ایک موش اور ایک شتر کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ لیکن موش سے مراد مولانا روم بیوقوف شاگرد کی پکڑتے ہیں۔ اور شتر سے مراد مرشد کامل پکڑتے ہیں۔ فافہم۔

تمثیل مثنوی شریف حضرت مولانا رومؒ

موشکے در کف مہار اشترے | در ربود و شد رواں او از مرے
اشتر از چستی کہ با او شد رواں | موش غرہ شد کہ ہستم پہلواں

بر شتر زد پرتو اندیشه اش — گفت بنمایم ترا تو باش خوش

تا بیامد بر لب جوئے بزرگ — کاندرو گشتے زبون پیل سترگ

موش آنجا ایستاده وخشک گشت — گفت اشتر اے رفیق کوه ودشت

این توقف چیست حیرانی چرا — پا بنه مردانه اندر جوئے را

تو قلاوزی و پیش آهنگ من — درمیان راه مباش وتن مزن

گفت این آب شگرف است وعمیق — من همی ترسم زغرقاب اے رفیق

گفت اشتر تا ببینم حد آب — پا درو بنهاد آن اشتر شتاب

گفت تا زانو ست آب اے کور موش — از چه حیران گشتی ورفتی زهوش

گفت موش پشت مارا اژدها است — کز زانو تا بزانو فرق ها است

گر ترا تا زانو است اے پرهنر — مرمرا صد گز گذشت از فرق سر

گفت گستاخی مکن بار دگر — تا نسوزد جسم وجانت زین شرر

تو مری با مثل خود موشان بکن — با شتر مر موش را نبود سخن

گفت توبه کردم از بهر خدا — بگذران زین آب مهلک مرمرا

رحم آمد مر شتر را گفت هین — برجه و برگدیان من نشین

این گذشتن شد مسلم مر مرا — بگذرانم صد هزاران چون ترا

چون پیمبر نیستی پس رو براه — تا رسی از چاه روزے تو بجاه

تو رعیت باش چون سلطان نه — کم مران چون مرد کشتیبان نه

چون نه کامل دکان تنها مگیر — دست خوش مے باش تا گردی خمیر

چونکه آنادیت نامد بنده باش — هیں مپوش اطلس برو در ژنده باش

اَنْصِتُوْا را گوش کن خاموش باش — چو زبان حق نگشتی گوش باش

در بگوئے شکل استفسار گو — با شهنشاهان تو مسکین وار گو

ابتدائے کبر وکیں از شہوت است — راسخی شہوتت از عادت است
چوں زعادت گشتہ محکم خوئے بد — خشم آید بر کسے کت واکشد
چوں کہ تو گل خوار گشتی ہر کہ او — واکشد از گل ترا باشد عدو
بت پرستاں چونکہ خو بابت کنند — مانعان بتاں را دشمنے اند
چونکہ کرد ابلیس خو با سروری — دید آدم را بہ تحقیر از خری
کہ بہ از من سرور دیگر بود — تاکہ او مسجود چوں من کے شود
سروری زہر است جز آں روح را — کہ بود تریاق لانے ز ابتدا
کوہ اگر پر مار شد باکے مدار — کہ بود اندر دروں تریاق زار
سروری چوں دماغت را ندیم — ہر کہ او بشکست شود خصم قدیم
چوں خلاف خوئے تو گوید کسے — کینہا خیزد ترا با او بسے
کو مرا از خوئے من برمے کند — خویش را بر من چو سرور میکند
چوں نہ باشد خوئے بد سرکش ودرد — کے فروزد از خلاف آتش درد
چوں نہ باشد خوئے بد محکم شدہ — کے فروزد از خلاف آتش کدہ
با مخالف او مدارا مے کند — در دل خویش را جامے کند
زانکہ خوئے بد بگشت استوار — مور شہوت شد زعادت ہم چو مار
مار شہوت را بکش در ابتدا — ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
لیک ہر کس مور بیند مار خویش — تو ز صاحبدل بکن استفسار خویش
تا نشد زر مس نداند من مسم — تا نشدہ دل نداند مفلسم
خدمت اکسیر کن مس وار تو — جور کش اے دل از دلدار تو
کیست دلدار اہل دل نیکو بداں — کہ چوں روز و شب جہاند از جہاں
عیب کم گو بندۂ اللہ را — متہم کم کن بدزدی شاہ را

ور نہ باشی ہیچ ہیچ از ہیچ اں
پس بردہر دیو باشی مستہاں

بدمذہب رندوں و تن پرست نفس پروروں کا بیان

جاننا چاہیئے کہ زمانہ حال میں اکثر طائفاں رنداں غیر مذہب سخت غداری سے مخلوقات کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور ان کا پیشہ قول و فعل کا یہ ہے کہ جو شخص امورات فرضیہ نماز حج زکوٰۃ روزہ ماہ رمضان المبارک وغیرہ ریاضات نفلیہ و عبادات بجا لاتا ہے، تو رندوں کا طائفہ ان کا دشمن ہوتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ظاہری علوم میں بے مقصود گرفتار ہیں مگر باطن کی ان کو کچھ ذرا بھی خبر نہیں ہے۔ اور جب رندوں کے طائفہ کو کہا جاتا ہے کہ نامشروعات قبیح باتوں اور کاروبار سے باز آجاؤ اور خدا پاک کی وحدانیت کو تسلیم کر کے رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کر کے امورات فرضیہ کو یعنی نماز روزہ وغیرہ احکام شرع محمدیہ کو پورے طور سے بجا لاؤ، تو نائب رسولیہ کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے ملّا! تمہارا کاروبار ظاہری جسم سے ہے، جیسا کہ تم ظاہری علوم دینیہ میں گرفتار ہو۔ اور ہمارا کام صرف باطن ہی ہے۔ اور باطن میں ہر وقت خدا پاک سے واصل رہتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ اے ملا! تم لوگ فقر سے بے خبر ہو۔ کہ ہمارے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنی چاہیئے۔ اور گاہے گاہے اپنے آپ کو خدا بھی کہلاتے ہیں۔ اور جو نیکی بدما در جہاں وارد ہوتی ہے، تو اس کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ اور کبھی کبھی حقہ نوشی بدمذہب کرتے ہوئے خدا تعالےٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتے ہیں۔ لیکن باوجود ان اوصاف قبیحہ کے اپنے آپ کو اولیاء بھی کہلاتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ کہ اس گمراہ طائفہ کو کسی سے بھی حیا نہیں آتی کہ کس طرح قبیحہ اوصاف کی نسبت

اولیائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

جب طائفہ رندوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ تم کون سا طریقہ رکھتے ہو تو پھر کہتے ہیں کہ طریقہ قادریہ حضرت غوث الاعظم کا ہم رکھتے ہیں۔

اس بات کو تو غور سے ذرا خیال کرنا چاہیئے کہ یہ بے حیا بدمذہب کس طرح سے اپنے افعال قبیحہ اور بدفعلیوں کو حضرت غوث الاعظم کی جانب اطلاق کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ حضرت غوث الاعظم کا اسم مبارک حضرت محی الدین کیوں رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے رسولی دین مبارک کو زندہ کیا ہے، تو پھر محی الدین اسم مبارک رکھا گیا ہے۔ تو یہ رندوں کا طائفہ دین کی بنیاد کو گرانے والے اور شریعت کو قطع کرنے والے ہیں۔ تو پھر کس طرح کہتے ہیں کہ ہم قادری ہیں۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے کیسی ہی سخت عبادات اور ریاضات شاقہ کی ہیں کہ ایسی عبادات اور ریاضات کرنے کی زمانہ حال میں انسانوں میں سے کسی انسان کو طاقت نہیں ہے۔ مگر ایسی شاقہ عبادات، زہد و ریاضات کرنے کی فرشتوں کو بھی طاقت نہیں ہے کہ حضرت غوث الاعظم محبوب الٰہی کی طرح عبادات الٰہی کو کما حقہ بجا لائیں، تو پھر یہ رندوں کا طائفہ ایسی شاقہ عبادات، زہد و ریاضات فرضیہ و نفلیہ کو ترک کرکے کس طرح سے حضرت غوث الاعظم قطب ربانی کی دامنگیری کا دعویٰ کرتے ہیں۔

لیکن یہ ان کا محض بہتان ہے کہ حضرت سلطان غوث الاعظم نے ایسی شاقہ عبادت کی تھی کہ اکثر معتبر کتابوں میں لکھا ہوا پایا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی مولانا شیخ سلطان سید محمد عبدالقادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابتدائے عمر سے چالیس برس تک ہماری عبادت کا یہ حال تھا کہ تمام رات سے ایک دم بھر بھی بستر خواب پر آرام نہ کرتے تھے اور عشار کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی جاتی تھی اور رات بھر میں کبھی اتفاق بول و غائط وغیرہ کا نہ ہوتا تھا کہ جس کے باعث وضو ٹوٹ جانا ظہور میں آتا۔ اور روزمرہ کا یہ طریق

تھا کہ جب عشا کی نماز ادا کر لیتے، تو ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن شریف کا ختم شریف کر کے پھر تہجد کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ پھر صبح تک ذکر نفی و اثبات اور مراقبہ میں وقت بسر کر کے پھر صبح کی نماز ادا کی جاتی تھی۔ اور دن بھر طلباء و علماء کی تعلیم و تلقین میں گذرتا، کہ جس سے ہزاروں لوگ فیض پاتے۔ غرضیکہ تمام رات خالق کی عبادات اور سارا دن خلقت کی خدمت میں گذر جاتا تھا۔ مگر آپ کھانے پینے کی طرف توجہ بہت کم فرماتے تھے۔ لیکن چالیس چالیس روز کا روزہ رکھتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم ایک ویرانہ جنگل میں اور عبادات الٰہی میں مصروف و مشغول تھے تو ایک نورانی شخص ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ تم کسی سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ ہم نے کہا کہ جو کوئی بندہ سے دوستی کرے گا، بندہ بھی اسی کا دم بھرے گا۔ اس نے کہا کہ بہت بہتر اگر آپ بھی محبت کے طالب ہو تو جب تک میں پھر نہ آؤں، تم یہاں ہی ٹھہرے رہنا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اور ہم اس کی انتظار میں ایک سال تک وہاں ٹھہرے رہے۔ جب سال گذرنے کے بعد وہ شخص واپس آیا تو پھر وہی کلمہ کہہ کر واپس چلا گیا۔ جب تیسری مرتبہ آیا، تو کھانے کا طبق ہمراہ لایا۔ اور کہا کہ بے شک تم پورے دوست یعنی دوستی کے پورے ہو کر میں خضر ہوں اور خدا کی طرف سے مامور ہوں کہ تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں۔ چنانچہ ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ اور ان تین سال کے عرصہ گذشتہ میں خوراک اور قوت ہمارے جسم کی صرف ذکر الٰہی تھا۔ اور نہ طبیعت کھانے کی طرف مائل ہوتی تھی۔

اور نیز روایت ہے کہ فرمایا حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی نے کہ ایک مرتبہ عبادات اور زہد و ریاضات شاقہ کی وجہ سے، ہم نے اپنے خدائے پاک کے ساتھ یہ عہد کیا کہ کھانا نہ کھائیں گے۔ کہ جب تک کوئی لقمہ اٹھا کر ہمارے منہ میں نہ رکھے گا۔ اور پانی نہ پئیں گے، جب تک کوئی جام پانی کا ہمارے منہ کو نہ لگائے گا۔ اس کے بعد اسی حالت میں چالیس روز گذر گئے۔ اکتالیسویں روز ایک شخص نے کھانا لا کر ہمارے روبرو رکھا۔ ہر چند نفس نے اس وقت چاہا کہ لقمہ اٹھا لوں

مگر ہم اسی عہد پہ قائم رہے۔ اور نفس کی خواہش پر کچھ خیال نہ کیا۔ نفس نے فریاد وزاری شروع کی اور الجوع الجوع نفس نے پکارا۔ اس وقت شیخ مولانا ابو سعید مخدومی قدس سرہ سرراہ چلے جاتے تھے۔ ہمارے نفس کی فریاد سن کر بولے کہ یہ کس مظلوم کی فریاد ہے، آواز ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ ہمارے نفس طماع و گرسنہ کی آواز ہے۔ اگرچہ یہ بے قرار ہے مگر روح ہنوز برقرار ہے کہ وہ طالب دیدار دلدار ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اپنے نفس کو مت ستاؤ اور ہمارے ہمراہ چلے آؤ۔ ہم نے جانے میں تامل کیا۔ اتنے میں حضرت خضر آئے۔ اور کہا کہ چلو، شیخ تمہارے آنے کے منتظر ہیں۔ پس ہم شیخ کے گھر گئے۔ دیکھا کہ شیخ دروازے پہ ہمارے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کہ ہمارا کہنا تمہارے واسطے کافی نہ تھا کہ خضر کو تم نے تکلیف دلوائی۔ شیخ، ہم کو اپنے مکان میں لے گئے۔ اور کھانا لا کر اپنے ہاتھ سے کھلایا، پانی پلایا۔ جب نفس کی خواہش پوری کی تو ہم کو اپنی بیعت سے سرفراز کر کے خرقہ فقر کا پہنایا۔ اور رخصت کیا۔

اور نیز روایت ہے کہ حضرت ابوالعباس سے ایک روز حضرت خضر، حضرت غوث الاعظم کی محفل میں تشریف لائے۔ اور توحید کے مسائل میں گفتگو شروع کی۔ پہلے آپ حضرت خضر کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ پھر انہوں نے سوالات شروع کئے۔ تو حضرت خضر لاجواب ہو گئے۔ حضرت غوث الاعظم نے متبسم ہو کر فرمایا۔ کہ آپ کو علم الٰہی میں بڑا دعویٰ تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا اَلَمْ اَقُلْ لَكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًاo اب آؤ تم خضر نبی ہو۔ اور میں امت محمدی سے ایک ولی ہوں۔ اور دیکھو کہ میرا گھوڑا زین کیا ہوا اور کمان زہ کی ہوئی ہے۔ توحید کے میدان میں کیا جولان دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ تم میرے روبرو نہ ٹھہر سکو گے کہ جس طرح نے حضرت موسیٰؑ تمہارے روبرو نہ ٹھہر سکے تھے۔ حضرت خضرؑ یہ تقریر سن کر حیران ہوئے۔

اے دل سنگیں! ذرا بیدار ہو۔ کہ تجھ کو کس طرف جانا تھا، اور اپنے گھوڑے کو تیز رفتاری

سے کدھر کو لے جا رہا ہے۔ اور تم اپنے گھوڑے کی باگ ڈور کو اپنے اصلی قصہ کی طرف موڑ دو کہ جو رندوں کا طائفہ ہے۔ اور ان سے جذبات شیطانی کے ذریعے سے جو خوارق عادات ظاہر ہوتے ہیں۔ پس خوارق عادات کو رندوں کے تابعدار کرامت جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ بے خبر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کرامت نہیں ہے۔ بلکہ استدراج ہے۔ اسی واسطے کہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک رند کی نسبت اعلان کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ آباد کی گرد نواح میں جو کہ ایک ٹکڑا بغداد شریف کا ہے۔ ایک کافر بہت ہی مالدار ذی عزت شان و شوکت، جاہ و حشمت کا تھا۔ اور دین اسلام کے قبول کرنے سے انکار کرتا تھا، اور اہل اسلام سے ضد اور عناد رکھتا تھا۔ اور ایک اہل اسلام سے بہت سا لشکر ہمراہ لے کر کافر کے اوپر چڑھائی کر کے، مقابلہ کرتے ہوئے اس کو مغلوب کر لیا۔ تو پھر اہل اسلام حاکم نے اس کو کہا کہ تو دین اسلام کو قبول کرے گا تو بہتر، ورنہ تجھ کو فوراً قتل کیا جائے گا۔ تو اس کافر نے اہل اسلام کے حاکم کو جواب دیا کہ بر من ستم و جفا کشی تم نہ کرو۔ اور میرا آپ کے ساتھ یہ عہد و پیمان ہے کہ جب تک اہل اسلام کے ولیوں سے کوئی ولی مجھ پر کرامات ظاہر نہ کریں گے، تب تک میں اسلام کو قبول نہ کروں گا حتیٰ کہ آپ پہلے ہی مجھے قتل کر دیں۔ آخر الامر حاکم اہل اسلام نے مجبور ہو کر حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جملہ حقیقت بیان کر کے عرض کی کہ یا حضرت! ایک کافر نے میرے ساتھ یہ عہد و پیمان کیا ہے کہ جب تک اہل اسلام کے ولیوں سے کوئی مجھ پر کرامت ظاہر نہ ہو گی، تب تک میں دین اسلام کو قبول نہ کروں گا۔ جب حضرت غوث الاعظم نے احاکم اہل اسلام کا یہ تمام ماجرا سنا تو پھر آپ نے گذشتہ اولیاء سالکین زندوں اور مدفون شدہ کی طرف باطنی رجوعات سے مخاطب ہو کر کہا، کہ اے ولیو! ایک کافر نے یہ عہد و پیمان کیا ہے کہ جب تک اہل اسلام کے ولیوں سے کوئی کرامت نہ دیکھوں گا، تب تک دین اسلام کو قبول نہ کروں گا۔ اگر تم کو روحانی طاقت موجود

ہے تو اس کافر کو باطنی قوت سے دین اسلام میں لے آؤ۔ تو حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم باطنی رجوعات سے اس طرح مذاکرات کر رہے تھے، تو ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک رند مسجد شریف میں داخل ہوا، تو بے دریغ ہو کر باوجود بصد شان و شوکت سخت جذبہ سے حضرت محبوب سبحانی سے حقہ طلب کیا۔ کہ جلدی سے حُقّہ پلاؤ۔ اور حضرت غوث الاعظم نے اس وقت حقہ کشی و ہر ایک نشہ جات کے اسبابوں کو شکست کر کے ان کے استعمال کرنے کی بہت ہی سخت ممانعت کی ہوئی تھی۔ اور آپ نے حقہ کشی اور اس کے علاوہ ہر ایک نشہ جات کی نسبت یہ حکم صادر کیا ہوا تھا کہ یہ سب نشہ جات صریحاً حرام ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے اسباب بھی نیست و نابود کر دیئے ہوئے تھے۔ مگر مہمان کی خاطر آپ حیران ہوئے۔ اس حدیث شریف کے مطابق کہ اَكْرِمِ الضَّيْفَ وَلَوْ كَانَ كَافِرًا۔ (فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ مہمان کی عزت کرو اگرچہ کافر ہی ہو) حضرت محبوب سبحانی متفکر ہی تھے، تو پھر رند نے ناگاہ بے دریغ سخت جذبہ سے کہا، کہ امروز کسی حاجت مشکل کشائی کے واسطے دعا خیر فدکار ہے، تو ہم کو جلدی سے حقہ پلاؤ۔

ایک جولاہا آپ کی خدمت مبارک میں کھڑا تھا، تو اس نے مؤدبانہ عرض کی کہ یا حضرت اگر آپ قصور کو معاف فرمائیں تو میں آپ کے مہمان کو حقہ کہیں سے لا کر پلا دوں، مگر اس کا دستیاب ہونا دشوار ہے۔ اس لئے کہ آپ نے اس کے استعمال کرنے کی سخت ممانعت کی ہوئی ہے۔ مگر یہ شرط ہے کہ اس مہمان کو حقہ پلاتے ہی آپ مجھے بھی درجہ غوثیت تک پہنچا دیں۔ مگر آپ نے بافندہ کے ساتھ وعدہ کیا کہ تو جس وقت رند مہمان کو حقہ پلائے گا تو پھر میں اس کو اسی وقت درجۂ غوثیت تک پہنچا دوں گا۔

پھر وہ بافندہ بخت تابندہ بہت ہی جلدی سے دوڑ کر تلاش کر کے حقہ لایا۔ اور اس رند کو پلایا۔ تو پھر حضرت غوث اعظم نے اپنے وعدے کے مطابق بافندہ کو درجۂ غوثیت تک پہنچا کر واصل حق کر دیا۔ کہ جب علمائے دین متین نے یہ ماجرا سنا کہ حضرت

غوث الاعظم نے رند مہمان کی خاطر داری کے لئے قبیح نشہ جات حقہ کشی وغیرہ جائز کر دیئے ہیں۔ اور بغداد شریف کے گرد و نواح کے علماء و فضلاء قافلہ در قافلہ دین نبوی کی حمایت کے لئے غیرت جوش و خروش سے اس رند کی زجر و توبیخ کے لئے جمع ہو کر آنحضرت محبوب سبحانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قدمبوسی حاصل کی کہ جب اس رند نے خبر پائی کہ علماء و فضلا کچھ اس کو زجر و توبیخ دینے کے واسطے آگئے ہیں۔ تو رند یہ سنتے ہی علمایان دین متین کی ہلاکت کے واسطے بہت ہی غصہ میں آیا۔ اور علماء دین کی دہشت کے مارے شہر بغداد شریف کے ایک گوشہ میں بھاگ کر چلا گیا۔ تو حضرت محبوب سبحانی نے بقوت روحانی بہت جلدی سے اپنی پاپوش کو رند کی جگہ پھینک دیا۔ پھر وہ رند شہر کے دوسرے گوشہ کو چلا گیا، تو پھر آنحضرت غوث الاعظم نے اپنی دوسری پاپوش کو رند کی جگہ پھینک دیا۔ حتیٰ کہ تیسرے گوشے مسواک مبارک و بگوشہ چہارم شہر کے اپنے شانہ مبارک کو پھینک دیا، تو آنحضرت مولانا محبوب سبحانی نے بقوت روحانی معلوم کیا کہ رند بہت ہی سخت غصہ میں آکر علمائے دین کی ہلاکت کے واسطے ہوا میں آسمان کی طرف اُڑ گیا ہے۔ جب حضرت نے بقوت روحانی بجانب آسمان نظر فرمائی، کہ علمایان دین کی ہلاکت کے واسطے آفتوں اور بلاؤں کا ہجوم چلا آتا ہے۔ تو پھر آنحضرت محبوب سبحانی نے اپنی تسبیح مبارک کو بطرف آسمان ہوا میں پھینک دیا۔ تو وہ آفات و بلیات نازل شدہ غائب ہو گئیں۔ اور اس تسبیح مبارک نے رند کو مارتے مارتے ہی زبردست کرتے ہوئے زمین پر گرا دیا کہ جب علمایان دین نے یہ ماجرا دیکھا، اور سنا تو آنحضرت غوث الاعظم کی خدمت بابرکات میں عرض کی آپ نے اتنی اشیاء کیوں پھینکی تھیں۔ یہ کیا وجہ ہے۔ آپ ہمیں بھی ذرا آگاہ فرمائیں۔

تو پھر آپ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تسبیح مبارک اور وغیرہ وغیرہ اشیاء اس لئے پھینکی تھیں کہ تم اس رند کی اذیت سے محفوظ رہ جاؤ۔ اگر میں اپنی اشیاء کو نہ پھینکتا تو اس رند نے استدراج کے ذریعہ سے تمام شہر اور تمہاری ہلاکت کے واسطے

قصد کیا ہوا تھا۔ اسی واسطے میں نے اپنی اشیاء کو پھینک دیا تھا۔ تو پھر آنحضرت نے اس رند کو مغلوب کر کے قافلہ اولیائے بغداد شریف کو بمعہ رند کے کرامت کے ظہور کرنے کے لئے اس کافر کی طرف بھیجا۔ تو پھر یہ قافلہ اولیاء بمعہ اس رند کے اپنی اپنی کرامات کا ظہور کرتے ہوئے اس کافر کے پاس پہنچے۔

اس کافر نے اپنی لڑکی ثانی حور و پری کو آراستہ و پیراستہ زیورات سے کر کے اولیاؤں کی فریب بازی کے واسطے رکھی ہوئی تھی۔ تو پھر تمام اولیاء الگ الگ اپنی اپنی کرامات کا ظہور کرتے ہوئے اس کافر کے سامنے آتے تھے۔ لیکن اس لڑکی کے جمال کو دیکھتے ہی مدہوش ہو جاتے تھے۔ آخرالامر رند کی نوبت پہنچی، تو وہ بھی لڑکی کے جمال سے مدہوش ہو گیا۔ تو جس وقت آں حضرت محبوب سبحانی نے بقوت نظر روحانی باطنی، معلوم کیا کہ کافر نے قافلہ اولیاء کو بمعہ رند کے فریب اور دھوکا بازی سے مغلوب کر دیا ہے، تو فوراً آں حضرت شیخ سلطان محمد محی الدین بہ زور کرامت اور قوت باطنی سے کافر اور اس کی دختر کی طرف باطنی توجہ کرنے والے ہوئے، مگر آپ نے اپنے عبادت خانے ہی سے مراقبہ کے ذریعہ سے باطنی توجہ فرمائی، تو ناگاہ کافر کی لڑکی بمثل حور و پری نے اپنے باپ کو کہا، کہ اس جگہ میں آنحضرت غوث الاعظم کی اولاد گرامیہ نامیہ میں سے کوئی تشریف آور ہوا ہے یا کہ آنحضرت خود یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس واسطے کہ ہم کو اپنی پشت سے خوشبو آرہی ہے۔ تو پھر ناگہانہ آنحضرت غوث الاعظم اس لڑکی پر باطنی طور سے جلوہ گر ہوئے تو وہ لڑکی حیرت زدہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔

پھر آپ نے بزور کرامت و قوت روحانی جذبہ باطنی سے فوراً مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بچی ادھر آؤ۔ پھر اس لڑکی نے ندا مبارک مؤثر شدہ کو گوش گذار کیا۔ صرف یہی آواز مبارک سنتے ہی شائقانہ طور سے فریفتہ ہو کر فوراً دین اسلام کو قبول کر لیا، تو پھر اس لڑکی نے قرآن شریف کو نوک زبان سے الحمد سے لے کر والناس تک حافظ قاریوں کی مانند آنحضرت غوث

الاعظم کو سنا دیا۔ مگر یہ صرف آنحضرت غوث الاعظم کی باطنی کرامات کا نمونہ ظہور میں آیا۔ تو پھر اس کافر نے جب یہ باطنی جذبہ آنحضرت غوث الاعظم کا دیکھا تو بمعہ جملہ متعلقان اور رند کے بہت جلدی سے بشرفِ اسلام مشرف ہوئے۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب۔

سالک اور احمق میں فرق کا بیان

شائقان بزرگان اہل طریقہ کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ سالک میں کون سے اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہیں۔ اور احمق میں کون سے اوصاف برے ہیں۔

سالک سے مراد ہوشیار در امورات دینیہ متینیہ محمدیہ کو مجالس الابرار والے کا قول پکڑتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہی صحیح اور درست نہ ہے۔ سالک سے مراد مرد ہوشیار در امورات دینیہ متینیہ ہے جیساکہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَہٗ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ۔

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہوشیار مرد وہ ہے جو اپنی جان کو ذلیل رکھے اور آخرت کے واسطے عمل کیا کرے۔ اور احمق وہ ہے کہ اپنے نفس کو مراد ہوس کے پیچھے لگائے اور اللہ پاک سے آرزوئیں کیا کرے۔

یہ حدیث شریف مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے۔

شداد بن اوس کی روایت ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ عاقل وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب رہے، اور اس کو دبائے اور محاسبہ کرے اور دیکھے کہ آخرت کے لئے کیا عمل کیا ہے۔ پس اگر پائے کہ نیک عمل کیا ہے تو خدا تعالے کا شکر ادا کرے۔ اور زیادتی کی کوشش کرے۔ اور اگر اس کو پائے کہ برا کام کیا ہے، تو توبہ و استغفار میں مشغول ہو جائے۔ اور طاعات کی

طرف متوجہ ہو کر اپنے حال کی درستی کرنے میں جو میدان قیامت کی گھاٹیوں سے نجات دینے والی اور موت کے بعد بلند درجوں پر پہنچانے والی ہیں۔ اور بے وقوف وہ ہے کہ جس پر نفس غالب آ گئے۔ اور وہ اس کا تابع ہو جائے۔ اور نفس جو چاہے محرمات و منہیات میں سے اس کو دے اور اللہ پاک سے یہ تمنا کرے کہ اس کو بخش دے۔ بلا توبہ و استغفار اور اپنا حال درست کئے بغیر جنت میں داخل کر دے کہ یہی غرور ہے۔

غرور احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی کے بیان کے موافق نفس کا مطمئن ہو جانا ہے اس چیز کی طرف، جو ہوا و ہوس کے موافق ہو۔ مگر طبیعت اس کی طرف راغب ہو۔ بسبب شبہ و شیطانی مکر کے۔ پس جو شخص کسی شبہ فاسد سے یہ اعتقاد کرے کہ میں بھلائی پر ہوں۔ فی الحال یا آخر کو تو وہ دھوکے میں گرفتار ہے۔ اور اکثر لوگ اپنے دل اپنے حال کو بہتر سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ خطاوار اور گنہگار ہوتے ہیں۔ پس وہ دھوکے میں ہیں۔ اگرچہ جہات اور طریقے دھوکے کے مختلف ہیں۔ اور ان کے درجے کم زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ بعض کا دھوکا بعض سے زیادہ ظاہر اور بہت ہوتا ہے۔ پس بعضے کو تو زندگی میں دھوکے میں ڈالا۔ اور بعضے کو اللہ پاک پر شیطان نے دھوکا دیا۔ پھر وہ لوگ کہ جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ نقد ادھار سے بہتر ہے۔ اور دنیا تو نقد ہے۔ اور آخرت اُدھار ہے۔ لہٰذا دُنیا بہتر ہے۔ پس دنیا کا اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ استدلال فاسد ہے۔ اور ابلیس کے قیاس کے مشابہ ہے کہ اس نے حضرت آدمؑ کے حق میں کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ کیونکہ مجھ کو بنایا تو نے آگ سے، اور اس کو بنایا خاک سے۔ اور انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے بقولہ تعالیٰ،

اَلَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ (جن لوگوں نے خریدی دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے، سو وہ نہ ہلکا کیا جائے گا، ان سے عذاب اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔)

اس دھوکے کا علاج نرے ایمان کی تصدیق ہے یا تصدیق برہانی۔ پھر نرے ایمان کی تصدیق تو یہ ہے کہ ان آیات کی تصدیق کرے جو کہ قرآن مجید میں آئی ہے۔ بقولہ تعالےٰ۔

مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَاعِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔)

اور اللہ تعالےٰ کا یہ قول،

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (اور آخرت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی۔)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (اور نہیں ہے دنیا کا جینا، مگر غرور کا سامان۔)

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر کفار کو سنائی۔ انہوں نے سچ مانا۔ اور اس پر ایمان لائے۔ اور کوئی دلیل آپ سے طلب نہ کی۔ اور یہ ایسا ایمان ہے کہ عوام کو دھوکے سے نکال دیتا ہے۔ رہی تصدیق برہانی سو وہ یہ ہے کہ اس قیاس کے فساد کی وجہ معلوم کریں جو کہ ابلیس نے اپنے دل میں مرتب کیا تھا۔ کیونکہ جو ہر دھوکے میں آنے والے دھوکے کا سبب ہوتا ہے، وہ سب اس کی دلیل ہوتی ہے۔ اور ہر دلیل ایک طرح کا سبب ہوتا ہے، جو دل میں آتا ہے۔ اس پر اطمینان کا باعث ہوتا ہے۔ اگرچہ قیاس کرنے والے کو اس کی خبر نہ ہو۔ اور علماء کی عبارت میں اس کو مرتب کرنے پر قادر نہ ہو پس وہ قیاس جو شیطان نے اس مغرور کے دل میں مرکب کیا ہے، دو اصل سے مرکب کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ دنیا نقد ہے اور آخرت اُدھار ہے۔ یہ تو صحیح ہے۔ اور دوسری یہ کہ نقد اُدھار سے بہتر ہے۔ مگر یہ دھوکے کی جگہ ہے۔ کیونکہ مطلقاً یوں نہیں ہے۔ بلکہ نقد اگر مقدار اور مقصود میں ادھار کے برابر ہو تب تو نقد اس سے بہتر ہے۔ اور نقد کم ہو ادھار سے تو پھر نقد سے ادھار بہتر ہے۔ کیونکہ یہ مغرور اپنی تجارت میں نقد ایک روپیہ خرچ کرتا ہے کہ دس روپیہ آئندہ کو حاصل کرے۔ اور یہ نہیں کہتا ہے کہ نقد ادھار سے بہتر ہے۔ اور ایسے ہی اگر طبیعت میوے

اور لذیذ کھانوں سے منع کردے تو آئندہ کی تکلیف مرض کے خوف سے زائی الحال چھوڑ دیتا ہے۔ اور سب تاجر دریا کا سفر کرتے ہیں، اور سفر کی مشقتیں بالفعل گوارا کرتے ہیں۔ آئندہ کے منفعت وآرام اور لذت کے لئے۔ پس جب آئندہ کے دس حال کے ایک سے بہتر ہوئے۔ اور ایسے آئندہ کے منفعت راحت اور لذت حال کے الم اور مشقت سے بہتر ہوا۔ پس دنیا کی لذت اور راحت کو باعتبار زندگی کے آخرت کی مدت کے بہ نسبت اس پر قیاس کرے۔ کیونکہ انسان کی غایت سے غایت عمر سو برس کی ہوتی ہے کہ اس سے بہت کم بڑھنے پاتا ہے۔ اور مدت آخرت کی ہزارویں حصہ کا سواں حصہ بھی نہیں ہے۔ گویا کہ اس نے ایک کو دس لاکھ لینے کے لئے ترک کیا۔ بلکہ بے نہایت لینے کے واسطے۔ تو باعتبار مدت کے ہے۔ اور باعتبار خوبی قسم کے سو دنیا کی لذتیں طرح طرح کی تکلیفوں اور سختیوں سے مکدر ہیں۔ اور آخرت کی لذتیں صاف اور بے کدورت ہیں۔ لہذا اس کی غلطی اس قول میں صاف ظاہر ہوتی ہے، کہ نقد ادھار سے بہتر ہے۔ تو اس وقت شیطان ایک اور قیاس کی طرف لوٹتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یقین شک سے بہتر ہے۔ اور دنیا تو یقینی ہے اور آخرت میں شک ہے۔ لہذا شک سے یقین کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ قیاس پہلے سے بھی فساد میں زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کی دونوں اصلیں باطل ہیں اس لئے کہ یقین جب ہی بہتر ہوتا ہے کہ شک کی مثل نہ ہو نہ کہ مطلقاً۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ سوداگر تو مشقت پر یقینی ہے۔ اور فائدہ ہونے میں شک پر ہے۔ اور ایسے ہی بیمار بدمزہ اور کڑوی دوا پیتا ہے۔ اور وہ تلخی دوا کے اعتبار سے تو یقین پر ہے اور صحتیاب ہونے میں شک پر ہے، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ کڑوی دوا کا رنج بہ نسبت زیادتی مرض کی تکلیف کے کم ہے، جو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔ پھر جس کو آخرت کی بات میں شک ہو تو اس کو واجب ہے کہ وہ یوں کہے کہ چند روز آخر حیات تک صبر کرنا بہ نسبت اس کے مقابل یعنی آخرت کے کم ہے۔ پس اگر وہ حال جو آخرت کے بارہ میں کہتے ہیں، جھوٹ نکلا، تو میرا سوائے عیش زندگانی کے کچھ نہیں گیا۔ اور بیشک میں ازل سے اب تک نابود رہی تھا۔

سو میں سمجھوں گا کہ میں معدوم ہی رہا۔ اور عیش نہیں کیا۔ اور اگر وہ جو اس بارہ میں کہتے ہیں سچ ہوا، تو میں زمانہ دراز تک آگ میں رہوں گا۔ اور اس مصیبت کی برداشت کرنے کی طاقت ہرگز نہیں ہے۔

اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ملحد منکر آخرت سے کہا تھا کہ جو کہتا ہے اگر سچ ہوا تو تم بھی بچے اور ہم بھی بچے۔ اور اگر ہمارا قول حق ہوا تو ہم بچے، اور تم ہلاک ہوئے۔ اور یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آخرت میں شک کی راہ سے نہ تھا، بلکہ ملحد سے اس کی عقل کے موافق کام کیا۔ اور اس کو ظاہر کر دیا کہ اگر وہ نہیں یقین رکھتا تب بھی وہ دھوکے میں ہے۔ اور اس قیاس کی دوسرے اصل یعنی آخرت مشکوک ہے، یہ بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ مومن کے نزدیک تو وہ یقینی ہے۔ اور اس کے ایمان کو شیطان فریب سے دفع کر دیتا ہے۔ مگر اتنا ہے کہ جب اس نے احکام الٰہی کو چھوڑ دیا۔ اور اعمال صالح کو ضائع کر دیا کہ معاصی و منکرات میں مبتلا ہوا تو اس دھوکے میں کفار کا شریک ہو گیا۔ کیونکہ اگرچہ آخرت کو دنیا سے بہتر ہونے کا وہ اقرار کرتا ہے۔ لیکن دنیا کی طرف راغب ہوا۔ اور دنیا کو آخرت پر پسند کر لیا ہے۔ اور اس بات کا مستحق ہوا، کہ کفار کی طرح دوزخی ہوں۔ مگر اس کا حال زیادہ خفیف ہے۔ کیونکہ اصل ایمان عذاب ابدی سے اس کو بچائے گا۔ اور دوزخ سے اس کو نکال دے گا۔ اگرچہ کچھ مدت کے بعد سہی، مگر اتنا فائدہ تو نرے ایمان کا ہے۔ اور با مقصود میں کامیاب ہونا۔ سو اس میں صرف ایمان کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ عمل صالح کا بھی ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آیات قرآن کی اس پر دلالت کرتی ہیں، کہ ان میں سے ایک یہ ارشاد بھی ہے۔ لقولہ تعالےٰ،

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی۔

اور میں بہت بخشنے والا ہوں اسے کہ جس نے توبہ کی یقین لایا اور کئے بھلے کام اور پھر راہ پر آیا۔

قولہ تعالےٰ إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

(بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیکی کرنے والوں کے۔

قولہ تعالےٰ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔

قسم ہے عصر کے وقت کی ۔ بے شک انسان ٹوٹے میں ہے ، مگر وہ جو یقین لائے اور کئے بھلے کام ۔

پس کتاب اللہ میں وعدہ ہے بخشش کا ایمان اور عمل صالحہ پر دونوں پر موقوف ہے ۔ صرف ایمان پر نہیں ۔ پس جس نے یہ اقرار زبان سے کیا کہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے پھر عمل خیر ترک کئے اور معاصی میں مشغول ہوا ، تو وہ دنیا کے دھوکے میں ہے ۔ اور دنیا میں خوش ہے اور اس کی محبت میں گرفتار ہے ۔ اور دنیا کی لذت فوت ہو جانے کے خوف سے موت کو ناپسند کرتا ہے ۔ نہ کہ آخرت کی لذتوں کے فوت ہو جانے اور اس کے عقاب کے حصول کے خوف سے ۔

لِقَوْلِہٖ تعالےٰ الَّذِينَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ ۝

پس وہ یہی لوگ ہیں ، جن کو حیات دنیا نے دھوکا دیا ۔ اور آخرت سے وہ لوگ بے خبر ہیں ۔ اور رہے وہ لوگ کہ جن کو شیطان نے دھوکے میں ڈالا اللہ کے نام سے ۔ یہ وہ لوگ ہیں ، جو نیک اعمال میں سستی کرتے ہیں اور منکرات میں مشغول رہتے ہیں ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کریم و رحیم ہے ۔ ہم کو اس کی رحمت اور مغفرت کی امید ہے ۔

یہ کلام اگرچہ حقیقت میں صحیح دل سے لیتے ہیں ۔ لیکن انسان کو شیطان ایسی بات سے بہکاتا ہے ، جو ظاہر میں مقبول اور در باطن مردود ۔ مگر ظاہر میں پسندیدہ نہ ہوتا ، تو اس سے دل فریب نہ کھاتے ۔ لیکن حضرت نبی علیہ السّلام نے اس فریب کو کھول دیا ہے ۔ آپ

نے اس ارشاد سے کہ ہوشیار وہ مرد ہے کہ جو اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور موت کے لئے یعنی موت کے ، بعد کے لئے نیک عمل کرے ۔ اور احمق وہ ہے کہ اپنے نفس کو ہوا و ہوس کے پیچھے لگا دے ، اور اللہ پر آرزوئیں کرے ۔ اور یہ آرزو پکا نا دھوکا ہے ، کہ جس کا شیطان نے پختہ عزم کر رکھا ہے ۔ یہاں تک کہ بہتیرے لوگوں کو اس نے فریب دیا ۔ اور رجاء کی شرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے کر دی ہے بقولہ تعالیٰ :

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ ۔ (وہ لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی ، اور مجاہدہ کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہی امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے ۔)

کسی نے حضرت حسن سے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں ۔ اور عمل خیر ضائع کرتے رہتے ہیں ۔ پس انہوں نے کہا ، افسوس افسوس ، یہ آرزوئیں ان کے فکر میں پڑی ہیں ۔ اور جو شخص کسی شئ کی امید رکھتا ہے ، تو اس کو طلب کرتا ہے ۔ اور جو کسی بات سے ڈرتا ہے ، تو اس سے بھاگتا ہے کہ جیسے دنیا میں کھیتی بونے کے سوا نہیں اگتی ، ایسے ہی آخرت میں اجر و ثواب بدون ایمان اور عمل صالح کے نہیں ملتا ۔ اور جیسے نادان ہے وہ شخص جو اولاد کی امید رکھے اور نکاح نہ کرے یا نکاح تو کرے ، مگر صحبت نہ کرے ، یا جماع تو کرے لیکن منزل نہ ہو ۔ ایسے ہی نادان ہے وہ شخص ، جو اللہ کی رحمت کی امید رکھے ، اور ایمان نہ لائے ۔ یا ایمان لائے ، مگر عمل صالح نہ کرے ۔ یا اعمال صالح تو کرے ، مگر برائیاں نہ چھوڑے ۔ اور جیسے جو شخص نکاح کرے اور جماع کرے اور منزل ہو تو اس کو لائق ہے کہ وہ اولاد ہونے کی امید رکھے ، مگر نہ ہونے کا بھی خوف کرے ۔ اسی طرح جو ایمان لایا اور اعمال نیک ہوئے اور برائیاں چھوڑ دیں تو اس کو لائق ہے کہ اجر و ثواب ملنے کا امیدوار رہے ۔ اور نہ ملنے کا بھی خوف رکھے ۔

پس مومن پر واجب ہے کہ برائیوں سے توبہ کرے ۔ اور طاعات پر دوام کرے پھر خوف

اور رجاء دونوں کے درمیان میں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی رحمت سے اور عذابِ الٰہی سے بے خوف نہ ہو۔ پس بے شک گناہوں میں ڈوبے ہوئے کے دل میں کبھی توبہ کا خیال آتا ہے، تو اس سے شیطان کہتا ہے کہ تیری توبہ ایسے ایسے گناہوں کے کرنے کے ساتھ کہاں قبول ہوگی۔ پس ایسی حالت میں ناامیدی کو امید سے دفع کرنا واجب ہے۔ اور کہے کہ بیشک اللہ کریم اور رحیم ہے۔ اور توبہ کرنے والے کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے بقولہ تعالےٰ:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ الخ (اور میں البتہ بخش دیتا ہوں جو توبہ کرے۔)

اس نے توبہ قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے، بقولہ تعالےٰ:

وَھُوَالَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ۔

اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے۔

بے شک توبہ ایسی عبادت ہے کہ سب چھوٹے بڑے گناہوں کو دور کردیتی ہے۔ یہاں تک کہ کفر کو بھی، بخلاف اور عبادات کے کہ وہ صرف گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو دور کرتی ہے۔ پس جو شخص توبہ کرکے بخشش کی امید رکھے تو وہ امیدوار ہے۔ اور جو گناہ پر اڑا رہ کر بخشش کی توقع کرے، تو وہ مغرور ہے۔ اور جو توقع توبہ اور عبادت کی مستعدی کا سبب ہو وہ رجا ہے۔ اور جو توقع عبادات میں سستی اور بے ہودگی کی طرف رغبت کا باعث ہو، وہ غرور ہے۔ کیونکہ جس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ گناہ چھوڑ دے، اور عبادت میں مشغول ہو، تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ تجھ کو کیا ہوا کہ اپنی جان کو عذاب اور تکلیف دیتا ہے۔ تیرا پروردگار کریم اور غفور رحیم ہے۔ سو وہ اس فریب میں آکر توبہ اور عبادت سے باز رہتا ہے۔ پس یہی غرور ہے۔ اور ایسی حالت میں بندہ کو واجب ہے کہ خوف سے کام لے۔ اور اپنے نفس کو غضب الٰہی اور اس کے بڑے عذاب سے ڈرائے اور اس سے یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ جیسے گناہوں کا معاف کرنے والا، اور توبہ قبول کرنے والا

ہے۔ اسی طرح وہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔ مگر وہ کریم و رحیم ہونے کے ساتھ کفار کو دوزخ میں ہمیشہ کے لئے ڈالے گا۔ باوجود ان کے کفر کے اس کو کچھ مضر نہیں، بلکہ دنیا میں اپنے بندوں پر عذاب اور محنت اور دکھ درد، بیماری و فقیری و بھوک مقرر کر رکھی ہے حالانکہ وہ کریم و رحیم اور ان کے دور کر دینے پر قادر ہے۔

پس جس کا بندوں کے حق میں یہ طرز عمل ہو تو اس پر بندہ کب فریب کھا سکتا ہے کہ اس کا خوف نہ کرے۔ حالانکہ وہ اپنے عقاب سے ڈرا چکا ہے۔ اور اس زمانہ میں اکثر خلق کی امید عمل میں اُن کی سستی اور دنیا پر متوجہ ہونے اور طاعت الٰہی سے منہ پھیرنے اور آخرت کی سعی کے چھوڑ دینے کا سبب دینے، مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دھوکا ہے۔ امید نہیں ہے۔ بیشک حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے چکے ہیں کہ دھوکا عنقریب اس امت پر غالب آئیگا۔

مولانا حضرت امام غزالی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تھی، وہ ہو گئی۔ کیونکہ اوّل زمانہ میں لوگ ہمیشہ طاعات اور عبادات الٰہی میں لگے رہتے تھے۔ اور شبہات و شہوات سے خوب بچتے تھے کہ اس پر بھی اپنے اوپر ڈرا کرتے تھے، اور تنہائی میں رویا کرتے تھے۔ اور اب آج کل خلقت کو دیکھتے ہو۔ امن میں خوش و خرم بے خوف و ہراس، باوجود گناہوں پر اڑے ہوئے ہونے اور دنیا میں کھپے ہوئے ہونے اور طاعتِ الٰہی سے منہ پھیرے ہونے کے اور گھمنڈ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بڑے فضل و کرم پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ اور اس کے درگذر کرنے اور بخشش کی امید رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کی نعمت فراخ ہے، اور اس کی رحمت عام ہے۔ اور بندوں کی معاصی کی اس کے دریائے دریائے مغفرت میں کیا اصل ہے۔ اور اپنی اس تمنا اور دھوکے کا نام رجاء رکھ چھوڑا ہے۔

کہتے ہیں کہ رجاء دین میں پسندیدہ مقام ہے۔ پس گویا کہ ان کا یہ زعم ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جان گئے کہ جو انبیاء اور صحابہ کرام اور صلحائے پیشین علمائے راسخین خلفائے راشدین مجتہدین دین متین شرع محمدی بھی نہیں جانتے۔

فرمانِ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کہ پانچ چیزوں کو حقیر جاننے سے پانچ چیزوں میں خسارہ ہوتا ہے۔

شائقان واصلان حقیقت کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے پانچ چیزوں کو حقیر جانا تو اس نے پانچ چیزوں میں ٹوٹا پایا، کہ جس نے علماء کو حقیر جانا، اس نے اپنے دین میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے امیروں کو حقیر جانا، تو اس نے دنیا میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے ہمسائیوں کو حقیر جانا کو اس نے فائدہ میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے اقرباء کو حقیر جانا تو اس نے دوستی میں ٹوٹا پایا۔ اور جس نے اپنی بی بی کو حقیر جانا، تو اس نے اپنی عیش میں ٹوٹا پایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے چھ چیزوں کو چھ چیزوں میں چھپا رکھا ہے۔ عبادت میں رضا کو چھپا رکھا ہے۔ معصیت میں غصے کو چھپا رکھا ہے۔ قرآن شریف میں اپنے اسم اعظم کو چھپا رکھا ہے۔ شب قدر کو رمضان کے مہینے میں چھپا رکھا ہے۔ سب نمازوں میں صلوٰۃ وسطیٰ کو چھپا رکھا ہے اور دن قیامت کا تمام دنوں میں چھپا رکھا ہے۔

بعض حکماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ دس خصلتوں کو دس شخصوں میں بہت برا جانتا ہے۔ بخل غنیوں سے، تکبر۲ فقیروں سے، طمع۳ عالموں سے، حیا۴ کا کم کرنا عورتوں سے، دنیا۵ کی محبت بوڑھوں سے، سستی۶ عبادت کی جوانوں سے، درشت۷ و سے ظلم، نامردی۸ غازیوں سے، تکبر۹ زاہدوں سے، اور ریا۱۰ بندگی کرنے والوں سے۔

اور فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آرام کی دس قسمیں ہیں۔ پانچ دنیا میں اور پانچ آخرت میں۔ پس جو دنیا میں ہیں، کہ وہ علم اور بندگی و رزق جو کہ حلال سے ہو۔ اور سختی پر صبر کرنا اور نعمت الٰہی پر شکر کرنا۔ و لیکن وہ آخرت جو ہیں سو وہ یہ ہیں کہ آدمی کے پاس

ملک الموت مہربانی اور لطف کے ساتھ آئے۔ تو اس کو منکر نکیر نہ ڈرائیں گے۔ اور وہ بڑے خوف میں امن پانے والے۔ اور اس کی بدیاں مٹائی جائیں گی، اور اس کی نیکیاں قبول کی جائیں گی۔ اور وہ پلصراط سے چمکنے والی بجلی کی مثل گذریں گے۔ پس وہ درجنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوں گے۔

لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے! بیشک میری حکمت یہ ہے کہ دس چیزوں کو تو کرے کہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مردہ دل کو تو زندہ کرے، اور مسکین کے پاس بیٹھے۔ اور بادشاہوں کی مجلس سے پرہیز کرے، اور تو عاجز کو بزرگی دے، اور غلاموں کو آزاد کرے، اور اقربا کو جگہ دے، اور فقیر کو غنی کرے۔ اور بزرگی والوں کی تو بزرگی بڑھائے اور سردار کی سرداری اور یہ سب چیزیں مال و دولت سے بہتر ہیں۔ اور خوف سے پناہ میں اور لڑائی میں سامان ہیں اور نفع لینے کے وقت پونجی ہیں۔ اور وہ شفاعت کرنے والی ہیں کہ جس وقت اس کو خوف لگے اور وہ راہ دکھانے والی ہیں، جب اس کو یقین ہو جائے اپنی جان میں، اور وہ پردہ اس کو کریں گے، جب اس کو کپڑا پردہ نہ کرے گا۔

اعمال صالحہ میں سے تقویٰ اور حسن خلق جنت میں جانے کیلئے بہترین سبب ہیں۔

اور بہتر زائدہ ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَکْثَرُ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّۃَ، تَقْوَی اللّٰہِ وَحُسْنُ خُلُقٍ۔ (فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز لوگوں کو جنت میں زیادہ لے جائے گی۔ پرہیزگاری اور نیک عادت۔)

یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت ہے اور اس کے یہ معنے ہیں کہ اکثر سعادت ابدی کا سبب ان دونوں خصلتوں کے جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ تقویٰ خالق کے ساتھ خوبی معاملہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور حسن خلق سے مخلوق کے ساتھ خوش معاملہ کی طرف۔ پس اس بنا پر لائق ہے اس کو جو یہ جانتا ہے کہ سعادت دنیوی فانی اور سعادت اخروی باقی ہے۔ جو سعادت اخروی کو سعادت دنیوی پر پسند کرے۔ اور سعادت اخروی بغیر تقوی الٰہی کے حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ حسن خلق اگرچہ اس کے ساتھ اس کی عظمت شان کی وجہ سے مذکور ہے، لیکن تقوی ہی میں داخل ہے۔ اس لئے کہ تقوٰی سے مراد برائیوں اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنا اور اچھے کام اور خدا کے فرمودہ کو بجا لانا ہے کہ اسی سے دنیا و آخرت کی سب خوبیاں حاصل ہوگئیں، پھر دنیا کی سب خوبیاں۔ پس ان میں سے ایک حفاظت اور نگہبانی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُهُمْ شَیْئًا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کا مکر تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔

ان میں سے ایک سختیوں سے نجات پانا اور رزق حلال۔ قولہ تعالیٰ۔

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ.

(چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے، وہ اس کی سبیل کر دے گا۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں سے اس کو خیال نہ ہو۔)

اور آخرت کی خوبیوں میں سے ایک عمل کی درستی ہے۔ قولہ تعالیٰ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا
یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ سے۔ اور کہو ٹھیک بات کہ سنوار دے گا تمہارے لئے تمہارے کام۔

اور ان میں سے ایک عمل قبول ہونا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ہ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے صرف تقویٰ والوں سے۔

اور ایک ان میں سے اکرام اور عزت ہے۔ قولہٗ تعالیٰ،

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک زیادہ تقوے والا ہے۔

اور ایک ان میں سے خوشخبری ہے، قولہٗ تعالیٰ۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہ لوگ جو کہ یقین لائے اور ڈرتے بھی رہے۔ ان کے لئے خوشخبری ہے حیات دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اور ایک ان میں سے دوزخ سے نجات پانا ہے۔ قَوْلُہٗ تعالیٰ

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْھَا جِثِیًّا ہ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر ہم بچا لیں گے ان کو جو ڈرتے رہے۔ اور چھوڑ دیں گے گناہگاروں کو اس میں دوزخ میں، گھٹنوں کے بل۔

اور ایک ان میں سے جنت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔

لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، لیکن وہ لوگ جو ڈرتے رہے اپنے رب سے، تو ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں جو ہمیشہ رہنے والی ہیں، اور ایک ان میں سے درجہ بلند اور انتہا کا مرتبہ یعنی محبت الٰہی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ہ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے تقویٰ والوں سے۔

اگر تقویٰ میں سوائے اس کے کوئی اور خصلت نہ ہوتی، تو یہی کافی تھی۔ پھر بندہ کیونکر

اس کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ باوجودیکہ اس کے سوا اس کی بہت سی فضیلتیں ہیں اور قرآن اس کے فضائل سے پُر ہے۔ قولہ تعالےٰ۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥ اور بھلا انجام ہے ڈرنے والوں کا۔

اور ایک آیت میں فرمایا قولہ تعالےٰ

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥ اور نزدیک لائے گئے بہشت ڈر والوں کے۔

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات ہیں، جو تقویٰ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں بس بیشک اللہ تعالےٰ نے اگلوں اور پچھلوں کو اسی کی وصیت کی ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ٥ ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، اور بے شک ہم نے وصیت کی ہے ان کو جو دیئے گئے کتاب تم سے پہلے، اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

حاصل یہ ہے کہ تمام خوبیوں کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ لغت میں بہت بچنا ہے۔ اور عرف شرع میں اس چیز سے بچنا مراد ہے، جو آخرت میں مضر ہو۔ فعل ہو یا ترک۔ بس اس کے حاصل کرنے کے واسطے کبائر سے بچنا ضروری ہے۔ یہی حق ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ صغائر سے اجتناب ضروری نہیں۔ کیونکہ صغائر کبائر کے بچنے والے سے دور کر دیئے جاتے ہیں۔ لہذا بندہ اس سے سزاوار عقوبت نہیں ہوتا۔ قولہ تعالےٰ،

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔

ترجمہ، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اس آیت میں، کہ اگر تم بچتے رہو گے ان بڑی چیزوں سے جس سے تم منع کئے جاتے ہو تو ہم دور کر دیں گے تمہارے گناہ۔

لیکن یہ خطا ہے اور اہل سُنّت کے قواعد کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک صغیرہ پر عذاب کرنا جائز ہے۔ اگرچہ کبائر سے بچنے کے ساتھ ہو۔ اس لئے کہ بعض مفسروں نے اس آیت کو اقسام شرک پر محمول کیا ہے۔ جیسے یہود اور نصاریٰ اور مجوس وغیرہ کا شرک

کیونکہ مطلق قرینہ نہ ہونے کے وقت کامل فرد کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور وہ شرک ہے اس کے بچنے سے اور گناہوں کا اترجانا مقرر نہیں۔ بلکہ مشیّت الٰہی میں باقی رہتا ہے۔

قولہ تعالےٰ، اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس آیت کی رو سے، بیشک اللہ نہیں بخشتا ہے اس بات کو کہ اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک کیا جائے۔ اور اس کے ماسوای جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

باوجودیکہ صغائر پر جمے رہنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ پھر کفارہ نہ ہوگا۔ بلکہ اجتناب اس سے ضرور ہے۔

عطیہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بندہ اس درجہ کو نہ پہنچے گا کہ متقیوں میں سے ہوجائے، یہاں تک کہ اس چیز کے خوف سے، جس میں مضایقہ ہے، اس کو چھوڑ دے، اور جس چیز میں کچھ مضایقہ نہیں اس کو اپنالے۔

یہ حدیث شریف تقوی کے حاصل کرنے کے لئے صغیرہ گناہوں سے بچنے کے ضروری ہونے میں تصریح ہے۔ کیونکہ کبائر کے بچنے والے سے ان کے کفارہ ہوجانے کے صورت میں، جس میں مضائقہ نہیں۔ لہٰذا اس سے بچنا لازم آیا۔ باوجودیکہ لغوی معنیٰ کی رعایت یعنی خوب احتیاط کرنا، شرعی معنوں میں حتی الامکان ضروری ہے۔ اور خوب احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ کبائر اور شبہات سے بھی بچے۔ لیکن دریں زمانہ جملہ شبہات سے احتراز نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مولانا قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ ہمارا زمانہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے۔ مسلم کے ذمہ یہی لازم ہے کہ حرام ظاہر سے پرہیز رکھے۔ اور ایسے ہی ہدایہ والا تجنیس میں کہتا ہے۔ اور ان دونوں کا زمانہ چھ سو برس سے پہلے ہے۔ اور اب تو تاریخ جہاں تک پہنچے، اور اس میں کچھ نہیں ہے کہ عہد نبوت

سے فاصلے کے بڑھنے سے فساد اور تغیر بڑھتے جاتے ہیں۔ اور دریں زمانہ شبہات سے احتراز نہ ہو سکنے کے سبب کئی امور ہیں۔

اوّل یہ کہ بدن کی تندرستی اور گذران کا انتظام بدل نقود اور دانہ وغیرہ کے جو زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اکثر معاملات کے کرنے اور توڑنے میں چلن دراہم کا ہے۔ سو ان کو اتنا کم کر ڈالا ہے کہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان میں سے کے درہم شرعی ایک درہم کے وزن کے برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ لالچی فرمانروا فاسق اور کفار ہمیشہ دراہم کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کترا ہوا بچنے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ دراہم کو تولنا چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کو بیوع اور قرض وغیرہ میں معدودات میں ٹھہرا رکھا ہے۔ اور چاندی ہمیشہ کے لئے تصریح شارع کی وزنی ہے۔ لہٰذا عرف سے نہیں بدل سکتا۔ اس لئے کہ عرف کے معتبر ہونے کی شرط تصریح نہ ہونا ہے۔ اور یہی مذہب ہے ابوحنیفہ اور محمد کا۔ اور یہی روایت ظاہر ہے ابو یوسف سے۔

ایک روایت ضعیف ابو یوسف سے یہ ہے کہ عرف مطلقاً معتبر ہوتا ہے۔ تو جب چاندی ہمیشہ کو وزنی رہی، تو اس کا بیان وزن کر دینا بیوع اور قرض میں ضرور ہوا۔ اس لئے کہ ثمن کے مقدار بیان کر دینا بیوع وغیرہ کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اور وزن کی مقدار گنتی سے معلوم نہیں ہوتی، جیسے تولنے سے گنتی کی مقدار معلوم نہیں ہوتی۔ تو جب اس کا وزن معلوم نہ ہوا، تو بیع، اجارہ اور قرض وغیرہ سب فاسد ہوئے۔ پس جو کھانا اور لونڈی بیع فاسد سے خریدا ہے، وہ سب بعد قبضہ کے خریدار کے ملک ہو جائیں گے۔ لیکن اس کو کھانے کا تناول کرنا حلال نہیں ہے۔ اور نہ لونڈی سے صحبت کرنا اور اس سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی حیلہ ہے، بجز تمسک اسے ضعیف روایت کی، جو ابو یوسف سے منقول ہے۔ کیونکہ گنتی اور تول کا شمار کرنا بہت دشوار ہے۔ خاص کر فقراء کے حق میں ثابت ہو چکا ہے کہ ضرورت ممنوع کو مباح کر دیتی ہے۔

دوسرا سبب لوگوں پر طمع کا غالب ہو جانا ہے۔ چنانچہ تو اکثروں کو دیکھتا ہے کہ اپنے اپنے حقوق پر راضی نہیں ہوتی۔ اور اپنے اپنے حصوں پر قناعت نہیں کرتے، بلکہ حرام تک بڑھ جاتے ہیں۔

تیسرے غفلت میں ظلم پھیل جانا، چھین لینا، چرا لینا، اور خیانت و دغابازی کرنا، اور مانند اس کے۔

چوتھے سوداگروں اور کاریگروں اور مزدوروں کی نسبت جہالت کا غلبہ ہے، اصل میں یا سبب ہیں۔

پس یہ لوگ شرعی شرطوں کی رعایت اپنے معاملے میں نہیں کرتے۔ لہٰذا ان کے معاملات اس سے خالی نہیں کہ یا باطل ہوں گے، تو ان کی کمائی حرام میں ہوگی، یا فاسد اور مکروہ ہوں گے تو ان کی کمائی خبیث ہوگی۔ اور حرام قبضہ سے ملک نہیں ہوتا، بلکہ اگر اسکے مالک کو لوٹا دینا ممکن ہو تو لوٹا دینا واجب ہے۔ اور بغیر اس کے گنہ گار ہوتا ہے۔ اور کسی کو خریدکر یا اجارہ سے، یا ہبہ سے یا صدقہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان باتوں سے حلال نہیں ہوتا۔ اور اگر مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس کی راہ بجز صدقہ دے دینے کے کوئی نہیں۔ اور خبیث اگرچہ قبضہ کرنے سے ملک ہوجاتا ہے، لیکن مالک کو کہ دینا واجب اور اس کے علاوہ میں گنہگار ہوتا ہے۔ اور کسی کو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ ہاں جس کو صدقہ دیا جائے اور وہ فقیر ہو۔

پس جب یہ حال ہو تو اس زمانہ میں شبہات سے بچ کر لوگوں سے معاملہ کرنا کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اکثر مال جو ان کے قبضہ میں ہیں یا حرام یا خبیث۔ بعض کے بعض پر ظلم کی وجہ سے، غصب یا چوری یا خیانت و دغابازی وغیرہ سے اپنے معاملات میں شرعی شرائط کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے۔ پس احتیاطی قول کو لینا اور شبہات سے بچنا اس زمانہ میں یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کوئی معاملہ نہ کیجئے۔ اور اگر ان سے

سراسر الگ ہو جاتے اور پہاڑوں میں بھاگ جائے اور غاروں و نالوں کے اندر رہا کرنے اور گھاس پھوس کھانے کو مقتضی ہے، اور اس میں بڑا ہی حرج ہے۔ اور طاقت سے زیادہ تکلیف ہے۔ اور شرع کے اندر یہ دونوں جب بتصریح قرآن نہیں ہیں۔ کیونکہ انسان کی طبیعت میں ہے۔ تنہا گذران ممکن نہیں۔ بلکہ بالضرور ہے کہ گذران آدمیوں میں ہو۔ پس اس زمانہ میں بالضرور اسی روایت کو اختیار کرنا چاہیئے، جو امام محمد کہتے ہیں۔

ان کے بعضے پیر و مشائخ کہ غیر کا مال اس کی اجازت اور خوشی سے لینا جائز ہے بدلہ سے ہو یا بے بدلہ، جب تک بذاتِ خود حرام معلوم نہ ہو۔ قواعد شرع سے تمسک کہ کے قبضہ دلیل ملک ہے۔ اور اصل چیزوں میں اباحت ہے۔ اور یقین و شک سے دفع نہیں ہوتا۔ یقین اسی یقین سے جاتا ہے کہ جو اس کے مثل ہو۔ اور عقود اور فسخ میں ثمن جب کہ نقد روپیہ ہو تو یقین کرنے سے متعیّن نہیں ہوتا، بلکہ ذمّہ پر لازم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ثمن نقد اشارہ سے متعیّن کر لے، اور اس کے سوائے اور روپیہ دے دے تو جائز ہے، برخلاف بیع کے کہ وہ عقد کرنے سے متعین ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو اور چیز سے بدل لینا اور اس کی جگہ ٹھہرا لینا جائز نہیں ہے۔ مگر پہلا عقد توڑ کر اور دوبارہ عقد کرے۔ اور ضرور ہے کہ اختیار کرنا امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو۔

فقہا نے تصریح کی ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے اس زمانہ میں کہ حرام بعینہٖ خریدی ہوئی چیز پاکیزہ حلال ہے۔ مگر دریں صورت کہ عقد کرتے وقت اس کی طرف اشارہ کر دے پھر وہی دے بھی دے۔ اب وہ شے ملک خبیث ہو گی، اس کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔ اور اختیار کرنا حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب کو کہ ملا دینا دو چیز کا جس میں امتیاز باقی نہ رہے، ہلاک کر دینا ہے، جو ملک ضمان کا باعث ہے۔ اور اختیار کرنا اس کو جو ان سے مروی ہے کہ حلّت کا سبب ضمان کا لازم آنا ہے، نہ اس کا ادا کرنا۔ لہٰذا جو چیز ساری نہ ہو سکے تو سراسر چھوڑنا نہ چاہیئے۔

پس تمام شبہات سے بچنا جب اس زمانہ میں ممکن نہیں ہے تو ان شبہات سے بچنا، جیسے بچنا ممکن ہے، ثبوت تقویٰ کے لئے لازم ہے۔ اس واسطے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے۔ پھر جو شخص ان شبہات سے بچتا رہے، جو اس کی وسعت میں ہیں، تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اس کو معاف کر دے اور جو اس کی طاقت میں نہیں۔ اور اس کو متقیوں کا ثواب عنایت کرے۔ اور رہا وظیفہ داروں کا اوقاف میں سے یا بیت المال میں سے کھانا، سو وہ بھی تمام کمائیوں کی طرح ہے۔ کیونکہ بیع اور اجارہ وغیرہ سے کمائی میں جب شرعی شرطوں کی رعایت کی جائے تو جیسے یہ حلال طیب ہوتا ہے۔ ایسی ہی وقف اگر صحیح ہو اور اس میں اگر وقف کی شرطوں کی رعائت کی جائے تو حلال طیب ہوتا ہے۔

ایسے ہی بیت المال اس کے لئے حلال ہوتا ہے، جو اس کے قابل ہو۔ اور بقدر کفایت لیا کرے۔ اور کفایت کی تفصیل موافق بیان احیاء العلوم وغیرہ کی کتب سلوک میں ہے۔ اور وقف اور بیت المال اور اس کے علاوہ اور کمائیوں کے اندر اس باب میں کچھ فرق نہیں ہے کہ جملہ حلال طیب ہیں۔ اگر ان میں شرعی شرائط کی رعایت کی جائے اور اگر ان میں شرائط کی رعایت نہ ہو۔

واقعات میں مذکور ہے کہ جو لوگ فتویٰ دیتے ہیں اور حکم کرتے ہیں اور درس تدریس میں مصروف رہتے ہیں اور بیت المال سے کھاتے ہیں، سو یہ اجرت پر کام کرنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ للہ کام کرتے ہیں اور ان کا اجر خدا تعالیٰ پر ہے۔

ایسے ہی جو کچھ امراء و بادشاہ اپنے مال میں سے کسی کو دیں، وہ حلال ہے، جب تک اس کا بعینہ اس کا حرام ہونا معلوم نہ ہو۔

مال حلال کے مراتب بہت ہیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ لیکن ہمارے زمانے میں تقویٰ کے باب میں احتیاطی قول کو اختیار کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حلال کے باب

میں اعلیٰ رتبہ کی پرہیزگاری کے موافق نہایت درجہ کا مبالغہ کرنے سے ہمارے زمانے میں بڑا حرج ہوتا ہے۔ اور دین کے اندر حرج نہیں ہے۔ بلکہ شرع مسدمی ترازو ہے جس کو شرع برا نہ کہے، وہ جملہ اللہ کی طرف سے بندوں کے حال پر کمال رحمت کی رو سے حلال ہے۔ اور جب کوئی شریعت سے سند لائے۔ پھر یہ کسی کا حق نہیں کہ اس سے انکار کرے کیونکہ اس پر انکار کرنا شریعت کی تحقیر ہے۔ تو اس پر ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے۔

جب یہ امر ثابت ہوا تو ورع اور تقویٰ اس زمانے میں یہ ہے کہ جو چیز جس شخص کے قبضہ میں ہے، اسی کی ملک مانی جائے، جب تک یقینی معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز چھینی ہوئی یا چرائی ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ بات یقینی معلوم ہو کہ اس کے مال میں حرام ملا جُلا ہے اس لئے کہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ ایک شخص حاکم کے پاس گیا۔ پس اس کو کوئی چیز کھانے کی دی گئی۔ اگر یہ نہ معلوم ہو کہ یہی خاص غصب کی ہوئی ہے، تو اس کو کھا لینا حلال ہے، اس لئے کہ اس کی حرمت معلوم نہیں ہے۔ اور اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ یہ چیز خاص حرام ہے تو کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اس کی حرمت معلوم ہو گئی ہے۔

کسی نے ابوبکر بلخی سے فقیر کا حال پوچھا کہ اگر اس نے عطیہ بادشاہ کا جان بوجھ کر لے لیا، اور سلطان نے اس کو چھین کر لیا ہے تو کیا یہ اس کو حلال ہے۔ جواب دیا کہ اگر سلطان نے یہ دراہم دوسرے دراہم میں ملا دیئے ہیں تو لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہی چھینے دراہم بغیر ملانے کے اس کو دے دیئے تو لینے جائز نہیں ہیں۔

فقیہ اللیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، یہ جواب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر درست ہے۔ اس لئے کہ امام کے نزدیک اگر کسی نے کسی قوم سے دراہم چھین کر ایک دوسرے میں ملا دیئے، تو غاصب مالک ہو جاتا ہے۔ اور ان کا قرض دار رہے گا۔

بستان العارفین میں مذکور ہے کہ عطیہ سلطان کے قبول کرنے میں لوگوں کا اختلاف

ہے۔ کوئی کہتا ہے جائز ہے، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حرام کا مال دیتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ جائز نہیں ہے۔

جس نے جائز کہا ہے، اس نے وہ قول اختیار کیا ہے جو حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے۔

روی عن علی ابن ابی طالب اَنَّهٗ قَالَ السُّلْطَانُ یُصِیْبُ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، فَمَا یُعْطِیْكَ فَخُذْهُ فَاِنَّمَا یُعْطِیْكَ مِنَ الْحَلَالِ۔

(فرمایا کہ سلطان کے پاس حلال اور حرام سب آتا ہے۔ پھر جو تجھ کو دیتا ہے سو لے لے۔ کیونکہ تجھ کو حلال ہی دیتا ہے۔

وروی عن عمر اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ اُعْطِیَ شَیْئًا مِنْ غَیْرِ مَسْاَلَةٍ فَلْیَاْخُذْهُ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو کوئی شخص بغیر مانگے کچھ دے تو لے لینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالے نے رزق دیا ہے۔

حبیب ابن ابی ثابت سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس مختار کے ہدیے آیا کرتے تھے۔ اور وہ دونوں لے لیتے، باوجودیکہ مختار ظلم میں مشہور تھا۔

محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ ابو حنیفہ سے اور وہ حماد سے روایت کرتے ہیں، کہ حضرت ابراہیم نخعی زہیر بن عبداللہ ازدی کے پاس، جب وہ حلوان کا عامل تھا، اپنا اور ابوذر ہمدانی کا جائزہ لینے گئے۔ جائزہ (انعام)

امام محمد کہتے ہیں کہ ہم سب کو اختیار کرتے ہیں۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ کوئی شے عطیہ میں بعینہ حرام ہے۔ اور یہی قول حضرت ابو حنیفہ کا ہے۔

فرمان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ انسان کے آگے شیطان، داہنے طرف نفس بائیں جانب خواہش اور دنیا اس کے پیچھے ہے۔

روی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْلِیْسًا قَائِمٌ اَمَامَكَ وَالنَّفْسَ عَنْ یَمِیْنِكَ وَالْھَوٰی عَنْ یَسَارِكَ وَالدُّنْیَا عَنْ خَلْفِكَ وَالْاَعْضَاءَ عَنْ حَوْلِكَ وَالْجَبَّارُ فَوْقَكَ، یَعْنِیْ بِقُدْرَتِكَ لَا بِالْمَکَانِ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق شیطان تیرے آگے کھڑا ہے، اور نفس تیرے داہنے طرف میں ہے اور خواہش تیری بائیں طرف میں ہے، اور دنیا تیرے پیچھے ہے، اور اعضاء تیرے گرد ہیں۔ اور اللہ غالب تیرے اوپر ہے یعنی قدرت کے ساتھ نہ کہ مکان کے ساتھ۔

فَالْاِبْلِیْسُ لعنہ اللہ عَلَیْہِ یَدْعُوْكَ اِلٰی تَرْكِ الدِّیْنِ وَالنَّفْسُ تَدْعُوْكَ اِلَی الْمَعْصِیَۃِ وَالْھَوٰی یَدْعُوْكَ اِلَی الشَّھَوٰتِ وَالدُّنْیَا تَدْعُوْكَ اِلٰی اِخْتِیَارِھَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَالْاَعْضَاءُ تَدْعُوْكَ اِلَی الذُّنُوْبِ وَالْجَبَّارُ یَدْعُوْكَ اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ قَالَ اللہُ تَعَالٰی وَاللہُ یَدْعُوْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ۔ فَمَنْ اَجَابَ اِبْلِیْسًا ذَھَبَ عَنْہُ الدِّیْنُ وَمَنْ اَجَابَ النَّفْسَ ذَھَبَ عَنْہُ الرُّوْحُ وَمَنْ اَجَابَ الْھَوٰی ذَھَبَ عَنْہُ الْعَقْلُ وَمَنْ اَجَابَ الدُّنْیَا ذَھَبَ عَنْہُ الْاٰخِرَۃُ وَمَنْ اَجَابَ الْاَعْضَاءَ ذَھَبَتْ عَنْہُ الْجَنَّۃُ وَمَنْ اَجَابَ اللہَ

تعَالیٰ ذَهبَتْ عَنهُ السَّیِّئَاتُ وَنَالَ جَمِیْعَ الْخَیْرَاتِ ؕ

سوابلیس، اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو، جو دین کے چھوڑنے کی طرف تجھ کو بلاتا ہے۔ اور نفس تجھ کو بلاتا ہے گناہ کی طرف اور خواہش تجھ کو شہوت کی طرف بلاتی ہے، اور دنیا تجھ کو بلاتی ہے کہ تو اس کو اختیار کرے اور آخرت کو ترک کر دے۔ اور تیرے اعضاء تجھ کو گناہوں کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ غالب تجھ کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ بلاتا ہے، جنت اور بخشش کی طرف، سو جس نے شیطان کا کہنا مان لیا، اس کا دین گیا۔ اور جس نے نفس کا کہنا مان لیا، اس کی روح گئی۔ یعنی اس نے روح کی تیرگی میں لوٹا پایا۔ اور جس نے خواہش کا کہنا مانا، اس کی عقل گئی۔ اور جس نے دنیا کا کہنا مانا، اس کی آخرت گئی، اور جس نے اپنے اعضاء کا کہنا مان لیا، اس سے اس کی جنت گئی۔ اور جس نے اللہ پاک کا کہنا مانا، اس کی برائیاں گئیں اور تمام بھلائیوں کو اس نے پا لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو دنیا کو چھوڑ دے، اس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے، اور جو گناہوں کو چھوڑ دے تو اس کو فرشتے دوست رکھتے ہیں اور جو مسلمانوں سے طمع کاٹ ڈالے تو اس کو مسلمان دوست رکھتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ تحقیق دنیا کی نعمتوں میں سے اسلام کی نعمت تجھ کو کافی ہے، اور بیشک تجھ کو بندگی کا شغل متعلموں میں کافی ہے، اور بیشک عبرت پکڑنے کے لئے تجھ کو موت کی عبرت کفایت کرتی ہے۔

الحمدللہ یہاں پر جلد اوّل ختم ہوگئی ہے

آغاز جلد دوئم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمدِ باری تعالےٰ

به بسم اللہ کنم شکر دہاں را — کہ شکر میدہم طوطی زباں را
غلط گفتم کہ آن مشکل کشائیست — کہ پابوس دو عالم را ہمائیست
بنام آنکہ ذاتش داع دم نیست — بجز ذاتش دیگر کس را قدم نیست
نہ اول ابتدائش را بدائیت — نہ آخر انتہائیش را نہایت
اول آخر چوں قلمش کرد نابود — آزاں شد دائم موجود معبود
باین نامہ کہ با حکمت عظیم است — کہ مفتاح سرخوانِ کریم است
زگاہے ایں بنا تا سقف اعظم — بہر الای و نعمائی دو عالم
ہزاراں حمد از ہر حمد خوانی — بہر دم بے عدد در ہر زمانی
مراو را میزد ظاہر باطن — مسلم مر ورا ہر دم بلا ظن
بپے ذاتش تنائے بس غراتی — نے تاند کسے گفتن سزائی
چوں لا احصی رسول اللہ بگفت است — دگر کس را ثنا گفتن چہ سفت است
بہ بیں با قطرۂ ناپاک نطفہ — چسارے صورت بہ بخشیدش بلطفہ

چسان با عقل ادراکش بیاراست — بایان علم و با فہمش بپیراست
دریں باغے مسدس نیک بنیاں — درو سروے نہالیدہ است انساں
مزین کرد آں سرو بہ گل چار — بہ عقل و علم ایماں شرم بشمار
پئے تخریب آں سرو گل آمود — چو دشمن چار خاراں رُستے بنمود
بہ گل عقل است خار خشم بے بار — بہ گل علم است خار جہل بے کار
بہ گل ایماں ز خار شرک بدرو
بہ گل شرم است خار سوال بدخو

*

یہ محبت کا چمکا ہے نور — اُسی نور سے پایا سب نے ظہور
پیا جس نے اس محبت کا جام — نہیں اس کو غیروں کی اُلفت سے کام
وہ محبوب کیا اک محبوب ہے — کہ ہر ایک طالب کا مطلوب ہے
زمانہ محبت کا پابند ہے — محبت کا ہر ایک سے پیوند ہے
محبت کی ہستی سے ہستی ہوئی — اُسی سے بلندی و پستی ہوئی
محبت سے جس کو رسائی ملی
خدا مل گیا اور خدائی ملی

*

نعت حضور پر نور رحمۃ للعالمین سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ اجمعین

ز دانایانِ غواصِ حقیقت — ز خیل ماہران رمز شریعت
ز حال ماجرائے نور اطہر — چنیں مروی شدہ با رمز اشہر
کہ چوں میخواست ایزد لایزالی — ظہور نور سرورؐ باکمالی

ز نور جمله موجودات عالم — هزاران سال پیش آن نور اکرم
نموده خلق آن نور ضیائے — نهاده پیش تر قرب قضائے
پس آن نور کرامت کار مقبول — طواف اندر به مدت بود مشغول
پس از شغل طواف آن نور سجده — ز داور شد امر مامور سجده
به سجده ماند سالے آنجهانش — که هر سال آن جهان بشنو بیانش
بود هر سال سه صد شصت یومش — بود هر روز سال این دنیا بوشش
نهاده نور سر در شغل تسبیح — به سجده ماند سال آن نور تلویح
سپس زان نور مادهٔ جملهٔ نور — نمود ایزد ازو یک جوهر معمور
به جوهر فیض مظهر دید ایزد — شد آن جوهر بدم ده حصه امجد
بامر ایزد ازان ده بخش بخشی — بدم گردید والا سقف عرشی
ز بخشے دوم لوح محفوظ گردید — قلم از بخش سوم محفوظ گردید
بیامد بر قلم فرمان منور — که بسم الله نویس این دم سبکتر
بامر ایزد قلم آن نیک تقریر — بسال اندر هزارش کرد تحریر
سپس زان آن قلم نیکو سرشته — منور کلمهٔ طیب نوشته
چو نام خواجهٔ عالم نوشتش — بسال هزار سر در سجده هشتش
قلم بر کرده سر از سجدهٔ امجد — سلامم بر تو گفته یا محمدؐ
همان دم حق تعالی با صوابش — به گفتار از حبیب خود جوابش
بود از طرف محبوبم گرامی — ز درگاهم بتو رحمت سلامی
ز حصه چهارم و پنجم و ششم خورش — ز هفتم و هشتم و حصه نهم بخش
قمر خورشید روشن گردید — ملائک جمله و کرسی و آفرید
هم از بخش دهم روح محمدؐ — پئے آفریده وزان پس روح امجد

هزاران چار سال آن روح احمدؐ　　یمین جانب معلّٰی عرش امجد
بشغل اندر به تسبیح و تهلیل　　بماند سالها آن روح بتخییل
غرض آن نور عالی جلوه افروز　　هزار هفتاد سن بر عرش فیروز
نموده جلوه اش بر عرش رخشان　　به کرسی پنج هزاران سن درخشان
پس جبرئیلؑ و اسرافیلؑ میکال　　بموجب امر ایزد پاک فی الحال
بدم از طارم اعلیٰ افلاک　　برائے طلب پاره خاک نمناک
بنام احمد ملک هر سه رسیده　　زمین چون نام احمد را شنیده
پئے تعظیم نام آن شه لولاک　　بلرزیده شده شق خاک نمناک
ازان سکشق ابیض مثل کافور　　برآمد از زمین با جوشش فی الفور
بدم آن خاک کو باب تاب است　　که اکنون جائے تربت آن جناب است
گرفته رود یک مثقال بے قیل　　شده واپس باستعجال جبرئیلؑ
بآب سلسبیل و آب تسنیم　　بآب خوش معین با ... ...
به کافوری بشست آن خاک خیرش　　به مشک و زعفران کرده خمیرش
وزان خاک سرشته ... اطهر　　مرتب کرد ماده اصل سرورؐ
پس آن ماده سرشته نور ذاتش　　به جمله طبق اعلیٰ تا بسنتش
در اصناف ملک جمله سمٰوات　　بگردانید اعلیٰ سفل طبقات
بهر طبقه ازان مخمور ماده　　مبارک مژده جبرئیلؑ داده
که داند هر که او اهل یقین است　　که این طینت حبیبؐ عالمین است
که مشهور اوّلین و آخرین است　　شفیع المذنبین یوم المعین است
غرض آمایهٔ جود محمدؐ　　معلّٰی مایهٔ سود محمدؐ
بنور شکل قندیلے مکرم　　به چندے مدتش تا خلق آدم

پس آن قندیل نوری برق چون برق — بساق عرش بد موزون معلق
ہمان وقتیکہ نور فیض گنجور — بنور قدسیہ گردید معمور
وجودش مطلع الانوار لمعان — فشاندہ نور چون گوہر درخشان
ازاں پس ہر گنج نور توحید — محل و موسوش مطلوب گردید

بفحوائ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ

پس از ترکیب قالب جسم آمد — ندائے جانفزائے گشت آں دم
نوائے دلربائے تا بنا سوت — چنیں شد در ممالک ملکوت
ہر آں کو ہر ایں گوہر ضیائے — اگر باشد قبولش را سزائے
مراں گوھر گرانمایہ منوّر — خریدارد بجان و دل سبکتر
ابو البرکات اشرف جد مخلوق — بدریک سر لبر از راہ مصدوق
گویا از راہ استعداد غرضش — بصد خواہش چنیں گفتا بفرضش

بیا اے گنج مقصود یگانہ
بہ ویرانہ وجودم شو نہانہ

نظم

خیر تم صبح شب وصل ہو جاتے جاؤ — مرگیا ہوں مجھے ٹھنڈا کرکے جلاتے جاؤ
غش مجھے آیا ہے پہلے سے جو تم اٹھے ہو — زلف مشکیں کی ذرا بُو تو سنگھاتے جاؤ
قبر عاشق سے صدا آئی چلا جب وہ مسیح — میرا مُردہ ہے پڑا اس کو جلاتے جاؤ
دید بازی میں ہو غیروں سے تم مشغول — ہم سے بھی آج ذرا آنکھ لڑاتے جاؤ
دست گستاخ میرے وصل میں بڑھتے جائیں — ہے مزا گالیاں تم مجھ کو سناتے جاؤ

ہے جو گھر سے میرے جانے کا ارادہ اے یار | ہاتھ سے اپنے مجھے زہر کھلاتے جاؤ
کا ندھا دینا اگر اے یار نہیں ہے منظور | ایک ٹھوکر ہی جنازے کو لگاتے جاؤ
تم سے کہتا ہوں کہ پچھتاؤ گے اے حضرت دل | اس ستمگر سے محبت نہ بڑھاتے جاؤ
دل میرا تیر مژہ سے جو کیا ہے زخمی | ہاتھ تلوار کا بھی مجھ پہ لگاتے جاؤ
آج اگر ہار پہن کر ادھر آنکلے ہو | قبر عاشق پہ بھی دو پھول چڑھاتے جاؤ
قتل کرتے ہو اگر منہ نہ پھراؤ صاحب | اپنی صورت بھی تو عاشق کو دکھاتے جاؤ
ذبح کرتے ہو تو راحت کا ذرا دھیان ہے | میرے سینے کو نہ زانو سے دباتے جاؤ

اک نہ اک روز عوض اس کا ملے گا سطوت
یار جو ناز کرے دل سے اٹھاتے جاؤ

+

خدا کی محبت کے ہیں راہ نما | جناب محمدؐ رسول خدا
محمدؐ ہے مرغوب دنیا و دیں | محمدؐ ہے مطلوب اہل یقیں
محمدؐ معشوق ہے پروردگار | محبت کا رکھا ہے جس پر مدار
اسی شمع کے سارے پروانے ہیں | اسی گل کے سب لوگ دیوانے ہیں
عیاں نور کثرت محمدؐ سے ہے | کہ اظہار وحدت محمدؐ سے ہے

نبی سے محمدؐ کی ہے ابتدا
اسی پر ہوا خاتمہ عشق کا

+

بعد حمد و ثنا ذات کبریا و نعت حضرت محمد مصطفےٰ کے جاننا چاہیئے کہ خداوند کریم نے جو اشیاء ذی روح و غیر ذی روح زمین اور آسمانوں میں پیدا کی ہیں، تو ان سب اشیاء سے انسان کو پاکیزگی و لطف سے پیدا کیا گیا ہے کہ جس طرح سے انسان کے

سارے جسم میں سے آنکھ کی سیاہ تبوری کو باعتبار بینائی کے فضیلت ہوتی ہے۔ اسی طرح اشیائے ذی روح سے انسان کو فضیلت ہے۔ جیساکہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے، قولہ تعالےٰ:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ؀

اور بے شک ہم نے بزرگ کیا، اولاد آدم علیہ السلام کو، اور اٹھا لیا ہم نے ان کو یعنی ان کو سوار کیا، میدان میں چوپایوں پر اور دریا میں کشتیوں پر۔ اور روزی دی ہم نے ان کو پاکیزہ کھانوں میں سے اور زیادتی دی ہم نے ان کو بہتوں پر انہوں میں سے جنہیں پیدا کیا ہم نے بزرگی و فضیلت دی۔

یعنی جو اشیائے ذی روح پیدا کیں ہم نے انہوں میں سے انسان کو بڑی فضیلت اور بزرگی دی ہے۔ انسان کی بزرگی اور تکریم کے باب میں علماء کی بہت تقریریں ہیں۔ اس ترجمے میں ایک قول جامع پر اکتفا کی جاتی ہے کہ صاحب بحرالحقائق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے،

انسان کی بزرگی دو قسموں پر ہے۔ ایک جسمانی اور دوسری روحانی۔

جسمانی بزرگی سب انسانوں کو حاصل ہے۔ کیا مسلمان اور کیا کافر اور وہ یہ ہے، کہ دونوں ہاتھوں سے اس کا مٹی خمیر کرنا، رحم میں صورت بنانا، خوبصورتی، مزاج، قریب اعتدال ہونا، قد کی راستی اور دونوں ہاتھوں سے چیز لینا، انگلیوں سے کھانا، داڑھی اور گیسوؤں سے زینت عقل سے تمیز سمجھنا، زبان اشارے خط سے یعنی تکلم کرنا، اسباب معیشت کی راہ پانا، صنعت اور کتابت سے برقرار رہنا۔

اور روحانی بزرگی بھی دو قسموں پر ہے۔ ایک عام دوسری خاص۔

عام میں تو مومن اور کافر دونوں شریک ہیں۔ جیسے کہ ان میں روح پھونکنا، حضرت آدم

علیہ السلام کی پشت مبارک سے نکلنا قولِ اَلَسْتُ سنایا جانا، جواب میں بلیٰ کہنا، بندگی پر عہد باندھنا، فطرت پر پیدا کرنا، ان کے پاس رسولوں کو بھیجنا، ان کے واسطے کتابوں کو نازل کرنا، جنت کے ثواب کی ترغیب، دوزخ کے عذاب کی تخویف۔ ان کے واسطے قدرت کے آثار اور دلائل اور معجزات کا ظاہر کرنا۔

مگر خاص روحانی بزرگی وہ ہے جس کے باعث انبیاء، اولیاء، مومنوں کو بزرگ کیا ہے۔ وہ نبوت، رسالت، ولایت، ہدایت، ایمان، اسلام، ارشاد، کمال، اخلاق، آداب، سیر الی اللہ، فنا فی اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللّٰہ میں اللہ کے ساتھ لاہوتی جذبوں کے سبب ناسوتی تنگیوں سے ترقی اور مقامات پر عبور انانیت سے فنا، ہویت کے ساتھ بقاء اور جو بزرگیاں حد سے باہر ہیں۔

محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آدمیوں کی بزرگی اس سبب سے ہے کہ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم ان میں سے ہیں۔ اور ہم بھی اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

نظم

اے شرف دادہؑ آدمؑ بتو ۔ روشنی دیدۂ عالم بتو
کیست دریں خانہ کہ خیل تو نیست ۔ کیست بریں خوان کہ طفیل تو نیست

از تو صلائے بہ الست آمدہ
نیست مہمانی سے ہست آمدہ

حقائق سلمی میں لکھا ہے کہ اس آیت کے یہ معنیٰ ہیں کہ بزرگ کیا ہم نے حضرت آدم کو معرفت اور توحید کے سبب سے اور اٹھایا ہم نے اسے نفس کے بر یعنی میدان اور دل کے بحر یعنی دریا میں۔

بعضوں نے کہا ہے کہ بر یعنی میدان وہ ہے جو نعتیں اور صفتیں ظہور رکھتے ہیں۔ اور بحر یعنی دریا وہ ہے، جو حقائق ذات پوشیدہ ہیں۔ تاویلات کاشی میں لکھی ہے کہ بر عالم اجسام ہے اور بحر عالم ارواح اور آدمیوں کا ان دونوں میں اٹھانا ان دونوں سے انہیں ترکیب دینا ہے۔ اور روزی دی ہم نے انہیں پاکیزہ علموں اور معرفتوں میں سے اور بزرگی ہم نے عطا کی انہیں بہتیری مخلوق پر۔ اس سبب سے کہ انہیں ان کے عیبوں پر بینا کرنا، اور سب ملائکہ و خواص ملائکہ مستثنیٰ ہیں۔

علماء کو آدمی اور فرشتے کی فضیلت میں بہت گفتگو ہے کہ یہ افضل ہیں کہ وہ مگر جمہور اہل سنت جس بات پر ہیں، وہ یہ ہے کہ آدمیوں کے رسول ملائکہ کے رسول سے افضل ہیں اور ملائکہ کے رسول افضل ہیں کل آدمیوں۔ اور اولیاء آدمیوں کے اشرف ہیں اولیاء فرشتوں سے۔ اور صالح مسلمان افضل ہیں عوام ملائکہ سے اور عوام ملائکہ بہتر ہیں فاسق مسلمانوں سے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بنی آدم سے ایمان دار ہی مراد ہیں۔ اس واسطے کہ کفار کے واسطے وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ کی نص سے کچھ نصیب نہیں۔ اور مسلمانوں کی بزرگی اس سبب سے ہے کہ ان کے ظاہر کو مجاہدہ کی توفیق سے آراستہ کیا ہے۔ اور ان کے باطن کو مشاہدہ کی توفیق سے منور فرمایا، جس طرح تمام مومنوں کو بزرگی عطا کی۔ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خاص بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا از اں جملہ رضائے خاص ہونے کا مرتبہ ہے کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اور محبت کا درجہ ہے۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ اور ذکر کی بزرگی ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔

غرضیکہ یہ آیت انسان کی فضیلت اور جامعیت کی دلیل ہے کہ صفات الٰہی کا پرتو پڑنے کے واسطے سب مخلوقات کی بہ نسبت یہی انسان صاف آئینہ ہے۔ جیسا کہ ان آیات کے مضمون سے فہم میں آ سکتا ہے۔

مثنوی

آمد آئینہ جملہ کون ولی ہم چوں آئینہ نہ کردہ جلی
بنمودند درد بوجہ کمال صورت ذو الجلال والافضال
دانکہ بود ایں تفریق عددی مانع از سِتر جامع احدی
گشت آدم جلائے ایں مرات شد عیاں ذات او بجملہ صفات
منظہر گشت و کلی دجامع سِرّ ذات وصفات ازد لامع
شد تفاصیل کون را بہ حمل برمثال تعین اوّل

بوُسے ایں دائرہ مکمل شُد
آخر ایں نقطہ عین اوّل شُد

لیکن انسان کو بزرگی وفضیلت حاصل نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ حق کو حق جان کر باطل کو باطل جان کر جُرعہ عشق جامِ محبت سے نوش نہ کرے گا۔ اسی واسطے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حق وہ ہے، جو خدا تعالےٰ کے واسطے ہو۔ اور باطل وہ ہے جو اس کے غیر کے لئے ہو۔

صاحب تاویلات اس بات پر ہیں کہ حق کا وجود ثابت واجب ہے۔ جلّ شانہٗ۔ کہ ازلی اور ابدی ہے۔ اور باطل وجود بشری امکانی ہے، جو فنا اور زوال قبول کرنے والا ہے۔ اور جب وجود حقانی شعاعوں کی چمکیں ظاہر ہوتی ہیں، تو اس کے مقابل میں وجود موہوم ممکن پراگندہ اور مضمحل ہو جاتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا

بیشک باطل نیست ونابود اور ناچیز ہو جاتا ہے۔

یہ گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ انسان کی شرافت نسبتی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی نسبت

شرافت ہے۔ تو کافروں اور مسلمانوں کو شامل رہتی، مگر شرافت انسانی باعتبار علم اور عمل صالح کے پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

شَرَافَةُ الْاِنْسَانِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ لَا بِالْمَالِ وَالنَّسَبِ۔

یعنی انسان کی شرافت و بزرگی علم و عمل سے ہے نہ کہ مال اور نسب سے۔

اور خداوند کریم سورہ مومنین میں فرماتا ہے۔ قولہ تعالےٰ۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ

جب پھونکا جائے گا صور میں نفخہ اولیٰ، اس کے سبب سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی، تو نسب نہ ہوں گے ان کے درمیان اس دن۔ اور نہ (اس دن) نسبتوں کا سوال کیا جائے گا۔

یعنی نسب کا علاقہ منقطع ہو جائے گا۔ اور کسی ذی رحم کو اپنے کسی پر رحم نہ ہوگا۔ جس نسب کے سبب سے آج ہم دنیا میں فخر کرتے ہیں۔ کل قیامت کو اس کے سبب سے نفع نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس روز نسب صحیح چاہیئے۔ نسب ظاہری درصریح نہیں۔ اور نسبوں سے نہ پوچھیں گے۔ ایک دوسرے سے یا کوئی کسی کو نہ پوچھے گا، اپنے حال میں مبتلا ہونے کے سبب سے۔ اور یہ حال حساب سے قبل ہوگا۔ اور اس کے بعد ایک دوسرے کا حال پوچھیں گے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ۝

اور وہ ایک دوسرے سے (حال احوال) پوچھنے لگے۔ یعنی حساب کے بعد۔

دربیان آنکہ ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ ......

اگر انسان اپنے عہدہ سابقہ کو پہنچنا چاہتا ہے، تو اسے مشائخ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے، جیسا کہ متقدمین مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص عارفوں سے ہونا چاہے؟ اور شیطان

سے نجات چاہے، اس کو چاہیئے کہ دور کرے اپنے اور معرفت کے درمیان سے چار چیزوں کو۔ اول ابلیس کو اور جس امر کو وہ چاہے۔ دوم نفس کو، جس کی وہ خواہش کرے اور شہوات نفسانی کو اور جن چیزوں کی طرف وہ مائل ہوں۔ سوم اور دنیا کو اور جس کو دنیا چاہے۔

ابلیس مردود چاہتا ہے زوال تیرے دین کا، تاکہ تو ہمیشہ دوزخ میں اس کے ساتھ رہے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ (مانند مثل شیطان کے کہ جس وقت وہ کہتا ہے آدمی کو کہ کافر ہو جا۔)

وَقَالَ اللّٰہ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (اور فرمایا خدائے تعالیٰ نے کہ شیطان ڈراتا ہے تم کو غریبی سے۔

نفس چاہتا ہے معصیت اور چھوڑنے بندگی خدائے تعالیٰ کی۔ اور یہ نہایت معیوب ہے خدائے تعالیٰ کے نزدیک۔ بیان کیا عیب نفس کو خدائے تعالیٰ نے اوپر زبان حضرت یوسف علیہ السلام کے۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ (یعنی البتہ نفس برائی سکھاتا ہے۔) اور آدمی کو ہوائے نفسانی، شہوت پرستی کو اور عدم کوشش خدمت مولیٰ کو چاہتی ہے اور حال یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے،

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ۝ لیکن جو آدمی ڈرتا ہے حضور پروردگار اپنے سے۔ اور باز رکھتا ہے اپنے نفس کو اس کی خواہش سے، پس تحقیق آخرت میں رہنے کی جگہ اس کی جنت ہوگی۔

دنیا چاہتی ہے کہ عمل دنیاوی کو پسند کرے تو آخرت کے اعمال پر اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی ٥ لیکن جو شخص سرکشی کرے، اور اختیار کرے، زندگی دنیا کو، پس تحقیق آخرت میں رہنے کی جگہ اس کی جہنم ہوگی۔

یہ چار چیزیں جب اٹھائی جائیں، تب عارف طرف معروفہ کے پہنچتا ہے۔ اور وہ خدائے تعالےٰ ہے۔ اور جو شخص پیروی کرے ابلیس خبیث کی۔ اور جو کچھ کہ مردود اس کو چاہتا ہے۔ وہ آدمی زوال دین میں اپنے کوشش کرتا ہے، اس کو عذاب دائمی ہوگا۔ مانند عذاب ابلیس کے اور جو شخص پیروی کرتا ہے نفس کی۔ اور جو چاہتا ہے نفس اس کو یعنی معصیت کو، اس کو عذاب بے انتہا ہوگا۔ اور جو شخص پیروی کرتا ہے، ہوائے نفس کی، اور وہ شہوات ہیں، اس پر سخت عذاب ہوگا، اور جو دنیا کی پیروی کرے دنیا اور آخرت دونوں اس سے جاتی ہیں، جیسا کہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے:

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ط (یعنی دنیا اور دین دونوں برباد ہوئے۔)

اور جو ابلیس کی طاعت کرے گا، خدائے تعالےٰ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔ جیسا کہ قول خدائے تعالےٰ کا ہے:

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ ٥ (اور جو شخص طاعت کرے نفس کی چلی جاتی ہے پرہیزگاری اس کی اور جو ہوائے نفس کی اطاعت کرتا ہے، اس کی عقل ماری جاتی ہے۔ اور جو دنیا کی پیروی کرتا ہے، آخرت نہیں پاتا ہے، جیسا کہ قول خدائے تعالیٰ کا ہے۔

بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ٥ (برا ہے واسطے ظالموں کے بدلہ۔)

اس واسطے مومنوں کو چاہیئے کہ شیطان لعین کی تابعداری ظاہری و باطنی ترک کردیں۔ ورنہ قیامت کے دن شیطانی زمرہ میں شمار کیے جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

جب ڈالیں جائیں گے اہل دوزخ، دوزخ میں، تو رکھا جائے گا واسطے ابلیس لعین کے منبر آگ کا، اور پہنایا جائے گا، اُس کو لباس آگ کا، اور تاج پہنایا جائے گا آگ کا اُس کو اور اس کے پاؤں میں بیڑی آگ کی ڈالی جائے گی۔ پھر کہا جائے گا، اے ابلیس! اس منبر پر چڑھ اور اہل دوزخ کو خطبہ یعنی وعظ سنا۔ پس ابلیس منبر پر چڑھے گا۔ اور اہل دوزخ کو کہے گا کہ اے اہل دوزخ! پس سنیں گے اس کی آواز سب دوزخی اور سب کے سب متوجّہ ہوں گے اس کی طرف اور دیکھیں گے اس کی طرف۔ کہے گا ابلیس لعین، اے گروہ کفّار اور منافقین! خدائے تعالیٰ نے تم لوگوں کے ساتھ وعدہ حق کیا تھا، اس بات کا کہ تم سب مرو گے، اور پھر حشر کئے جاؤ گے اور حساب لئے جاؤ گے۔ بعد اس کے دو گروہ کئے جاؤ گے، ایک گروہ بہشت میں اور دوسرا دوزخ میں ہو گا۔ اے گنہگارو! تم گمان کرتے تھے کہ دنیا سے جُدا نہ ہوں گے، اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور مجھ کو تم لوگوں پر کچھ غلبہ نہ تھا، مگر وسوسے میں ڈالتا تھا تم لوگوں کو، اور قبول کیا تم نے، اور پیروی کی میری، پس قصور تمہارا ہے، ملامت مجھ کو مت کرو۔ تم اپنے نفس کو ملامت کرو۔ کیونکہ سزاوار تم ملامت کے زیادہ ہو مجھ سے۔ کیوں بندگی خدائے تعالیٰ کی تم نے نہ کی۔ درانحالیکہ وہ خالق ہر شئے کا ہے۔ اس کے بعد کہے گا کہ میں قادر نہیں ہوں تم کو عذاب خدائے تعالیٰ سے بچانے پر اور نہ تم قادر ہو مجھ کو بچانے پر۔ میں اس سے بری ہوں، آج جو کچھ تم کو کہا تھا، اور میں ملعون اور مردود ہوں درگاہ خدائے تعالیٰ سے، جس وقت دوزخی ابلیس لعین سے اس بات کو سنیں گے تو سب اس کو لعنت کریں گے، بعد اس کے فرشتے دوزخ کی آگ نیزوں سے منبر پر سے گرائیں گے۔ اس کو اور اس کے تابعین کو اسفل السافلین میں ہمیشہ کے لئے اور کہیں گے ان کو فرشتے دوزخ کے، تمہارے لئے نہ موت ہے، نہ راحت، ہمیشہ رہو گے اسی دوزخ میں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف سے نکلے۔ اچانک آپ کے سامنے ابلیس ہوا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابلیس! میری مسجد کے دروازے کے پاس کیا چیز تجھ کو لائی۔ ابلیس لعین نے کہا کہ اے محمدؐ! صلی اللہ علیہ وسلم، یہاں مجھ کو خدائے تعالیٰ لایا ہے۔ پھر آپ نے پوچھا یہ کس لئے۔ کہا تاکہ آپ مجھ سے پوچھیں جو آپ کا جی چاہے۔ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ پہلا سوال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس لعین سے نماز کا کیا تھا۔ فرمایا: اے ابلیس! کیوں تو لوگوں کو نماز جماعت سے روکا کرتا ہے۔ کہا اے محمد! جس وقت آپ کی امت نماز پڑھنے کے لئے نکلتی ہے تو اس وقت مجھ کو شدت سے بخار آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ منتشر ہوں اپنی نماز سے۔ پھر پوچھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابلیس! میری امت کو قرآن مجید پڑھنے سے کس لئے روکا کرتا ہے، کہا کہ جس وقت آپ کی امت کے لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو میں مثل رانگ کے پگھل جاتا ہوں۔ پھر پوچھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے ابلیس تو میری امت کو جہاد سے کیوں روکتا ہے۔ جواب دیا کہ جس وقت وہ جہاد کے لئے نکلتے ہیں، تو پیر میرے جکڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لوگ لوٹ نہ آئیں۔ پھر پوچھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابلیس تو میری امت کو حج سے کیوں روکا کرتا ہے۔ کہا کہ جس وقت لوگ حج کے لئے نکلتے ہیں، تو میں زنجیر اور بند میں گرفتار رہتا ہوں۔ اور میری گردن میں طوق ڈالا جاتا ہے۔ اور جس وقت صدقے کا قصد کرتے ہیں آپ کی امت کے لوگ تو رکھا جاتا ہے میرے سر پہ آرہ اور چیرا جاتا ہے، جیسا کہ لکڑی چیری جاتی ہے۔

در بیان آنکہ جس فرقہ کی محبت و رغبت کرتا ہے قیامت کو اسی گروہ سے ملقب ہوگا۔

جاننا چاہئے کہ انسان فرقہ کے پیشے کی محبت و رغبت سے کرتا ہے۔ قیامت کو اسی فرقہ

گروہ کے لقب پر ملقب کرکے پکارا جائے گا۔ اور اسی فرقہ میں شمار کیا جائے گا۔ جیسا کہ خداوند کریم کل قیامت کو قدرت کی زبان سے پکارے گا کہ اے امت نوحؑ، اے امت ابراہیمؑ اے امت موسیٰؑ اے امت عیسیٰؑ، اے امت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح ہر ایک فرقہ کو ان کی پیشوائی کی وجہ سے ان کے پیشواؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔ تاکہ وہ ہر ایک اپنے پیشوائی کے ساتھ شامل کیا جائے۔

جیسا کہ اکثر اخباروں میں آیا ہے، کہ ایک منادی قیامت کے دن کہ لاؤ میرے پاس فرعونوں کو۔ پس وہ لایا جائے گا، وہ سر پر اس کے آگ کی ٹوپی ہوگی۔ اور قطران کا کرتہ پہنے ہوئے ہوگا۔ اور خنزیر پر سوار ہوگا۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں جبار اور متکبر لوگ۔ پس وہ بلائے جائیں گے، اور ان کو دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ اور ان لوگوں کا پیشوا فرعون ہوگا۔ پھر وہ آواز دے گا کہ کہاں ہے قابیل۔ پس لایا جائے گا اس کو۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہیں حاسد لوگ۔ پس بلائے جائیں گے اس کے ساتھ دوزخ میں۔ اور قابیل ان کا پیشوا ہوگا۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے کعب بن اشرف رئیس علمائے یہود کا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کعب ایمان لاتا تو سارے یہود ایمان لے آتے۔ پس لایا جائے گا وہ ویسا ہی۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو چھپاتے تھے حق کو اور علم کو۔ پس ہانکیں گے ان کو ہمراہ اس کے طرف دوزخ کی۔ اور کعب ان کا پیشوا ہوگا۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہے ابوجہل۔ پس لایا جائے گا اس کو ایسا ہی۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ جھٹلاتے تھے خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ پس ہوگا ابوجہل ان کا پیشوا جہنم میں۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے ولید بن مغیرہ۔ پس لایا جائے گا وہ۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہیں تمسخر کرنے والے فقرائے مساکین پر۔ پس پیشوا ان کا ولید بن مغیرہ ہوگا دوزخ میں۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے اجدع قوم لوط سے کہ لواطت کرتا تھا۔ پس لایا جائے گا۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو لواطت کرتے تھے پس لائے جائیں گے وہ اور اجدع ان کا پیشوا

ہوگا دوزخ میں۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے امرؤالقیس، پس لایا جائے گا وہ۔ پھر جمع کئے جائیں گے سب شاعر جو کہ جھٹلانے تھے کتاب اللہ اور رسول اللہ کو۔ پس امرؤالقیس دوزخ میں ان کا پیشوا ہوگا۔ پھر ندا ہوگی کہ کہاں ہے مسیلمہ کذاب۔ پس حاضر کیا جائے گا اس کو۔ پھر پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ جھٹلاتے تھے کتاب اللہ اور رسول اللہ کو۔ پس مسیلمہ کذاب پیشوا ان کا ہوگا دوزخ میں۔

اس کے بعد ندا ہوگی کہ کہاں ہے ابلیس لعین، پس وہ لایا جائے گا، اور وہ مردود کہے گا، کہ اے حاکم عادل! دے مجھ کو فوج میری اور مؤذن میرے، اور قاری میرے، اور مصاحب میرے اور ونلار میرے اور فقہا میرے، اور خزانچی میرے اور سوداگر میرے اور طبال میرے اور حواشی میرے۔ پس کہا جائے گا اے ملعون! راندۂ درگاہ، کون ہے لشکر تیرا۔ پس کہے گا، وہ لوگ کہ حریص ہیں، اور مؤذن میرے کاہن لوگ ہیں، اور قاری میرے گانے والے ہیں، اور مصاحب میرے گودنے اور گدوانے والے ہیں۔ اور فقہا میرے وہ لوگ ہیں کہ ٹھٹھا کرتے تھے مصیبت زدوں پر اور کہتے تھے اچھا کھانا۔ اور خزانچی میرے وہ لوگ ہیں کہ حاضر کرتے تھے خوان مسکرات کا اور نہ دیتے تھے زکوٰۃ۔ اور سوداگر میرے وہ لوگ ہیں کہ بیچتے تھے سارنگی۔ اور طبال میرے وہ لوگ ہیں کہ بجاتے تھے طبلہ اور دف۔ اور حواشی میرے وہ لوگ ہیں کہ بوتے تھے انگور واسطے نشے کے، پس نکلے گا ایک اژدہا کہ اس کی گردن کی درازی ستر برس کی راہ کے برابر ہوگی۔ پس جمع کرے گا ان لوگوں کو اور ان کو دوزخ کی طرف ہانک کرلے جائے گا۔

اس کے بعد لوگ حساب کے واسطے بلائے جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کہے گا کہ — جبریلؑ! اوّل وہ شخص کہ جنت میں داخل ہوگا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس ہوگا زیب سر اقدس ایک تاج نور کا اور زیب تن مبارک حریر سبز رنگ کا۔ اور آگے ہشتر (۷۰) ہزار نشان ہوں گے۔ پس اٹھایا جائے گا لوائے احمد۔ پھر ندا کرے گا منادی کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ اختیار کرتے تھے فقر کو اور دیتے تھے فقرا کو، اور تھے وہ طریق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اور پیروی ان لوگوں نے سُنت کی۔ پس کہا جائے گا، جاؤ تم ساتھ نبی اپنے کے جنت میں۔ پھر لایا جائے گا حضرت آدم علیہ السلام کو کہ ان کے سر پر ایک نور کا تاج ہوگا اور ان کے سامنے آٹھ ہزار نشان ہوں گے۔ پس پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ انہوں نے حج اور عمرہ کیا تھا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔ پھر بہشت کی طرف لایا جائے گا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی طرح کہ سامنے بیس ہزار نشان ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ دوست رکھتے تھے مہمانوں کو اور دیتے تھے غریبوں کو۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔

بہشت کی طرف پھر لایا جائے گا حضرت یوسف علیہ السلام کو اس طرح کہ سامنے ان کے دس ہزار نشان ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا حضرت یوسف علیہ السلام کو کہ ترک کی خواہش نفسوں کی باوجود قدرت کے۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام پیشوا ان کے ہیں۔

طرف جنت کے پھر لایا جائے گا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اسی طرح۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو احسان کرتے تھے اپنے ہمسائیوں پر۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام پیشوا ان کے ہیں۔ طرف بہشت کے پھر لایا جائے گا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو۔ اور ندا ہوگی کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو حق کہتے تھے خدا تعالیٰ کی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔

پھر بہشت کی طرف لایا جائے گا حضرت ہارون علیہ السلام کو۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ عدل کرتے تھے اپنی خلافت میں۔ پس حضرت ہارون علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔ پھر جنت کی طرف حضرت ایوب علیہ السلام لائے جائیں گے۔ اور کہا جائے گا کہ کدھر ہیں وہ لوگ کہ صبر کرتے تھے، اپنی بیماریوں اور آفتوں میں۔ پس حضرت ایوب علیہ السلام ان کے پیشوا ہیں۔

پھر جنت کی طرف لائے جائیں گے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر اُن کے

تاج ہوگا نور کا۔ اور لباس ان کا اطلس اور دیبا کا ہوگا۔ پس ندا ہوگی کہ کہاں ہیں صدیق لوگ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیشوا ان کے ہیں۔

پھر جنت کی طرف لائے جائیں گے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ پس کہا جائے گا، کہاں ہیں حکم کرنے والے اچھی باتوں کے اور منع کرنے والے برائیوں سے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیشوا ان کے ہیں۔ پھر جنت کی طرف لائے جائیں گے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ اور ہوگا اون کے جسم پر لباس حیا کا۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ ترک کیا انہوں نے گناہوں کو خدا کے شرم سے۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے پیشوا ہیں۔

پھر بہشت کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ لائے جائیں گے۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں غازی لوگ۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پیشوا ہیں۔ پھر بہشت کی طرف حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما لائیں جائیں گے۔ پس کہا جائے گا کہ کہاں ہیں مظلومین اور مقتولین خدا تعالےٰ کی اطاعت میں۔ یعنی وہ لوگ کہ ظلم کئے گئے اور قتل کئے گئے خدائے تعالےٰ کی اطاعت میں۔ یہ دونوں پیشوا ان کے ہیں۔

پھر ندا ہوگی اور جنت کی طرف لائیں جائیں گے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور کہا جائے گا کہ کہاں ہیں فقہا۔ پس وہ پیشوا ان کے ہیں۔ طرف جنت کے پھر لائے جائیں گے حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ، پس کہا جائے گا، کہاں ہیں مؤذن لوگ پس وہ پیشوا ان کے ہیں طرف بہشت کے۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔ (بخاری ومسلم)

فرمایا حضرت جناب مکرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے نکالا ایک طریقہ اچھا یعنی دین اسلام میں اور وہ امام ہے اس طریقے کا، پس واسطے اس کے ہے

اجر اس کا اور اجر اس شخص کا کہ جس نے عمل کیا، موافق اس طریقے کے، یعنی جو شخص کہ عمل کرے، اس طریقے پر بعد اس کے اور جس شخص نے نکالا ایک طریقہ بُرا، یعنی وہ امام ہے اس بُرے طریقے میں، پس واسطے اس کے گناہ اس کا ہے، اور گناہ اس شخص کا ہے، جو عمل کرے اس طریقے پر بعد اس کے، یعنی جس نے اول کوئی عمل بد کیا، لکھا جائے گا، اس پر گناہ اس شخص کا بھی، جس نے عمل کیا اس کو دیکھ کر بعد اس کے۔

ماسوی اللہ کو بھول کر یادِ حق میں مشغول ہونا یہی عِلم ہے

پس جاننا چاہیئے کہ علمِ غیر کو بھول جانا ایک آسان بات ہے، جو ذکر الٰہی کی کثرت اور علاقوں کے قطع کرنے سے غیر کو بھول جانا ہے۔ اور ماسوائے اللہ کے نقش صفحۂ دل سے دھوئے جاتے ہیں۔ لیکن وہ علم جو خاص اپنی ذات میں ہے، اس کو فراموش کرنا ایک مشکل اور بہت ہی تکلیف دہ کام ہے، اس لئے کہ ہر ایک انسان اپنے ذاتی علم سے ایک لحظہ بھر بھی غافل نہیں رہتے۔ اور ہمیشہ خود با خود ہے۔ پس اپنی خودی سے چھٹکارا سوائے کامل اولیاء اللہ کے کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔

جب تک سالک اپنے علم کے ذریعہ حسوں کی دوڑ دھوپ سے مقصود حاصل کیا چاہتا ہے۔ ابھی دور اور مہجور ہے، اس لئے کہ جو کچھ اس کے علم عقل وہم وخیال اور قوت مدرکہ میں جلوہ گر ہوگا، سب کا سب مخلوق اور غیر حق کا ہوگا۔ جس کے کلمہ لَا نفی کرتا ہے۔ کیونکہ بزرگ اور بلند خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات حواس کے راستے سے نہیں پائی جاتی۔ جس طرح پر کہ چمگادڑ کی آنکھ سورج کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی، اسی طرح پر عقل وحواس کی آنکھیں وحدت حقیقی کے نور کو نہیں پا سکتیں۔ **بیت**

تا تو پیدائے خدا باشد نہاں   تو نہاں شو تا کہ حق گردد عیاں

جب تک تو ظاہر ہے، خدا پوشیدہ ہے۔ تو چھپ جا تاکہ حق سبحانہٗ ظاہر ہو۔
اپنے آپ سے چھپ جانے کے معنی یہ ہیں کہ دیکھی بھالی چیز دل سے غائب ہو جائے اور خداوند تعالیٰ کی ہستی کے ظہور میں فانی اور ہلاک ہو جائے۔ جب تک کہ سالک میں اس کی خودی کا علم قائم ہے اور اپنی ذات سے فانی نہیں ہوا۔ پردہ در پردہ میں ہے۔
کیونکہ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ۔ (علم بڑا بھاری پردہ ہے۔)
حجاب اکبر سے اپنی خودی کا علم مراد ہے، جب سالک اپنی خودی سے خلاصی پاوے، اور اپنے علم اور حسوں کو حق تعالیٰ سبحانہٗ کی ہستی کے ظہور کے مشاہدہ میں گم کرے، تو حق سے حق کو پاتا ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ۔ میں نے خدا کو خدا ہی سے پہچانا۔
اس کا بیان بہت لمبا ہے۔ اس لئے کوتاہ قلمی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔
اے عزیز! وہ جماعت جس نے قال کو حال پر ترجیح دے کر عقلی اور نقلی دلیلوں سے اسے پڑھنے جاننے بات کرنے وغیرہ کو عظیم الشان عبادتوں سے گنا ہے، اور تقلید کے مقام سے نکل کر تحقیق کے درجہ میں قدم نہیں رکھا، ان کی یہ سب نارسائی و نالیاقتی ہے کہ انہوں نے اپنے دل کی بیماریوں کو دور نہ کیا۔ اور قیل و قال پر ہی مٹے۔ لیکن جس علم کے ساتھ عمل ہو پس اگر خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل ہو۔ اور ظاہر و باطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے آراستہ ہو تو اس کا ثمرہ سب کا نورانی ظاہر و باطن کو روشنی بخشنے والا ہے، جس طرح پر کہ خداوند تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا،
اے بندے! وہی علم نفع مند ہے کہ تجھے مجھ تک پہنچائے، اور جدائی سے ملاپ تک لائے۔ اور دوری سے حضوری تک رستہ دکھلائے۔ جس چیز کو تو دیکھے، مجھ کو جانے اور مجھ کو ہی پڑھے۔
اے عزیز! علم اصل وہی ہے کہ معاد کے عقل کی روشنی بڑھائے اور معاد کا عقل وہ ہے کہ آدمی کو خدا کا راستہ دکھلائے۔ اور آخرت کے کاموں اور خدا طلبی کے رستہ میں

ممدو مددگار ہو۔ اور طریقت کے سالکوں اور حقیقت کے راستہ کے طالبوں کے لئے قال و حال کا سرمایہ اور پیرایہ ہو۔ یعنی علم کی برکت سے عمل کے لباس سے آراستہ ہو۔ اور دنیا کی آلائشوں سے آلودہ نہ ہو۔ اور اپنے سب وقتوں کو حق سبحانہ تعالیٰ کی رضامندی اور حق جوئی میں خرچ کرے۔ اور خدا تعالےٰ کی مخلوق پر شفیق اور رحم دل ہو۔

اور لوگوں کو محض خدا تعالےٰ کے واسطے دینی فائدے پہنچائے اور جن کو فیض پہنچایا ہے، ان سے شاباش کی امید اور خدمت کی توقع نہ رکھے اور اپنی کمایت پر نظر نہ کرے اور علم کے ذریعہ ہونے کے باعث اپنی ذات کو بزرگ نہ جانے، اور کسی پر فخر نہ کرے، حق کو باطل سے جُدا کرے۔ لوگوں کو ان کی بھلائی برائی سے واقف کرے۔ اور دلیلیں دے کر خلقت کو خدا تعالےٰ کی دوستی پر رغبت دلائے اور دنیا کا فقر و فاقہ آجانے پر جگہ سے پھسل نہ جائے۔ اور حرص و ہوا کی بدولت علم کی بزرگی کو ضائع نہ کرے۔ بُری مجلسوں میں ہرگز نہ بیٹھے۔ اور اپنی ظاہری اور باطنی اوقات کو ہو بہو آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر گذارے، اور خدا و رسول کے آداب کو جس طرح کہ بجا لانے کا حق ہے بجا لائے۔ جو جان لیا ہے اس پر عمل کرے۔ جسمانی اور روحانی عبادتوں کو جمع کرا کر ایک ساتھ کرے تاکہ علم اور عمل کی برکت سے نفسانی کدورتوں سے صاف اور مصفا ہو کر قرب الٰہی کی سعادت تک پہنچے۔ اور اخلاق ستودہ اور صفات محمودہ سے خدا تعالےٰ کی درگاہ میں ہو، اور ایسا سچا صاف دل عالم دونوں جہانوں کو فیض پہنچانے والا، سیدھا راستہ دکھانے والا، پیغمبروں کا وارث، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب خدا کا مقبول ہوتا ہے۔ اس شخص کا فیض ایک جہان کو روشن کرتا ہے۔ اور روشنی دیتا ہے۔ اس کی ہدایت ایک دنیا کو جہالت کے بھنور سے نکال کر کمال کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔ اس کے سر پر عزت و اقبال کا تاج پیدا ہوتا ہے۔ اور سعادت کا خلعت جو

جو اس نے زیب تن کیا ہے، ہویدا ہوتا ہے۔ حسب ذیل اشارہ اسی کی طرف ہے۔

عِزَّۃُ الدُّنْیَا وَشَرَفُ الْاٰخِرَۃِ۔ دنیا کی عزت اور آخرت کا فیض۔

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ۔ عالم کی نیند عبادت ہوتی ہے۔

اسی کی شان میں بشارت ہے۔ اس کی زبان سعادت کے دروازوں کی چابی ہے اس کا کلام سب کا سب فیض اور برکت ہے

بیت

علم آں باشد کہ جان زندہ کند
مرد را باقی و پائندہ کند

(علم وہی ہے جو جان کو زندہ کرے اور آدمی کو باقی اور قائم رہنے والا بنائے۔)

ایسا کامل دین پرور عالم جو مذکورہ بالا صفات سے موصوف ہے، اس قابل ہے، کہ خلقت کا پیشوا ہو۔ اور ہدایت کے نور سے دنیا کے لوگوں کو منور کرے۔ لیکن وہ شخص جو علم کو دنیا کمینی کا ذریعہ بنائے اور رتبہ و شان و شوکت کا طالب ہو اور عزت اور اقبال کا آرزومند اور رات دن دنیا کی نفسانی لذتوں میں مشغول رہے۔ اور نفس و شیطان کا محکوم امر و نہی پر چلنا گوارا نہ کرے۔ دل کی حرص و ہوا اور دیگر بری صفتوں سے پاک نہ کرے نیک عملوں اور حق سبحانہ تعالیٰ کی فرمان برداری میں مستقل نہ ہو، اس میں ضرور علم کی شکل ہے۔ مگر علم کی حقیقت نہیں۔

خداوند تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ (سورہ جمعہ)

(جو لوگ توریت شریف پڑھتے ہیں، اور اس پر عمل نہیں کرتے، ان کی ہو بہو گدھے کی مثال ہے کہ جس پر بوجھ لدا ہوا ہو۔

حقیقت میں یہ مثال اسی کے حق میں ثابت ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے:

كُلُّ عَالِمٍ لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهٖ فَهُوَ مُسَخَّرٌ لِلشَّيْطَانِ۔

جو عالم اپنے علم کے ساتھ عمل نہیں کرتا، وہ شیطان کا مطیع ہے۔

اس لئے کہ علم کا مقصود عمل ہے۔ اور عمل مطلوب کے وصول کا ذریعہ ہے اور خدا تعالیٰ کے راستہ میں ترقی اور بزرگ و بلند خدا کی رضامندی کے حصول کا ذریعہ۔

شعر

گر می دو ہزار رطل پیمائے

تا مئے نہ خوری نہ باشدت شیدائے

(اگر دو ہزار شراب کے پیالے تو ماپ جائے، جب تک تو شراب نہ پیئے گا، وہ تیرا شیدا نہ ہوگا۔)

ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے کہ جاہل کا عمل دیوانہ پن ہے۔ لیکن وہ علم کہ جس کے ساتھ عمل نہ ہوگا بیگانہ پن رہے ہے۔ صرف علم ہی جس کے ساتھ عمل نہ ہو، خدا طلبی کے راستہ میں کافی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دانا طبیب بیمار ہو جائے، تو محض دوائیوں کا نام جانتا ہے، اس کی بیماری کو دور نہیں کر سکتا، نہ ہی صحت بخشتا ہے، جب تک کہ دوائی کا استعمال نہ کرے، اور پرہیز نہ کرے۔ ایسے ہی روحانی بیمار بھی روحانی بیماری سے صحت نہیں پا سکتا۔ اور اپنے مقصود پر نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر عمل نہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو قسم پر ہے۔

اوّل: ظاہری عبادت کہ جس کا جسم کے اعضاء کے ساتھ تعلق ہے۔ اور ظاہری لوگوں کو پہنچتا ہے۔

دوم، باطنی عبادت۔ یعنی اپنے نفس کو بداخلاقیوں سے اور دل کو غیر حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے پاک کرنا کہ خاص الخواص لوگوں کو عطا ہوا ہے۔

سو جس شخص کے حصہ میں ازلی سعادت آئی ہے، وہ دونوں کاموں میں بہت

سی کوشش کرتا ہے۔ علم کو عمل کے ساتھ اپنا امام بناتا ہے۔ اور اپنے ظاہر و باطن کو جمع کرتا ہے۔ اس لیے کہ علم باعمل ہزاروں نیک بختوں کا سرچشمہ ہے۔ اور جہالت تمام گمراہیوں اور بدبختیوں کی کان ہے۔ اس لیے کہ علم آخرت کے عقل اور دین کی فراست سے قوت لیتا ہے، اور جہالت کو ضعف پہنچاتا ہے۔ اور آدمی کو نقص سے ہٹا کر کمال تک پہنچاتا ہے، اور عوام کی نسبت سے نکال کر خاصوں کے درجہ تک ممتاز کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت کی بھلائی علم کے ساتھ ہے۔ اور دنیا اور آخرت کی شرارت جہل کے ساتھ ہے۔

خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَشَرُّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَعَ الْجَهْلِ۔

نقل ہے کہ ایک آدمی کو قیامت کے دن لائیں گے جس کے عمل پہاڑ کی مقدار پر ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دو۔ فرشتے عرض کریں گے، کہ خدایا! تو جانتا ہے کہ اس بندہ نے اتنی طاعتیں کی ہیں۔ اور اس کے باوجود دوزخ میں ڈالا جاتا ہے ارشاد ہوگا کہ اس نے عبادت بلا علم کی ہے۔

عالم کا سونا جاہل کے تمام رات عبادت کرنے سے بہتر ہے

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عالم کا سونا جاہل کے تمام رات نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى أُمَّتِي ۔

عالم کو عابد پر وہ فضیلت ہے جیسے مجھے فضیلت حاصل ہے میرے ایک ادنیٰ امتی پر۔
اس لیے کہ اسلام کے مرتبے اور دین کی عزتیں علم کی روشنی سے ہی پہچان سکتے ہیں۔
اور سعادت کا راستہ اور نیکیوں کا طریقہ علم کے ذریعہ ہی سے پا سکتے ہیں۔ شریعت کے کاموں کی تعظیم اور حکموں کی پیروی اور نواہی سے بچنا علم ہی سے ہو سکتا ہے۔ دین و دنیا کی عزت و اقبال علم اور عمل کی برکت سے ہی بڑھتی ہے۔ اس لیے کہ کوئی عمل بھی خدا کی

درگاہ میں سوائے علم وعمل کے راستہ پر چلنے کے نزدیک نہیں ہے۔

اور کوئی دشمن زیادہ سے زیادہ خوار خدا کے نزدیک جہالت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ عالم کی نیند جاہل کی نماز سے بہتر ہے۔

یہی تو باعث ہے کہ زاہدان زمانہ سلف علم حاصل کرنے کو تمام کاموں پر مقدم رکھتے تھے کیونکہ عبادت اور عبودیت کا مدار علم ہی پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو علم کے بغیر فقیر بنے، وہ پاگل ہوتا، یا کافر ہو کر مرتا ہے۔

پس جو شخص باقاعدہ زندگی بسر کرنا چاہے تو اس کو لازم ہے۔ مذکورہ بالا طریق پر اپنے وقتوں کو تقسیم کرے۔ تاکہ دونوں جہان کا سعادتمند اور دین و دنیا میں مقبول ہو۔ اور ہر ایک عبادت سے تازہ حضور اور بے اندازہ ترقی حاصل کرے اور ہر ایک عمل سے ایک تازہ مزہ پائے۔ جس طرح پر کہ صاحبان نعمت کے دسترخوانوں پر قسم قسم کے کھانے چنتے ہیں۔ اور ہر ایک کھانے سے ایک علیحدہ مزہ اور نرالی لذت ہیں، اسی طرح پر ازلی سعادتمند اور خدا کی درگاہ کے مقبول قسم قسم کی عبادتوں میں اپنے وقتوں کو آباد رکھتے ہیں۔ اور طرح طرح کی عبادتوں سے نیک بختیوں کے خزانوں کے ذخیرے ظاہر کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک روز سورج چڑھے آواز دیتے ہیں کہ اے آدم کے بیٹے! مجھ سے اپنا حصہ لے۔ یعنی بہت سی بندگی اور بکثرت نیکی کر۔ کیونکہ جب میں تجھ سے جدا ہو جاؤں گا، تو پھر کبھی بھی تیرے پاس لوٹ کر نہ آؤں گا۔

پس جس شخص کو تقدیر الٰہی کے کارخانہ سے کامل عقل اور عالی فطرت نصیب ہوئی ہے، وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھتا ہے۔ اور اتنا جانتا ہے کہ سانسوں انفاس کے جواہروں کا خزانہ بے فائدہ خرچ کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ اور عمر کی پونجی کو رائیگاں کر دینا عقلمندوں کا انجام نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقل کامل ایک ایسی

متاع ہے کہ انسان کو بزرگی کے رتبہ پر پہنچاتی ہے، اور اس انسان میں جو حیوانات والی صفتیں ہیں، ان کو فرشتوں والی خوبی سے مبدّل کر دیتی ہے۔ اور کامل عقل سے عقل معاد دینی کاموں کی عقل مراد ہے، نہ دنیاوی عقل۔ اور دین کے بزرگوں اور یقین کے راستہ پر چلنے والوں کے نزدیک عقل کا مآل یہ ہے کہ آدمی اپنے کاموں کی صورت اپنے اطوار احوال و اقوال اور افعال کو عینک لگا کر دیکھے اور جو ناپسندیدہ خصلت اپنی ذات میں موجود ہے، اس سے پرہیز کرکے صفات حمیدہ سے موصوف ہو تاکہ کامل انسان بن جائے۔

انسان دو چیزوں سے ملا ہوا ہے

انسان دو چیزوں سے ملا ہوا ہے۔ (۱) صورت۔ (۲) صفت۔

اور حکم صفت کو ہے، اس لئے کہ صورت فنا ہو جاتی ہے اور صفت قائم رہتی ہے اور باقی رہتی ہے۔ اسی باعث سے ہے کہ کل قیامت کے دن ہر ایک حشر اپنی صفتوں پر ہوگا۔ اور صورت معنوں کے رنگ میں رنگی جائے گی۔ اور جو صفت اندر ہے باہر نکل آئے گی۔ اگرچہ فی الحال محسوسات کے شغل سے کچھ معلوم نہیں ہوتا لیکن جس وقت جان تن سے نکل جائے گی، اصل حقیقت روشن ہو جائے گی۔ پس آدمی کو لازم ہے کہ اچھی صفتوں کا اپنی ذات پر غلبہ دے۔ اور رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے۔ لیکن تو جب تک پسندیدہ صفتوں اور بُرے عملوں میں تمیز نہ کرے اپنی ذات کو اچھی صورت اور نیک اخلاق سے سنوار نہیں سکتا۔ پس اچھی صفتوں کو کان لگا کر سن جو حسب ذیل ہیں۔

علم، حیاء، رضاء، عفو، رأفت، نصیحت، تواضع، مروّت، مدارت، محبت، شجاعت، عدل، تقویٰ، زہد، ورع، توکل، اخلاص اور صدق وغیرہ۔

اور بری صفتیں حسب ذیل ہیں۔

دنیا اور اس کے بلند مرتبوں کی محبت کینہ، خودی، بخل، غصہ، خود بینی، جھوٹ چغلی کھانا، تہمت، حرص، ظلم، دکھلاوہ، لمبی امیدیں رکھنا خلقت کے عیبوں میں نظر ڈالنا، رحمت کی کمی، نصیحت سے منہ پھیرنا، دشمنی رکھنا، لالچ۔ اپنے برابر کسی کو نہ سمجھنا، بہت کھانا، شہوت وغیرہ۔

خداوند کریم کی بارگاہ میں پہنچنے کیلئے کثرت ذکر ضروری ہے۔

اے عزیز! حضرت رب العزت کی درگاہ میں سب سے بڑھ کر عمل خدائے تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ذکر ہے۔ چنانچہ ہر ایک طبقہ کے مشائخ ان سب پر خداوند تعالیٰ راضی ہو اس بات پر متفق ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے طالب کو ابتدا میں ذکر کے سوا اور کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

نقل ہے کہ سعد بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ شریف کی مسجد شریف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی ان کے پاس آیا، اور سوال کیا کہ مجھے اس حلال کی خبر دیجئے کہ جس میں حرام کا مطلق نام تک نہ ہو۔ اور اس حرام کی بھی اطلاع دیجئے، جس میں حلال کا شائبہ تک نہ ہو، فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسا حلال ہے کہ اس میں حرام کا نام تک بھی نہیں۔ اور غیر کی یاد حرام ہے، جس میں حلال کا شائبہ تک نہیں۔

اس لئے کہ خدا کے ذکر میں نجات ہے اور غیر کے ذکر میں ہلاکت ہے۔ پس ہوشیار ہو گل پرور، جسم کی پرورش کرنے والا نہ ہو، بلکہ دل پرور اور روح کی آرائش کرنے والا ہو اور غفلت کی نیند سے جاگ۔ بیت

نمے گویم کہ از عالم جدا باش　　بہ ہر کارے کہ باشی باخدا باش

(میں تجھے یہ نہیں کہتا کہ دنیا جہان سے الگ ہو جا، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ جو کام تو کرے، باخدا ہو کر کر۔

خدا وند واحد کے طالبوں اور اس صمد بے ند کے جمال کے عاشقوں نے جو یہ سب مقبولیت کے درجے اور محبوبیت کے رتبے اللہ تعالیٰ کی پاک درگاہ سے حاصل کئے ہیں، تو محض اسی ایک عمل سے کہ بہت ذکر کرنے سے، دل کو غیر کی محبت سے پاک کر کر حقیقی محبوب خدا کے ساتھ محبت کی ایسی گرہ باندھے، کہ ان کی محبت کا جانور دونوں جہاں کے دام و دانہ میں بند نہیں ہو سکتا، اور ان کے دل کا دامن حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سوا کسی گندگی سے آلودہ نہیں ہوتا۔

پس اے دوستو، اگر آپ بھی اس عظیم الشان دولت سے ممتاز ہونا اور اپنے مدعا کو معشوق کے جلوہ گاہ لانا چاہتے ہو تو اپنے عزیز وقت کو خدا کی یاد سے آباد رکھو اور اس کا ایک لمحہ بھی رائیگاں نہ جانے دو۔ کیونکہ دل کی دولت کے اظہار کی لیاقت بنی نوع انسان میں سے ہر ایک کو بخشی گئی ہے۔ اور اس سعادت کی قابلیت ہر ایک فرد بشر کو عطا کی گئی ہے۔ یعنی جو شخص خدا کی یاد میں ہمیشگی کرے اور غفلت کی پٹی کو بصیرت کی آنکھ سے دور کرے، تو وہ خدا کی دوستی کے شرف سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور اپنی ذات سے فانی ہو کر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ باقی ہوتا ہے، پس یہ سب دلیری اور زیاں کاری تو اپنی ذات پر کب روا رکھے گا۔ اور وقت عزیز جو عمر کی متاع ہے، کب تک غفلت میں گذار دے گا۔ اور اپنے دل میں قیاس کر کہ دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے کہ اگر پہلی دفعہ نہیں تو دوسری دفعہ ہی تو خدا کو پا سکے گا۔ فرصت کا وقت اور مہلت کی گھڑی غنیمت جان کر اس سعادت کو حاصل کر اور اپنے دل کو غیر حق سے آلودہ نہ کر۔

قیامت کے دن ایک گنہ گار کا پروردگار عالم کو پکارنا

نقل ہے کہ کل قیامت کے دن ایک شخص کہے گا، اے پروردگار عالم! خداوند تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی، بس اب مجھے مت پکار۔ دنیا میں، جو مجھے پہچاننے کا مقام تھا

اور جس میں بار بار تجھے ہدایات کی گئیں، اس میں تو تو نے پہچاننے کا نام تک نہ لیا، اور ان ہدایات کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اب اس جہان تو اس آیت کا مصداق بن۔
قولہ تعالےٰ:

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا

یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے، وہ عالم آخرت میں بھی اندھا ہوگا، اور وہ راستہ سے بہت دور جا پڑا ہوگا۔

تمام مخلوقات سے انسان کو افضل بنا کر کمالات کا مظہر بنایا۔

جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے سب کائنات اور تمام مخلوقات سے بنی نوع انسان کو بزرگی دے کر اپنے کمالات کے ظہور کا مقام بنایا ہے، تاکہ اس جہان میں بہت سی طاعتوں اور کسبِ کمالات سے خداوند تعالےٰ کے قرب کی سعادت کو پہنچے۔ اور اس وحدہٗ لاشریک کی ذات اور صفات کے ظہور کا محل ہو۔ لیکن اگر انسان سوائے حصول مطلب اور مقصود کے دیکھنے کی اس جہان سے سدھار جائے۔ تو پھر تو ہی قیاس کر کس قدر گھاٹا ہے، جو اس نے اٹھایا اور کتنا ٹوٹا ہے، جو اس نے لوٹا پایا، واقعی اس سے زیادہ نقصان کیا ہوگا، کہ دِل کا خلوت کدہ جو خدا کے انوار واسرار کا مقام ہے شیطانوں کی نشست گاہ ہو جائے، اور لالچ وحرص سے آلودہ رہے۔ چنانچہ اس پر ایک موٹی سی مثال پیش کی جاتی ہے:

فرض کرو کہ ایک بادشاہ نے خاص اپنے لئے ایک مکان تعمیر کرایا۔ اور ایک شخص کے حوالے کرا کر حکم دیا کہ اس مکان کو پاک وصاف رکھو۔ اس میں کسی ناواقف وغیر محرم کو نہ آنے دینا۔ اگر وہ نادان احمق اور بے عقل آدمی اس مکان کو بیلوں اور گدھوں کا اصطبل بنا کر ہر ایک قسم کی گندگیوں سے میلا رکھے، تو کیا وہ شخص خسروانہ الطاف اور شاہانہ عنایات

کا سزاوار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ شاہی عتاب کا معرض خطاب ہوگا۔

اسی طرح پر خداوند تعالیٰ نے انسان کے دل کو اپنا گھر بنایا ہے، جو شخص اس کو دُنیا کے اندیشوں سے ماسوائے اللہ کے میل سے گندہ کرے اور رات دن حرص و ہوا میں بسر کرے، تو کس منہ سے رحمتِ الٰہی کی نظر کا مقرب اور منظور ہو سکتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ اہل معنیٰ لوگوں نے فرمایا ہے کہ مبتدی کے لیے باطنی اعمال کا شغل ظاہری اعمال سے بدرجہا افضل ہے۔ تاکہ باطنی اعمال اور قطع تعلقات بہت جلد حاصل ہوں اور دل پاک اور روشن ہو کر فیض الٰہی کے قابل ہو جائے۔

اب ذرا دل کے کانوں سن اور ہوش رکھ کہ سب سے افضل ذکر، ذکرِ خفی ہے۔ کہ دل میں خدا کو یاد کرنا افضل الذکر خفی اس لئے کہ زبانی ذکر سالک کے حق میں اس وقت مفید ہو سکتا ہے کہ جب اس کا دل ماسوائے اللہ کے حضور سے پاک ہو گیا ہو۔ اور وہی وقت ہے کہ جس میں دل اور جسم دونوں کو جمع کر سکتا ہے۔ پس مبتدی کو اس حالت کے حاصل ہو جانے سے پہلے دل میں یاد کرنا بہت عمدہ شغل ہے، اس لئے کہ دلی یاد کو ایسی خاصیت ہے کہ تمام حالتوں میں بہم پہنچ سکتی ہے۔ اس کو کسی وقت میں فتور نہیں۔ اور ریاء اور مشہوری کی آفت سے کچھ ڈر نہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن بندہ کو حاضر کریں گے، اور اس کے اعمال نامہ سے کوئی نیکی برآمد نہ ہوگی حکم ہوگا کہ اے بندہ: تونے ہم کو جو دل میں یاد کیا تھا، وہ جو ایک مخفی خزانہ تیرے قبضہ میں ہے، اور ملائکہ کو ارشاد ہوگا، لازمی طور پر اس کو بہشت عنبر سرشت میں لے جاؤ۔

پس پوشیدہ ذکر یا قلبی یادِ خدا کے خزانوں میں ایک ایسا خزانہ ہے کہ جو شخص غیروں کی نظر سے اسے چھپا رکھے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے، اس کی طرح اور کوئی سعادتمند نہیں ہے۔ اگر تجھے عقل و شعور کچھ ہے تو اس دولت کو حاصل کر، اور اس سعادت

کی قدر پہچان کہ تجھے قضاؤ قدر نے ایک عظیم الشان خزانہ عطا کر رکھا ہے۔ اور اس کی چابی تیرے حوالے کر دی ہے۔ اگر تو نے وہ چابی دشمنوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ میں دے دی کہ جن کے دوسرے نام نفس اور شیطان ہیں۔ تو تیرے حق میں بڑا ہی ٹوٹا اور گھاٹا ہے۔ جب خداوند تعالےٰ نے اپنی معرفت کے اسرار کا خزینہ اور محبت کے انوار کا گنجینہ آدمی کے دل کے محل میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور اس محل کو برلے درجہ کے غفلت کے زنگار نے پائمال کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ سب اسرار اور انوار خزانہ کی طرح زمین میں دبئے گئے ہیں۔ یا سورج کی طرح بادل کے نیچے لگ گئے ہیں۔ اگر تو اپنے دل کو ذکر الٰہی سے صاف و مصفا کرے گا، تو جان جائے گا کہ کس قدر عظیم الشان دولت تجھے اپنا ظہور دکھاتی ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کی کہ اے داؤد! غفلت میں پڑے ہوئے اندھوں کو کہو کہ اس بات کو خیالات میں نہ لائیں کہ دنیا کے خزانوں کے جواہرات آسمان سے اتریں گے یا زمین کی تہ سے نکلیں گے۔ بلکہ ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تمہارے دلوں کو ملکوتی جواہرات کے خزانے بنا دیا ہے، اور اپنی ذات کے اسرار کے نقدوں کو وہاں امانت رکھ دیا ہے۔ اگر تجھ میں کچھ ہمت ہے تو اس راستہ میں بہادرانہ طور پر آ۔ اور ذکر الٰہی کی چابی سے غفلت کے تالوں کو کھول۔ اگر اس دولت سے محروم اور اس سعادت سے بے نصیب مرے گا، تو کیا کچھ حسرت و افسوس ہے کہ تو اپنے دل میں لے جائے گا۔ اور نہ ہی اس وقت تجھے حسرت سے کچھ فائدہ ہوگا، اور نہ ہی شرمندگی سے کچھ نیک نتیجہ نکلے گا۔

قیامت کے دن گنہگار اور فرمانبردار دونوں حسرت و افسوس کریں گے۔

نقل ہے کہ کل قیامت کے دن گنہگار اور مطیع دونوں حسرت و افسوس کے ساتھ

اٹھیں گے۔ گنہگار اس لئے کہ میں نے بے فرمانیاں خدائے تعالیٰ کی کیوں کی ہیں۔ اور مطیع اس لئے کہ باوجودیکہ مجھ میں قابلیت اور طاقت تھی، تو میں نے ذکر الٰہی کیوں نہ کیا۔ اور کیوں اپنی ذات کو عالی درجات سے محروم رکھا، پس اپنی عمر کے دنوں میں سے ہر ایک گھڑی کو غنیمت جان۔ اور اپنے عزیز وقت کو ضائع نہ کر اور لمبی چوڑی آرزوؤں سے توباز رہ۔ کیونکہ ایسا وقت بھی تجھ پر آنے کو ہے کہ سب طاقتیں اور تصرفات تمام جنگل میں معدوم ہو جائیں گے تو اس وقت تو کیا کر سکے گا۔ اب تو تیری تمام طاقتیں بحال اور برقرار ہیں، اور اپنا کام کر سکتی ہیں۔ اپنے کام میں ذرا سوچ اور ہوشیار ہو کہ زندگی بہت تھوڑی ہے۔ اور سفر بہت ہی لمبا ہے۔ موت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے۔ اور ایک سخت ڈراؤنی جگہ میں جانا ہے۔ وہاں نہ کوئی دوست ہوگا، جو دوستی کا حق ادا کر سکے۔ اور نہ کوئی مددگار ہوگا، جو کسی کی مدد اور دستگیری کر سکے صرف فضل الٰہی اور اعمال نیک کام آئیں گے، تو کس لئے ایسے لاثانی محبوب خدا کو اپنا دوست نہ بنایا جائے، کہ اس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں فریاد سنے اور اس اڑے وقت اور کٹھن گھڑی میں مددگار ہو۔ اگر آج کے دن ذکرِ الٰہی کا عادی ہو جائے تو حقیقت میں دونوں جہانوں کی دولت اور سعادت تجھے مل چکی ہے۔ کیونکہ دونوں جہانوں کی سعادت معنوی بھیدوں کا کھلنا خدا تعالیٰ کا قرب کثرت ذکر الٰہی کے سوا کسی اور صورت میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب ذکر الٰہی کی برکت سے ماسوا کی میل سے انسان دل پاک و صاف ہو جائے اور اس کی صفائی کمال درجہ تک پہنچ جائے، تب وہ خدا کے جمال کا مظہر ہو جاتا ہے اور پاک خدا کی درگاہ کا مقبول ہو جاتا ہے۔

ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونے سے آدمی تمام آلائشوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اے عزیز! ذکر الٰہی ایسی دولت ہے کہ جس نے اس کے ساتھ دل لگایا، وہ تمام بے معنی بکھیڑے اور لاطائل جھگڑوں سے الگ ہو گیا۔ ذکر الٰہی ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی شراب ہے، کہ جب عاشق لوگ اس سے مست ہو جاتے ہیں تو سو برس کی راہ گھڑی بھر میں طے کر لیتے ہیں،

اور جو غیر حق ہے اس کو بھول جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ آنحضرت مولانا بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ السامی تو خدا کی یاد میں ایسے مستغرق رہتے تھے کہ آپ کا ایک مرید بیس برس تک ہر روز آپ کی خدمت میں جاتا رہا۔ اور آپ ہر روز اس سے پوچھا کرتے کہ تمہارا نام کیا ہے۔ ایک دن اس نے کہا کہ اے حضرت شیخ میں بیس برس کے عرصہ سے آپ کی خدمت میں ہوں اور ہر روز جس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو آپ میرا نام پوچھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: اے عزیز! میں تم سے مسخری کی راہ سے نہیں پوچھتا۔ لیکن جب ایک نام میرے دل پر غالب آگیا ہے۔ تو باقی تمام ناموں کو میں نے بھلا دیا ہے کہ جس وقت تیرا نام چاہتا ہوں۔ تو اس نام کی غیرت سے تیرا نام میری یاد سے چوک جاتا ہے۔

۵ خواہم کہ بیخ صحبت اغیار بر کنم
در باغ دل رہا نہ کنم جز نہال دوست

غیروں کی صحبت کی بیخ اکھاڑنا چاہتا ہوں۔ اپنے دل کے باغ میں دوست کے پودے کے سوا اور کوئی چیز چھوڑنا نہیں چاہتا۔

اے عزیز! جو شخص حق کا طالب ہے۔ ہر دم اس کے ذکر سے مائل ہے۔ اور اہل اللہ احباب کی ایک جماعت اس بات پر متفق ہے کہ سوائے ذکر الٰہی کے خدا تک پہنچنا ممکن نہیں ہے اب اصل مدعا ظاہر کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ سب ذکروں سے بہتر اور بڑھ کر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ سالک کے لئے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے کہ اس کے سوا کسی اور ذکر سے وقت کی صفائی خطروں کا دور ہونا دل کا حضور اور ذوق و شوق کی لذت حاصل نہیں ہوتی۔ تو سالک کو لازم ہے کہ رات دن لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ذکر میں مشغول رہے تاکہ اس کے بار بار پڑھنے سے توحید کی حقیقتوں میں مل جائے اور غیر اللہ کی فکر سے دل خلاصی پائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ثواب ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جاوے اور دوسرے پلڑے میں ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے، ان سب سے کلمہ طیبہ والے پلڑے کا وزن بہت بھاری پایا جائے گا۔

مولانا حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی نے فرمایا ہے کہ لوگ کلمہ طیبہ کی برکات سے واقف نہیں ہیں۔ اگر تمام جہان کو ایک مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے، اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکتیں اگر تمام جہان میں بانٹ دیں تو ہمیشہ تک سب کو کفایت کرتی ہیں اور تر و تازہ رکھتی ہیں۔ اور انسان جان لیتا ہے کہ کفر اور کدورت کے دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ سے بہتر اور کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابدی سعادت اور ہمیشہ کی دولت کی چابی یہی کلمہ طیب ہے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ کیا اچھی سے اچھی نعمت ہے کہ جو فتح ہے، اسی در سے ہے اور جو عقدہ ہے اسی سے حل ہوتا ہے۔ اور طالب کے مطلب کا ظہور بھی اسی پر موقوف ہے۔ اگر تجھ میں ہوش رسا اور سننے کے کان ہیں تو اس ذکر کی فضیلت مفصلہ ذیل حدیث سے سن۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ مجھے ایسا کوئی طریقہ سہل ارشاد فرمایئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرنے والا ہو اور اس کے حضور میں بہت ہی بزرگ ہو۔ اور بندوں کے لئے زیادہ آسان ہو۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! آپ کو خبر ہے کہ کس چیز کے ذریعہ سے میں نبوت تک پہنچا۔ حضرت علی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! فضیلت ذکر حقیقت ایسی ہے، حالانکہ سب لوگ ذکر ہی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر جب تک کوئی اللہ اللہ کہتا رہے گا، قیامت برپا نہ ہوگی۔ حضرت علی نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں کیوں کر ذکر کروں، تو حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ مجھ سے سن یہاں تک کہ میں اس کو متواتر تین دفعہ پڑھوں۔ پھر تو اس کو تین دفعہ پڑھ اور

میں سنوں، تو پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔

ذکر سے اصلی مراد یہی ہے کہ غفلت جاتی رہے

اے عزیز! جاننا چاہیئے کہ ذکر الٰہی سے اصلی مراد یہی ہے کہ غفلت جاتی رہے۔ اور دل ہمیشہ ذوق کے راستہ پر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے حضور میں مستغرق رہے اور جب باطن کی آنکھ کھل جائے اور دل کا شیشہ غیروں کے غبار سے صاف و مصفا ہو جائے تو فنا کے سمندر میں مٹ کر فانی ہو جائے۔ اور لَا يَسَعُنِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلٰكِنْ يَسَعُنِيْ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ (کہ میں نہ زمین میں سماتا ہوں اور نہ میں آسمانوں میں، لیکن اپنے مومن بندہ کے دل میں سماتا ہوں) کے معنی ظاہر ہو جائیں۔ پھر اس جگہ نہ ذکر رہتا ہے، نہ ذکر کرنے والا۔ بلکہ ذکر حدیث نفس ہو جاتا ہے۔ اور ذکر سے اصلی مطلب بھی انہیں معنوں کا ظہور ہے۔ کیونکہ ذکر ذکر کرنے والے کا مشاہدہ مذکور میں فنا رہنا ہے۔ سو جب حقیقی فنا حاصل ہو گیا تو سالک وہاں پہنچ جاتا ہے کہ کہنے سننے میں نہیں آتا۔ اور ترازو میں نہیں تُلتا۔

بیت

ذکر ذاکر محو گردد بالتمام
جملگی مذکور باشد والسلام

(ذکر کرنے والے ذکر بالکل مٹ جاتا ہے۔ یہ سب کا سب ذکر ہو گیا اور بس)

نقل ہے کہ ایک درویشوں کی جماعت خراسان میں ابوبکر قبلی کے ساتھ باہر آئی اور آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا شیخ تمہیں کیا ارشاد فرماتا ہے، تو درویشوں نے کہا کہ وہ ہم کو یہ کہتا ہے کہ بہت طاعت کریں اور اپنے تئیں قصوروار دیکھیں۔ حضرت ابوبکر قبلی نے کہا دَيْحٌ وَيْحٌ پھٹے سے منہ تم کو یہ کیوں نہ فرمایا کہ اس شخص میں اپنے وجود کو غائب کر دو کہ جو تم کو طاعت کی توفیق دیتا ہے۔ اسی واسطے اس راستہ کے کاملوں نے کہا ہے کہ عارف وہ ہے جو ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر ہو تو عارف نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر شقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہر دم ذکر کیا کر بحدیکہ غنیمت کی حالت اور غیبت جاتی رہے۔ اور تو اس مرتبہ تک پہنچ جائے کہ ذکر ہی میں تو فانی اور ہلاک ہو جائے۔ اور اپنے منظر میں سوائے حق کے تو کسی کو نہ پائے۔ اور یہ درجہ کمال فنا کا ہے اس مقام پر اَنَا مُوْنِسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ۔ (میں اس کا ہم نشین ہو جاتا ہوں جو میرا ذکر کرے) ظاہر ہو جاتی ہے۔

ہر ایک چیز کا ثمرہ ہوتا ہے اور ذکر الٰہی کا ثمرہ ماسوا کو بھول جانا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ہر ایک چیز کا ثمرہ یعنی پھل ہوتا ہے۔ لیکن ذکر الٰہی کا پھل ماسوا اللہ کو بھول جانا ہے۔ اور ماسوا اللہ کو بھول جانے کا پھل استغراق اور بے خودی ہے۔ مثلاً شعور سے بے خود ہو جانا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا۔

نقل ہے کہ ایک درویش شیخ رکن الدولہ سمنانی قدس سرہ کی خانقاہ میں بیمار تھا۔ نزع کا وقت آ پہنچا اور جان نکلنے کی سختی نے دیر لگائی لوگوں نے جب یہ خبر شیخ کو دی اور شیخ موصوف اس کے حجرے میں آیا اور کہا کہ اے درویش! آنکھ کھول اور میری طرف دیکھ۔ جب درویش مذکور نے شیخ موصوف کی طرف دیکھا تو جان بحق تسلیم کی۔ حاضرین نے پوچھا کہ اے شیخ! اس میں کیا حکمت تھی۔ فرمایا کہ تین دن کا عرصہ ہوا ہے کہ یہ درویش بھلا چنگا تھا اور خداوند تعالےٰ کے مشاہدہ میں ایسا محو اور مستغرق تھا کہ ملک الموت یہ طاقت نہ تھی کہ اس کے نزدیک آئے۔ اور اس کی روح قبض کرے۔ جب میں اس کے پاس آیا، جب اس نے میری طرف دھیان کیا۔ تب ملک الموت نے دیکھا کہ اب اس درویش کی توجہ غیر اللہ کی طرف ہوئی ہے، فوراً اس کی روح قبض کی۔

سبحان اللہ خدا واحد کے مقرب اور مقبول حضور الٰہی میں کیسے مستغرق تھے کہ ملک الموت بھی تین دن تک ان کے روح قبض کرنے کی فرصت نہ پاتا تھا۔ پس خدا کے طالب کو

لازم ہے کہ اپنی مشغولی میں تمام وقت محو اور مستغرق رہے تاکہ فنا اور بے خودی کا غلبہ ہو۔ اور کمال استغراق سے کسی بھی وقت آنکھ نہ کھولے۔ لیکن پورے درجہ کی فنا اور مٹ جانا موقوف ہے ماسوا اللہ سے دل کے خلاص ہونے اور خدا تعالیٰ کی یاد میں ہمیشہ مستغرق رہنے سے۔ یہاں تک کہ ایک لحظ بھی غافل نہ ہو۔ اور ایک دم بھر بھی خدا تعالیٰ سے غائب نہ ہو اور غیر اللہ کے ساتھ ہرگز ہرگز خو گر نہ ہو جیسے کہ ایک شیر خوار بچہ جو ہر وقت اپنی ماں کی گود میں رہتا ہے۔ اگر ایک دم بھی اس سے جدا ہو تو روتا چلاتا اور بے قرار ہوتا ہے۔ اگر یہ جدائی کچھ زیادہ دیر تک رہے تو کیا عجب ہے کہ جدائی کے غم سے ہلاک بھی ہو جائے۔

ایسے اس سالک کو بھی چاہیے کہ ایک دم بھی خدا کی یاد سے غافل نہ رہے۔ اگر غافل ہو جائے، تو ایسا جانے کہ گویا دونوں جہان کی بادشاہت مجھ سے چھن گئی۔ پس عجز و نیاز اور سوز و گداز سے گریہ زاری کرنے لگے اور اندوہناک ہو جائے اور جب تک کہ پھر اسی وقت پر نہ پہنچے اور اپنے مطلب کو آغوش میں نہ لے۔ ہرگز ہرگز قرار و آرام نہ پکڑے۔ اس لئے کہ محبوب کی حضور سے ایک گھڑی کی جدائی لاکھ پردہ اور حجاب لاتی ہے اور محبت کو بہت ڈالتی ہے، جس طرح پر کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ اَغْمَضَ عَيْنَهٗ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى طُرْفَةَ عَيْنٍ لَمْ يُوْصِلْ اِلَى الْمَقْصُوْدِ۔

یعنی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لحظہ بھر بھی غائب ہوا، وہ کبھی اپنے مطلب یا مقصود تک نہیں پہنچتا۔

فرد:

خواہم کہ خار از پا کشم شد کاروانم از نظر
یک لحظہ غافل گشتم صد سالہ راہم دور شد

(میں تو اپنے پاؤں سے کانٹا نکالنے لگا ہوں، اور اتنے میں قافلہ نظر ہی سے غائب ہو گیا۔ بس میری ایک لحظہ بھر کی غفلت نے پورے ایک سو سال کا راستہ دور کر دیا۔)

وہ گروہ، جو خدا تعالیٰ کی محبت میں غرق ہے کہ جس طرح پر عام لوگوں کو گناہوں سے بچنا

واجب لازم ہے اور خاصوں کو غفلت سے ڈرنا لازم ہے۔ جس طرح پر عام لوگوں کو گناہوں پر گرفت ہوگی، ایسا ہی خاصوں کو غفلت سے پکڑ ہوگی۔

پس جو چیز سالک کو غفلت میں ڈالے اور خدا کی یاد سے روک دے تو اس کو لات مار کر صاف دل کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو۔ اس لئے کہ جو شغل اور تعلق سوائے حق سبحانہ کے ہے۔ وہ ایک قسم کا کانٹا ہے، جو دل کے دامن کو لپٹ جاتا ہے۔ اور سالک کو سعادت سے روکتا ہے۔ اگر سالک کو کوئی علاقہ دامنگیر کا نہ ہو اور کوئی چیز یادِ خدا میں خلل ڈالنے والی نہ ہو تو تھوڑی سی کوشش سے بھی خدا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور باطنی کشادگیوں کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ خدا اور بندہ کے درمیان ایک عظیم پردہ ہے۔ وہ یہی کہ دنیا کے تعلقات ہیں۔ جن کے باعث ہمارے لوگوں کی آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں۔

بیت

تعلق بے حجاب است بے حاصلی
چو پیوندھا بگسلی واصلی

چار چیزیں حجاب ہیں

ناطے رشتے وغیرہ بہت ہی بے سود حجاب ہیں۔ جب تو ان پیوندوں کو توڑ دے تو خداوند تعالےٰ کی درگاہ کا واصل ہے۔

علم سلوک کے ایک رسالہ میں دیکھا گیا ہے کہ اس راستہ میں خدا کے طالب کے لئے جو حجاب ہیں۔ وہ چار چیزیں ہیں۔ یعنی دنیا، خلقت، نفس اور شیطان۔ دنیا آخرت کا پردہ ہے خلقت عبادت کا، شیطان دین کا اور نفس خدا تعالےٰ اور بندہ کے درمیان کا پردہ ہے۔

جب سالک زہد اور پرہیز گاری پر تل جاوے اور تھوڑے ہی پر راضی ہوجاتے تو وہ دنیا کے پردہ سے نکل جاتا ہے۔ اور جب تنہائی اور خلوت اختیار کرے اور لوگوں کے میل ملاپ ترک کردے، تو خلقت کے پردہ سے الگ ہوجاتا ہے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی متابعت میں پورے حوصلہ سے مستقل رہے، تو شیطان کے پردے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور جب ریاضت و مجاہدہ اور ذکر و اذکار میں مشغول ہو۔ تو ماسوی اللہ کے پردہ سے خلاصی پاتا ہے۔ اور نفس کے حجاب اور غفلت کے پردے سے باہر آجاتا ہے، جب ایسا ہو جائے، تو قرب ہی قرب اور حضور در حضور ہے۔

پس سالک کو چاہیئے کہ دل کے تمام علاقوں کو توڑ کر اور تمام جگہوں سے منہ موڑ کر اپنے کام میں ایسا مستغرق ہو کہ کسی سر کو گوشہ چشم سے نہ دیکھے۔ اور ماسوی اللہ کے علاقوں سے دل نکل جائے اور ہر دم اس خدا کے مشاہدہ کے بہشت کے نقد میں محفوظ اور خوش ہو۔ کیونکہ عاشقوں کو دوست کی صحبت کی میں رہنے سے اگر لاکھوں دکھ اور سختیاں جھیلنی پڑیں کہ ان کے لئے عین بہشت ہیں۔ اور اگر سوائے معشوق کے لاکھوں نعمتیں ملیں، دوزخ ہیں۔

شعر: بیاد او بود دوزخ مرا خوشتر ز صد جنت
دلے دیدار جمال او چہ دوزخ جنت الماوٰی

(اس کی یاد میں دوزخ میرے لئے سو بہشت سے بھی زیادہ خوش ہے۔ لیکن اس کے جمال کے بغیر اگر مجھے ہمیشہ کا بہشت ملے تو وہ میرے لئے دوزخ ہے۔)

حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اس فانی دنیا میں ہر کانٹے کی پیچ میں یاد خدا میں زندگی بسر کرنے کو میں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ کل قیامت کو بہشت میں طوبیٰ کے تلے ان دنیاوی مشکل سے مجھے کچھ فرہی نہ ہوگی۔ افسوس یہ کیا ہی نادانی ہے کہ ہم نفسانی لذتوں میں پھنس کر فانی کاموں میں غفلت کے شراب میں مخمور ہو رہے ہیں کہ ہم اس وقت آخری وقت کو یاد نہیں کرتے کہ جب اس جہان سے ہمارا کوچ ہوگا تو یہ چرب زبانیاں کسی کام نہ آئیں گی اور سعادت کا کوئی دروازہ جب تک کہ ہم خدا تعالیٰ سے خشیت نہ کریں گے اور ہم کو حضور الٰہی نصیب نہ ہو نہیں کھلے گا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی نے فرمایا کہ آخری وقت میں جب ملک الموت

کی نشانی ظاہر ہوگی تو اس وقت کسی علوم قوت مدرکہ کی لوح سے مٹ جائیں گے۔ بلکہ وہی وفا اور دستگیری کرے گا، جو تو نے خداوند تعالےٰ کے حضور آگاہی اور محبت سے حاصل کیا تھا۔ اس لئے کہ جو عمل کہ حسوں کے راستہ سے حاصل ہوتا ہے، اور جب تک حسیں قائم رہتی ہیں، وہ علم بھی قائم رہتا ہے۔ جب حسیں فانی ہو جاتی ہیں تو وہ علم بھی فانی ہو جاتا ہے۔ اور کامل عارفوں کا عرفان حواس اور علم کی راہ سے نہیں ہے۔ بلکہ عشق اور محبت کے راستہ سے ہے۔ اور وہ ابدالاباد تک باقی رہے گا کہ جس طرح پر ایک گروہ نے محبت اور شوق کے افتخار سے اپنا مطلب ڈھونڈا۔ اور وہ گروہ عشق و محبت کی راہ سے ہی داخل ہوا اور حیات جاودانی میں ہمیشہ زندہ اور قائم ہے اور خدا تعالےٰ کے فضل سے ہمیشہ کے چمکنے والے چاند کی طرح درخشاں اور تابندہ ہیں۔ مگر سالکانہ اور عارفانہ نکتہ میں ہے کہ جو عمل سوائے حق سبحانہ وتعالےٰ کے ہے سالک کو چاہیئے کہ اس کو بالکل بھول جائے تاکہ کسی چیز کی خبر قوت مدرکہ میں نہ رہے۔

اے عزیز! اگر تو دین و دنیا کی سعادت اور دونوں جہان کی دولت چاہتا ہے تو سب اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ سے اپنی ذات کو آراستہ کر کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و عنایت کس طرف سے اپنا منہ دکھاتا ہے اور حقیقی دولت کی کھڑکی کس راستہ سے کھلتی ہے۔ یہ سب اخلاق بیمار کے لیے بمنزلہ پرہیز کے ہیں۔ کہ جو صاحب دولت سالک ان صفتوں سے موصوف ہو تو امید ہے کہ ظاہری اور باطنی بیماریوں سے صحت یاب ہو جائے اور اللہ تعالےٰ کے فیض و رحمت کے لائق ہو جائے اور زمین کی گہرائی سے نکل کر آسمانوں بلندی تک پہنچ جائے۔ لیکن ان کاموں پر استقامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔ اور سب اچھے خلقوں کی توفیق دین پر استقامت کئے بغیر میسّر نہیں ہوتی۔ پس اس راستہ کے چلنے والے کو چاہیئے کہ اپنے احوال کی جستجو کر کتاب و سُنّت کے ترازو میں تولے۔ اور اگر سب کے سب اس کے موافق اور مطابق ہوں تو شکر خدائے تعالےٰ کا بجا لائے کہ خدا کے فضل سے چھٹکارے کی امید ہے۔ اگر ذرا بھر بھی اس کے خلاف دیکھے تو جان لے کہ بالکل گھاٹے اور نقصان میں ہے۔

سیّد الطائفہ نے فرمایا کہ شراب پینا شرعی رکن چھوڑنے سے بہتر ہے۔

سیّد الطائفہ قدس سرہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک شراب پینا اس حال سے بہتر ہے، جو کسی شرعی رکن کا مانع ہو۔ پس بعض فقیروں کے حال پر تعجب آتا ہے، جنہوں نے اس راستہ میں قدم رکھا ہے اور نماز کے ادا کرنے میں جو عبادت کی بزرگی اور سعادت کے دروازوں کی چابی ہے کہ سستی اور کاہلی کو اختیار کرتے ہیں اور اس عظیم الشان کام کو آسان اور بے مقدار جانتے ہیں۔ بلکہ بعض کم بخت فقیر نماز کو ترک کر کے بدعات کے کاموں میں بہت مشغول ہوگئے ہیں۔ سو اللہ کی پناہ! یہ سب شیطان کے ہتھکنڈے ہیں۔ شیطان نے ان کو گمراہی میں ڈال دیا۔ اور ابدی سعادت سے روک دیا۔ کیونکہ نماز ایمان کا ایک بھاری رکن ہے۔ جو شخص اس رکن کو قائم نہ رکھے تو اس شخص نے اپنے دین میں رخنہ ڈال دیا ہوگا۔

لِكُلِّ شَيْءٍ اٰفَةٌ وَّ اٰفَةُ الدِّيْنِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

(ہر ایک چیز کے واسطے ایک آفت ہے اور دین کی آفت ترک نماز ہے۔)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بے نماز آدمی جو لقمہ اُٹھاتا ہے، وہ لقمہ اس پر لعنت کرتا ہے کہ اے اللہ کے دشمن! تو اللہ تعالیٰ کا رزق کس منہ سے کھاتا ہے، جب کہ اس کا فرض ادا نہیں کرتا۔

کہتے ہیں کہ جب سعید لوگ بدبختوں کو دوزخ میں جاتے دیکھیں گے، تو ان سے پوچھیں گے کہ تم تو مسلمانی کا دعویٰ کرتے تھے، کس سبب سے دوزخ میں ڈالے گئے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ بے نماز ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ ہم دنیا میں اس نعمت سے محروم رہے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے،

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۔ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝

(تم کو کس نے دوزخ میں ڈالا وہ کہیں گے کہ ہم نمازیوں میں سے نہ تھے۔)

حضرت ابو حفص بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے پوچھا، اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے، تو بھی مسلمان رہ سکتا ہے۔ فرمایا کہ میں نے سب کتابوں اور قرآن مجید کا مطالعہ کیا تاکہ مجھے معلوم ہو کہ نماز ادا کئے بغیر بھی آدمی مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں، مگر کہیں بھی ایسا حکم نہ ملا۔

ایک شخص کا شیطان سے خواب میں سوال اور جواب

نقل ہے کہ ایک شخص نے شیطان کو خواب میں دیکھا، کہا کہ میں کیا تدبیر کروں کہ تیری طرح بن جاؤں۔ شیطان نے جواب دیا کہ نمازیں ضائع کیا کر اور قسمیں بہت کھایا کر۔ سائل نے کہا کہ خدا کی قسم اس کے بعد اپنی نماز میں ہوشیار رہوں گا اور کبھی ترک نہ کیا کروں گا۔ اور میں نے خدا کے ساتھ عہد کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا قسم نہ اٹھاؤں گا۔ شیطان نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ اس خلاصہ کو تو اس حیلہ سے مجھ سے سیکھتا ہے تو میں تجھے ہرگز نہ بتاتا، لیکن جو گذرا سو گذرا۔

پس غور سے دیکھ اے عزیز! کہ شیطان باوصف اس قدر قرب اور مرتبہ کے صرف ایک نافرمانی یعنی حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے سے خداوند تعالےٰ کی درگاہ سے راندہ گیا۔ اور مومن بندہ بھی سجدہ یعنی نماز ادا کرنے پر مامور ہوا۔ پس اگر تو اس امر کو فوت کر دے گا، تو تجھ پر افسوس ہے، اور تیرا ٹھکانا دوزخ ہے۔

انسان کے سجدہ کرنے سے شیطان کی پریشانی

حضرت شیخ نور قدس سرہ کی مکتوب میں کہا گیا ہے کہ شیطان آدمی کی کسی بندگی سے ایسا پریشان و حیران نہیں ہوتا جیسا کہ سجدہ سے، اس لئے کہ اس پر سجدہ نہ کرنے سے ہی لعنت ہوئی۔ جس وقت مومن بندہ کو وہ ابلیس سجدہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے، تو اس میں سخت قلق و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ ماتم کے پتہ میں سر ڈال لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ وہی عمل ہے، جس کو میں نے

نہیں کیا اور ہلاکت میں پڑا، اور مردود ہوگیا، اور انہوں نے نیک عمل کئے، خلاص ہوگئے اور مقبول ہوئے۔ چونکہ شیطان تجھے ہمیشہ ہی دکھ دینا چاہتا ہے، تو تجھے بھی لازم ہے کہ ہمیشہ اس کو رنج میں رکھے۔ اور سجدہ سے سر نہ اٹھائے۔ کیونکہ کوئی بھی نیک عمل اور کوئی بھی عبادت نماز سے بہتر نہیں ہے۔ یہی باعث ہے کہ شیطانی وسوسے تمام وقتوں سے زیادہ نماز کے وقت میں ہی پڑتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ نے کہا کہ نماز بمنزلہ کشتی کے ہے۔ اور دوسری عبادتیں بھی اشیاء اور اسباب کی طرح اس کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح نماز کی کیفیت ہے کہ سب عبادتیں اور ریاضتیں سوائے ادائے نماز کے درگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتیں۔

ایک عابد کا قصہ

نقل ہے کہ ایک مرد کی نیکیاں اور خیراتیں بہت تھیں لیکن نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک وقت اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت واقع ہوگئی ہے اور اس کو حساب دینے کے مقام پر لے گئے ہیں۔ اور جب اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں رکھا گیا ہے تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ سب حسنات اور خیرات اس میں درج ہے، مگر نماز نہیں ہے۔ فرمان ہوا کہ اس کی تمام عبادات اس کے منہ پر مارو کیونکہ یہ بے نماز تھا۔ چنانچہ اس کو ننگے سر دوزخ کی طرف لے جانے لگے اور یہ خواب سے بیدار ہوا اور شرمندہ ہوا۔ اور اسی وقت توبہ کی اور باقی ماندہ عمر میں کبھی نماز کو ضائع نہ کیا۔

نماز کا بیان

اے عزیز! اس بات کو یقین اور دل سے جان کہ سب بدنی عبادتوں کا سرتاج اور ربانی قرب کا موجب یہی نماز ہے۔ کل کو قیامت کے دن کسی عمل کا مواخذہ نہ ہوگا، مگر یہی نماز کا، جو مومنوں کی مغفرت کا موجب ہے۔ اور ایمان کا رکن یہی نماز ہے، جو نمازیوں کا معراج عبادتوں کا مخزن اور سعادت کے دروازوں کی چابی ہے یہی نماز ہے کہ جو عاشقوں کی خلوت گاہ اور مشتاقوں کی آنکھ کا نور بڑھانے والی ہے۔ یہی نماز ہے، جو پیغمبروں کی سنت ہے۔ اور خدا کی جان پہچان کا

یہی نور نماز ہے، جو ایمان کی جڑ ہے اور شیطان کی کراہیت، لیکن غفلت کے جنگل کے قیدیوں کو نماز کے بھیدوں سے کیا خبر، اور ہر جاہل کو جو سر اور پاؤں سے ننگا ہے اس بیان سے کیا اثر حالانکہ سب عبادتوں سے بزرگ تر اور بلند درجوں پر پہنچانے والی اگر ہے تو وہی ہے، جس کا نام نماز ہے، جو اپنے وقت پر ادا کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اوّل وقت نماز ادا کرنے کی بابت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اس سعادت کو حاصل کرے، اس کو چاہیئے کہ پنج وقتی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے اور آرام و تحمل خضوع و خشوع اور حضور دل کے ساتھ پڑھے، اور رکوع سجود و قومہ جلسہ ترتیب کے ساتھ ادا کرے۔ اگر غافلوں اور بے ادبوں کی طرح پڑھے گا، تو وہ نماز ہرگز قبول نہ ہوگی۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا فِی تَعْدِیْلِ الْاَرْکَانِ (ارکان نماز کے برابر رکھنے کے سوا نماز ہوتی ہی نہیں۔)

زید بن وہاب نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع و سجود ٹھیک نہیں کرتا تھا۔ اس شخص کو بلا کر کہا، اے عزیز کب سے تو اس طرح پر نماز پڑھتا ہے۔ اس نے کہا کہ چالیس برس سے۔ فرمایا کہ ان چالیس برسوں میں تو نے گویا کوئی نماز پڑھی ہی نہیں۔ اگر تو مر گیا تو حضرت رسول کریمؐ کے طریق پر نہیں مرے گا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ جلد جلد نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کو فرمایا قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ۔ اٹھ پھر پڑھ کیونکہ تو نے گویا پڑھی ہی نہیں۔

صاحب کافی اپنی کتاب کافی میں لکھتا ہے کہ ارکان نماز کا برابر رکھنا حضرت امام یوسف اور شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک فرض ہے۔ اگر ترک کرے تو اس کی نماز روا نہیں ہوتی۔ اور یہ روایت نظم میں لایا ہے۔ لیکن امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک واجب ہے۔ اگر ترک کرے تو گنہگار ہو جاتا ہے۔ اور اس کی نماز کو نقصان پہنچتا ہے۔

حضرت مولانا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں منقول ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات میں منقول ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک کوئی اس سے بڑھ کر گناہ اور دین میں بہت بڑا دشمن اور عذاب زیادہ سخت اس کے سوا نہیں ہے کہ انسان نماز اس کی شرطوں کے ساتھ ادا نہ کرے۔ اور اپنے وقت پر نہ پڑھے۔

حضرت شیخ الاسلام شیخ برہان الدین نے یوں کہا ہے کہ جو شخص تعدیل ارکان بجا نہ لائے تو اس کے لیے یہ بہت اچھا ہے کہ نماز تعدیل سے پڑھے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوٰتِ بِقِيَامِهَا وَرُكُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا حَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى جَسَدَهٗ عَلَى النَّارِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خاص اللہ تعالیٰ کے ہی لیے نماز پڑھی اور اس کے قوموں رکوعوں اور سجدوں کو پوری طرح سے ادا کیا، اللہ تعالےٰ نے اس کے جسم پر دوزخ کی آگ حرام کردی۔

پس رکوع و سجود اور دونوں سجدوں کے درمیان آرام لینا نماز کے رکنوں میں سے ہے۔ جو شخص نماز کو اپنے دل کی تسلی سے ادا کرتا ہے تو وہ نماز اس کی مغفرت کا وسیلہ ہو جاتی ہے اور دو سجدوں کے درمیان آرام کرنے کے یہ معنٰی ہیں کہ جو ذکر ہر ایک رکن میں مقرر ہے چاہیے کہ اسی رکن میں ختم ہو جائے۔

اے عزیز! نماز کی ایسی ہی حقیقت ہے جیسے آدمی کی۔ مثلاً انسان خوبصورت، اور بے عیب اسی وقت ہوتا ہے، جب کہ اس کے تمام اعضاء آنکھ، کان، زبان ناک اور ہاتھ پاؤں سب کے سب ٹھیک اور سلامت ہوں، ایسے ہی کامل صحیح وسالم اور بے عیب نماز اس وقت ہوتی ہے کہ سب اس کے ارکان اور احکام جس طرح پر صاحب شریعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا، ان پر عمل کیا۔ ان کے مطابق ادا کی جائے۔ پس سعادتمندوں کی جماعت کو لازم ہے کہ اس بات کو سستی اور کاہلی سے عمل میں نہ لائیں۔ اور عجز و نیاز کے ساتھ عبودیت

کے آداب بجا لادیں۔ تاکہ ایسی نماز جس کا اوپر ذکر ہوا، اللہ کے بخشے جانے کا موجب ہو۔ اور ان کے ایمان کی بیخ و بنیاد کو مضبوط کرے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کو خداوند تعالیٰ سے مراجعت کی تو فرمایا، اے خداوند! یہ سعادت اور نعمت جس سے تو نے مجھے مالامال کیا، کیا میری امت کو بھی نصیب ہوگی۔ خداوند تعالیٰ نے ان سے خطاب کیا کہ تیری امت کا معراج نماز باجماعت ہے۔ جناب آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس جہان میں نازل ہوئے تو اپنے اصحاب کو اس طرح پر خبر دی۔

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (نماز مومنوں کی معراج ہے۔)

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے نماز ایک بڑا معراج ہے۔ اور تمام جسمانی اور روحانی عبادتوں کی جامع ہے، جن کا اعضاء کے ساتھ بھی تعلق ہے اور دل کے ساتھ بھی۔

جب بندہ مومن خدا تعالیٰ کی توفیق سے اپنے ظاہر بدن کو پانی سے پاک کر کے نماز کے ارادے سے خدا کے گھر پاؤں جاتا ہے اور نماز میں داخل ہوتا ہے، تو جو پردہ خدا اور بندہ کے درمیان حائل ہے، اٹھ جاتا ہے۔ اگرچہ اس دولت کا ظہور فی الحال ہر نمازی پر دکھائی نہیں دیتا لیکن اس جہان کے چلے جانے کے بعد اس کا رتبہ اور پھل ظاہر ہو جائے گا۔ سالکان طریق کہ جنہوں نے دل کی آنکھ یاد خدا اور کشف میں کھولی ہے، ان کو اس دولت کا ظہور بطور نقد اسی جہان میں حاصل ہو چکا ہے۔

اے عزیز! نماز حقیقت میں ایک ایسی معجون ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے دلوں کی تازگی اور ان کی جانوں کی شگفتگی کے لئے عطا فرمائی ہے اور ساکنان آسمان اور باشندگان زمین کی عبادت اس میں درج کی ہے۔ جس طرح پر کہ عالم بالا کے لوگ بعضے قیام میں، بعضے رکوع میں، بعض سجود میں بعض تسبیح میں بعض تہلیل میں اور

بعض حمد و ثنا میں اسی طرح انسانوں میں سے بھی بعض ذکر و فکر میں، بعض قرآن خوانی میں، بعض درود پڑھنے اور بعض دعاؤں اور عبادتوں میں مشغول ہیں۔ اور نماز تمام جزوی اور کلی عبادتوں کی جامع ہے۔ اگرچہ وہ نماز ایمان کے رکنوں میں سے ایک رکن ہے، مگر کمال جامعیت کے باعث حکم کلی رکھتی ہے۔ اس لئے کہ نماز میں تسبیح تہلیل تحمید تمجید تقدیس و تعظیم دعا و ثنا ذکر و فکر، قرأت و درود خضوع و خشوع، رکوع و سجود، قومہ و جلسہ، اور سلام سب کے سب جزوی و کلی عبادات داخل ہیں۔

جو شخص نماز کو بخوبی طور سے ادا کرتا ہے، تو حقیقت میں سب فرشتوں اور آدمیوں کی عبادت کا ثواب پالیتا ہے۔ وہ جماعت جو نماز ادا کئے بغیر خداوند تعالیٰ کا قرب چاہتی ہے اور دوسرے کاموں میں مشغول ہے تو عجب قسم کی حیرانی ہے کہ وہ کون سا قرب ہوگا کہ جب خداوند تعالےٰ نے اپنے کلام مجید میں وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ارشاد فرمایا کہ سجدہ کر اور نزدیکی تلاش کر۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَقْرَبُ مَا یَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ۔

یہ نہایت ہی عمدہ بات ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے سامنے میں ہو اور اس کے برخلاف کسی اور کام میں مشغول ہو کر اپنا مقصود ڈھونڈنا، اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔

اب مطلب کی طرف غور کر کہ نماز میں ظاہری آداب کی رعایت اگرچہ ایک بہت بڑا کام ہے، لیکن اہل معنی کے نزدیک یہ نماز کی صرف شکل اور ڈھانچہ ہے اور جان اور روح وہ ہے جو قلبی نماز ہے۔ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ یعنی جو نماز حضور دل سے نہ ہو وہ نماز ہی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نماز میں انسان کا دل حاضر نہ ہو، تو خداوند تعالےٰ اس نماز کو دیکھتا ہی نہیں۔

مگر چونکہ حضرت امام ابو حنیفہ و حضرت امام شافعی اور دیگر علماء راسخین و مجتہدین دین رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ تکبیر میں دل حاضر ہونا چاہیئے، سو یہ ضرورت کے لئے فتویٰ دیا ہے کہ خلقت کے دلوں پر غفلت اور سستی غالب ہے۔

دربیان آنکہ ماسوائے عشق ومحبت کے چشم دل کی بینائی دشوار ہے،

اے عزیز! جاننا چاہئے کہ سوائے عشق ومحبت سے انسان کے چشم دل کو بینائی نہیں ہوسکتی، دریچۂ دل جب تک مالک حقیقی کی محبت وعشق میں سمائے جانے کے بغیر نہیں کھلتا۔ اسی واسطے لمعہ از عشق ومحبت سے بیان کرکے جامِ عشق سچے عاشقوں کو نوش کراتے ہوئے اپنے خلوت خانہ سے بیدار کرکے عشقِ حقیقی ومحبت قدیمی سے خبر دے کر مقصد صداقت کی طرف راہنمائی کرتا ہوں۔

اے سچے عاشق معلوم کر کہ انسان سے مراد جوہر روحانی اور لطیفہ ربّانی ہے۔ نہ یہ کہ سانچہ طلسماتی اور ڈھانچہ ہیولانی ہے۔ اسی سبب سے کہ روح مرغ راحت و شادمانی کے ساتھ لامکان کے سرسبز میدان میں بلند پروازی اور جلوہ سازی کرتا تھا۔ جب قضاء وقدر نے اس کو خدا کے قرب سے جدا کر دیا ہے تو خاکی نفس کے ساتھ محبوس کر دیا ہے، تاکہ وہ ہمیشہ اصلی وطن کا آرزو مند اور مشتاق رہے۔ اور عشق کے خانہ سے مست اور محبت وشوق کے بادہ سے متلذذ ہو کر اپنے محبوب حقیقی کی بے مثال اور لاثانی ملاپ کا طلب گار رہے۔ اور عنصری وجود خاکی جسم کی اندھیری میں ہزاروں درد وشوق کے ساتھ خدائے واحد کے انوار کے مشاہدہ میں ڈوبا رہے۔ اور خداوند تعالیٰ کی پاک ذات کے سوا کسی اور سے دل بستگی نہ کرے اور فنا پذیر کاموں میں شیفتہ وفریفتہ اور از خود رفتہ نہ ہو۔ یعنی کہ جس طرح پر اس ظاہری دنیا میں آنے اور وجود کا بیش قیمت اور لاثانی خلعت پہننے سے پہلے پاک اور لطیف تھا۔ اس دنیا میں عشق ومحبت کی گرمی سے اس سے بھی زیادہ تر لطیف ہو، اور ظاہری باطنی کمالات کے کسب کے ساتھ ہی اور بھی جمال وکمال حاصل کرے۔ یعنی اصل معہ سُود سے نفع مند ہو کر اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے اور اپنی حقیقت کے ساتھ کہ جو حقیقت الحقائق ہے، مل جائے۔ پس تو دیکھ اور اپنی حقیقت کو پہچان کہ تجھے کس عزت اور اکرام کے ساتھ

قضاوقدر نے معزز اور مکرم بنایا اور کسی اعلیٰ شان وشوکت اور کرامت سے سرفراز کیا۔

بعض کتب سماوی میں مذکور ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جس جس چیز کو وجود میں لایا، اور جس جس کو پیدا کیا، اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی منشاء سے پیدا کیا۔ لیکن انسان کو اپنی محبت کے تقاضا سے یہ خلعت وجود عطا فرمایا۔ یہی تو باعث ہے کہ جملہ کائنات حیرانی کی وادی میں حیران و سرگرداں ہو رہی ہے کہ اس پاک درگاہ کے مالک کو اس مُشتِ خاک انسان کے ساتھ بے شمار عنائتیں بے غائتیں کہاں سے ہیں کہ اس کے دل کو اپنے انوار سے اس قدر وسیع کر دیا کہ خاص اپنی محبت کا پیمانہ بنایا۔

یہ سچ ہے کہ یہ عنایت بے غایت اور بخشش بے نہایت کیونکر نہ ہو، جب کہ اوّلاً شوق کا سورج اس کی رضامندی کے افق سے چڑھا، اور ہم بنی نوع انسان کو عدم کے خلوت خانہ سے وجود کی روشنی کے میدان میں لایا۔ اور ہمیں خطاب فرمایا کہ اے خاک کے پُتلے! ہم تیرے خالق ہیں اور تو ہماری ملکیت ہے۔ ہم تجھے چاہتے ہیں، اور تو ہمیں چاہتا ہے۔

فرد

منگر بہر گدائے کہ تو خاص ازاں ملئے
مفروش خویش ارزاں، تو بسے گراں بہائے

(ہر ایک مفلس گدا کی طرف نگاہ نہ کر کیونکہ تو خاص ہماری ملکیت ہے۔ تو اپنے تئیں سستا نہ بیچ، اس لئے کہ تو بہت ہی گراں بہا ہے۔)

پس سچے عاشقوں اور اس سعادت کے طالبوں کو لازم ہے کہ اس کے عشق کی آگ میں جل کر اور دونوں جہانوں سے آنکھ بند کر کے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت میں محو اور فانی ہوں کہ کسی چیز کی خبر نہ رہے، اور محبت کے جوش سے سوائے محبوب حقیقی خدا کے اور کچھ بھی دکھائی نہ دے۔

فرد

ہر لحظہ کہ در جمالِ عشقِ تو شدم غرق
جز روئے تو در پیش نظر جلوہ دگر نیست

(ہر لحظہ تیرے جمال عشق میں مجھے غرقابی نصیب ہوئی تو تیرے خوبصورت چہرہ کے
سوا میری نظر کے سامنے اور کوئی جلوہ گر نہیں ہے۔)

وہ جماعت جو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ والی شراب سے سرمست ہیں، سوائے محبوب حقیقی
کے اور کسی سے بھی ان کی محبت نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں اسی سے کہتے ہیں اور ہر ایک
جگہ اسی کی تلاش کرتے ہیں، اور جوش محبت سے سوائے اس کے کسی کی طرف نہیں دیکھتے ہیں
اور نہ کسی کو پہچانتے ہیں۔

قصۂ مجنون

نقل ہے کہ ایک دن مجنون نے عشق کے پورے جوش وخروش میں لیلیٰ کے کوچہ میں قدم
رکھا۔ اس حال میں کہ عشق کی آگ اس کے سینہ کی بھٹی میں جوش مار رہی تھی۔ مستوں کی طرح
ہر ایک در و دیوار کو چومتا تھا اور پتھروں اور ڈھیلوں کو سجدہ کرتا تھا۔ آنکھوں سے خونِ
کے نیر برساتا اور جلتی آہیں سینہ سے نکالتا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اے مجنون! یاد
رکھ کہ در و دیوار سے کام نہیں نکلتا اور سنگ سازی کے جعلی شیشہ سے محبوب کا چہرہ
دکھائی نہیں دیتا ہے، تو پھر در و دیوار کے چومنے اور رونے سے اور زمین پر ماتھا ٹیکنے سے کیا
حاصل۔ مجنون نے قسم کھا کر کہا کہ جب میں سچا قدم جا کر لیلیٰ کی گلی میں آیا، تو اس گلی میں سوائے
اس کے چہرۂ مبارک کے اور کچھ بھی نہیں دیکھا۔

پس اے عزیز! تو خود ہی سوچ اور قیاس کر کہ جب ایک عاشق عشق مجازی میں
اس طرح پر فانی اور محو ہو کہ قیامت کے دن اس کا نام سچے عاشقوں کی فہرست میں درج
ہے تو پھر وہ شخص جو ایسے زندہ شخص کے عشق میں ہو کہ جو ہرگز نہ مرے، اور ایسے ہمیشہ
رہنے والے پر جو کبھی فنا کو قبول نہ کرے، اپنی جان کو تصدق کرے، تو ایک جان کے عوض
ہزار جان کیوں نہ پائے گا، اور ابدی زندگی سے، جس کے لئے ممات ہرگز نہیں اور
سرمدی ہے، جس کے لئے زوال نہیں، کیونکر ممتاز نہ ہوگا۔

چنانچہ حدیث شریف کا مضمون اس کے شاہد حال ہے۔

رُباعی

بادرد بہ ساز کہ دوائے تو منم　　در کس منگر کہ آشنائے تو منم

گر بر سرِ کوئے ما کشتہ شوی　　شکرانہ بدہ کہ خون بہائے تو منم

(اے انسان! درد سے موافقت کر اس لئے کہ اس کی دوائی میں ہوں، اور کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھ، اس لئے کہ تیرا دوست میں ہوں۔ اگر تو ہمارے عشق کے کوچہ میں مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرا خون بہا میں ہوں۔

دربیان آنکہ قدرت کی زبان سے خطاب کرنا ہر ایک انسان کو درد محبت سے موافقت کرنی چاہیئے

جس انسان کو خداوند تعالےٰ نے اپنی طرف کھینچ لیا، اور اپنی محبت اور شوق کا نشہ پلا دیا، وہ جہانوں کا شہنشاہ ہے۔ بلکہ اس دنیا کے بادشاہ اس کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلام ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ خداوند کی درگاہ کے محبوب و مقبول ہیں۔ اور ایسے عالی ہمت ہیں کہ ان کی ہمت کے دامن میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں سماتا۔ ان کے دلوں میں کوئی امنگ خواہش، مقصود مطلوب وغیرہ سوائے حق تعالےٰ کے نہیں۔ کیونکہ وہ محبت کی تلوار کے شہداء ہیں اور دونوں جہان سے گذر کر خداوند تعالیٰ کی پاک ذات کے ساتھ اس طرح پر قرب حاصل کر گئے ہیں کہ محبوب حقیقی کے سوا اور کسی سے ذرّہ بھر بھی اُلفت نہیں رکھتے۔ اور کسی مقام میں نہیں رُکتے۔ ان کا وہاں مقام ہوگا جہاں مقام ہی نہیں۔ کل کو قیامت کے دن ان کے حق میں ارشاد ہوگا کہ یہ لوگ میرے اندوہ کے تیر کے کشتنی ہیں۔ اب میں ان کا ہمدرد اور غمخوار بنتا ہوں۔ قولہٗ تعالےٰ:

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (بیشک پرہیزگار لوگ راستی کے مقام میں شاہنشاہ والا قدر کے نزدیک ہوں گے۔)

فرد — ہر کس بجہاں دار د روئے بہ مراد

ما ہر دو جہاں ذوق تماشائے تو داریم!

(ہر ایک کا چہرہ اس دنیا میں کسی نہ کسی طرف لگا ہوا ہے۔ مگر ہمیں تو دونوں جہان میں فقط تیرے ہی دیدار کی لذت ہے۔)

اے عزیز! اس سے زیادہ اور کوئی سعادت نہیں ہے کہ آدمی حق سبحانہ تعالےٰ کی دوستی اور محبت کے خلعت سے سرفراز ہو، اور اس سے زیادہ بلند مقام کوئی نہیں ہے، کہ عشق حقیقی کے میخانہ سے خدا کی محبت کے شراب سے انسان سرخوش ہو۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم ہمیشہ یہ دعا مانگتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ (بار خدایا! تو مجھے اپنی محبت عنایت کر اور پھر اس شخص کی محبت، جو تجھے دوست رکھتا ہے اور پھر اس چیز کی دوستی، جو تیری محبت میں میرا ممد و مددگار ہو۔ اور اپنی دوستی کو اس سے بڑھ کر میرا دوست بنا، جیسے کہ پیاسے کے لئے ٹھنڈا پانی گرمی کے موسم میں۔

اس لئے کہ عبادتوں، ریاضتوں اور ذکر و فکر سے یہ مقصود ہے کہ خدا کی محبت غالب ہو، اور محبت کے جوش سے غیر محبوب یا ماسوا کو بھول جائے، اور صرف ایک مقصود حقیقی خدا کے سوا اور کوئی مطلب ہی نہ رہے تاکہ حقیقت کے سورج کے انوار کا عکس دل پر چمکنے لگے، اور مقصود اپنے چہرہ سے برقعہ اٹھائے۔

حضرت پیر مولانا بسطامی قدس اللہ سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ محبت کسے کہتے ہیں؟ فرمایا، محبت اس چیز کا نام ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ کے سوا باقی دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے، تو اسے دوست نہ رکھے۔

وجہ یہ ہے کہ عارفانِ کمال کے نزدیک یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ جب تک تو دونوں

جہاں سے دست بردار نہ ہو، اور اپنا مال وجان اسی ایک کے عشق کے سودا میں تصدق نہ کر دے تب تک حجاب کا پردہ نہیں اٹھاتے اور حضرت ذوالجلال کی پاک درگاہ کے ملاپ کی مجلس میں جانے نہیں دیتے۔ اس لئے کہ عاشق کو ذرہ بھر بھی غیر محبوب کے ساتھ تعلق اور دل بستگی ہو تو ذرہ اس عاشق کے حق میں ایک مضبوط حجاب ہو کر بہت بڑا ہو جاتا ہے۔

پس نیک بخت کے لئے محبت الٰہی کا دعویٰ سلسلہ جنبان نہ ہو۔ اس کو چاہئے کہ دوست کے گھر اپنے دل کو غیروں کے خیال سے خالی کرے اور اس کی محبت میں جوا خانہ و قمار خانہ میں دونوں جہانوں کو ہار دے، تاکہ قضاء و قدر محبت کا ایک گھونٹ پیمانہ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (ان کو ان کا رب شراب طہور پلا دے گا) کا مزہ چکھا دیں اور دوستی حق کے رتبہ پر سرفراز کریں۔

حضرت عیسیٰ کی طرف وحی کہ میں انسان کے دل کی طرف دیکھتا ہوں

نقل ہے کہ آنحضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی نازل ہوا کہ اے عیسیٰ! میں بندہ کا دل دیکھتا ہوں کہ دنیا اور آخرت کو نہیں دیکھتا۔ اور اپنی دوستی وہی رکھتا ہوں۔

پس اے عزیز! اس دولت کو حاصل کر کہ خدا کی عنایت کی شراب محبت کے جنگل کے پیاسوں کو ڈھونڈھتی ہے، اور خدا تعالیٰ کے لطف کا ساقی دمبدم اپنے ان مشتاقوں کو شراب عنایت کرتا ہے کہ جن کا یہ حال ہے۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (خدا ان سے محبت کرتا ہے، اور وہ خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

مصنف کا عشق سے خطاب کرنا اور خاتمہ عشق کے قریب مناجات پڑھنا

اے عزیز! اس کو یقین دل سے جان کہ خدا کے راستہ کی منزلوں کو عشق کے توشہ اور درد کی سواری کے بغیر کوئی بھی طے نہیں کر سکتا۔ اور معنوی دولت اور باطنی بخشش کے دروازے درد

اور محبت اٹھائے بغیر کھل نہیں سکتے۔ اس لئے کہ ستر(۷۰) ہزار پردہ سیاہ سفید طالب اور مطلوب کے درمیان رکھا گیا ہے۔ ہر ایک پُردرد آہ سے جو عاشق کے سرد دل سے نکلتی ہے، ایک پردہ دور ہو جاتا ہے۔ اور جوں جوں ایک ایک پردہ اٹھتا جاتا ہے، اس راستہ کی طلب اور پیاس زیادہ سے زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اور آخرالامر محبت کا پھل یعنی اپنی ذات کو بھول جانا اور حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ مل جانا آسان ہو جاتا ہے۔

مثنوی

سیرِ زاہد در مہ و یک روزہ را | سیرِ عاشق ہر زماں تا تختِ شاہ

عاشق در راستہ چوں از خود رہد | در زماں از نُہ فلک بگذرد

زاہد کی سیر ایک ماہ اور ایک دن ہوتی ہے۔ مگر عاشق کی سیر علی الدوام جاری ہے، یہاں تک کہ اپنے بادشاہ کے تخت تک نہ پہنچ جائے۔ آزاد اور فارغ البال اپنی ذات سے رہائی پاتا ہے تو ایک ہی آن میں ساتوں آسمانوں سے پار چلا جاتا ہے۔

چونکہ عہد اَلَسْت کے آغاز کرنے والے خدا کے ذوق و شوق کا گھونٹ عاشقوں کی جان کے گلے میں ٹپکا دیا ہے، تو اسی کا اثر ان کے باطن میں موج مار رہا ہے کہ ان کی زندگی اسی شوق سے قائم ہے۔ اور ان کا آرام و اطمینان اسی لذت پر منحصر ہے۔ اگر ایک ساعت بھی اس شوق کی لذت اور حلاوت سے رک جاویں تو لاکھ پردہ آہ اپنی آگ سے بھرے ہوئے سینہ سے باہر نکالتے ہیں۔ اور آنسوؤں کا خون آنکھوں سے برساتے ہیں۔ اور ماتم زدہ لوگوں کی طرح لاکھوں دکھوں سے بے آرام و بے قرار ہوتے ہیں۔ اور جب الٰہی کشش مبارک سے محبت کا گھونٹ پیتے ہیں تو ایک اور پیالہ کے لئے شور مچاتے ہیں اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ (کیا کچھ اس سے بھی زیادہ ہے) کے نعرے مارتے ہیں۔ جُدائی کے دُکھ کے باعث پُردرد سینہ سے سرد آہیں بھرتے ہیں۔ اور کبھی وصال کی مجلس اور ملاپ کی دولت کا راستہ پاتے ہیں۔ اور کبھی انس کے باغ ہنس رہے ہیں اور کبھی یار کے فراق میں ترس رہے ہیں۔ اور کبھی اس خاک دان

ظلمانی کے اسیر اور ہوائے نفس کے پا بہ زنجیر ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ربّانی تجلیات کے انوار سے منوّر اور نورانی۔

مگر تجھ میں کچھ ہمّت ہے تو بہادروں کی طرح اس راستہ میں مضبوط قدم رکھ اور عشق کے درد کا ایک ذرّہ اپنے میں پیدا کر۔ کیونکہ الٰہی درد اور محبت کی چاشنی کا قطرہ بھر بھی ہزار بادشاہی سے بھی بڑھ کر بہتر ہے۔ اس لئے اگر درد محبت کو ساتھ لے کر تھوڑی سی عبادت بھی کی جائے تو وہ ہزاروں طاعات سے افضل اور بڑھ کر ہے، جو درد محبّت کے بغیر طاعت کی جائے کہ جس گروہ نے عشق و محبت کی بدولت مقصود کو تلاش کیا، تو اُسی راستہ سے مطلوب حقیقی کا پتہ چلایا، اور آخر کار اس سے بہت جلدی ہی واصل ہوئے۔

وجہ یہ ہے کہ عشق کی گرمی بشری صفتوں اور نفسانی کثافتوں کو اس طرح پر جلاتی ہے جیسے کہ ظاہری لوگ خس و خاشاک کو آگ میں۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس دن نیا درد اور تازہ عشق الٰہی پیدا نہ ہوا، تو اس دن کے چڑھنے میں خدا کرے برکت ہی نہ ہو۔

فرد

یک ذرّہ درد را بدو عالم نمے دہم
زیرا کہ نیست ملک دو عالم بہائے او

(اگر کوئی ہم سے دونوں جہان کے عوض میں ہمارے درد کے ایک ذرّہ کا مبادلہ یا معاوضہ کرنا چاہے، تو ہم کبھی اس کو منظور نہ کریں۔ اس لئے کہ دونوں جہان اس کی قیمت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔)

ایک درویش اپنی سرگذشت بیان کرتا ہے کہ ایک رات کو مجھے حضرت حق سبحانہ تعالےٰ کی پاک درگاہ میں حاضر ہونے کی عزّت حاصل ہوئی تو اس بے چون و بے چگونہ نے مجھے خطاب کیا کہ ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے۔ اس وقت چند ایک گذشتہ نیک اعمال کا خیال میرے دل میں گذرا۔ تب خفگی آمیز خطاب ہوا کہ اے بیچارے! یہاں پر

جو بزرگ با عظمت خدا کی درگاہ ہے تو تیرا امیدوں کو ساتھ لانا ہی کافی ہے۔ اور جو کچھ تونے خطاب کے بارے میں سوچا ہے، سو اس درگاہ کا تحفہ آہ سرد ہے، اور دل پُردرد۔

علم سلوک کے ایک رسالہ میں دیکھا گیا ہے کہ لاکھ علم سے ایک ذرہ عمل اور لاکھ عمل سے ذرہ بھر اخلاص اور لاکھ اخلاص سے ذرہ بھر عشق اور لاکھ عشق سے ذرہ بھر شوق اور لاکھ شوق سے ذرہ بھر درد بہتر ہے۔

حقیقت میں عاشقوں کے لیے درد اور محبت الٰہی کے سوا کچھ اور سرمایہ بہتر اور خوش تر نہیں ہے کہ جس میں درد اور محبت نہیں ہے، وہ معرفت کی کیا لذت جانے اور بلا درد محبت تو وہ کہ زہد و عبادت کرے گا، تو تجھے بھی مزہ اور حلاوت نصیب نہ ہوگی۔ اور اپنے اصلی مطلب تک ہرگز ہرگز رسائی نہ ہوگی۔

اے عزیز! اگر عاشق نہ ہوتے تو کسی قسم کی بندگی خدا تک راہ نہ پاتے۔ یہی عشق ہے کہ جس نے محبوب کے چہرے سے برقعہ اٹھا اور حجاب کے پردوں کو درمیان سے مٹا دیا۔ یہی عشق ہے کہ تپتے ہوؤں کے دلوں کو حرارت بخشتا ہے۔ اور مشتاقوں کی جان کا مونس ہے۔ یہی عشق ہے، جو عاشقوں کی متاع ہے اور مسکینوں کے دل کی دوا ہے۔ یہی عشق ہے جو دردمند کا زخم ہے۔ اور زخمیوں کی جان کا مرہم ہے۔ یہی عشق ہے جو سوختگان کے سینہ کا سرمہ اور بے مرادوں کی مراد کا نور ہے۔

سبحان اللہ۔ یہ کیسی خوش انگیز اور اعلیٰ شراب ہے کہ ایک ہی پیالہ سے عاشقوں کو مست کر دیتی ہے اور اصلی مطلب پر پہنچا دیتی ہے۔ یہ عشق کیا ہے۔ درخشندہ نور ہے کہ عاشقوں کی مجلس کا نور ہے۔ اور مشتاقوں کی شام کا سورج۔ یہ عشق کیا ہے خوشبودار ہوا ہے کہ محبوب حقیقی خدا کا پیغام لاتی ہے اور دل کی بستہ کلی کو کھولتی ہے۔

اے عزیز! ابھی یہیں تک تھا کہ اچانک عشق کی فوج حملہ آور ہوئی اور میرے دفت

کو خوش حال اور مالا مال کر دیا اور زبان بلبل کو نغمے بے اختیار اس گیت کے گانے پر آمادہ کر دیا۔

نظم

اے عشق بیا کہ انتظارم — در راہ تو دیدہ باز دارم
ہم دیدہ براہ آرزو باز — ہم گوش تمنائے اش برآواز
اے عشق بیا ترا بجویم — تا سر درون خود بگویم
اے عشق بیا تر گزیدم — وز دو جہاں دلے بریدم
اے عشق اگر شوی ہم آغوش — من ہر دو جہاں کنم فراموش
اے عشق ہمیشہ باش با من — یک شعلۂ شوق ہے دردلم زن
اے عشق مرا از خود ربودی — لیکن سوئے دوست راہ نمودی
اے عشق دمے بیا و بنشیں — من خستہ دلم غریب مسکیں
ہستی تو غریب و من غریبم — یک قطرہ زجام تو چشیدم
یک ذرہ دگر بدہ ازاں جام — تا کار ہمہ شود سر انجام
روز از تو سیاہ شبے مرا بس — تحت از تو بخاک راہ مرا بس
بپذیر بہ تحفہ جان و بنشیں — بکشا کمر از میان و بنشیں
از آمدنت چو گل شگفتم — دامن دامن بہار رفتم

گل گرد بہار بختم امروز
بر گل بنہد بختم امروز

اے حضرت عشق! تشریف لائیے، بندہ آپ کی انتظار میں ہے۔ اور آپ کے راستہ کی طرف، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے۔ آرزو کے راستہ میں آنکھیں بھی کھلی ہیں اور آپ کی تمنا میں کان بھی آواز کے مشتاق ہیں۔

اے حضرت عشق! تشریف لائیے کہ میں آپ کی تلاش میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنے دل کے راز و نیاز آپ کے سامنے پیش کروں۔

اے حضرت عشق تشریف لائیے کہ بندہ نے آپ ہی کو منتخب کیا ہے۔ اور دونوں جہاں سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

اے حضرت عشق! اگر آپ بندہ کے ہم آغوش ہوں تو دونوں جہان کو بھول جاؤں۔

اے حضرت عشق! آپ ہمیشہ بندہ کے ساتھ رہیئے۔ اور ایک شعلہ بندہ کے دل میں لگائیے۔

اے حضرت عشق! آپ نے مجھے اپنے سے الگ کر دیا ہے۔ لیکن یہ آپ ہی کی عنایت ہے کہ اپنے دوست کی طرف رستہ دکھلا دیا۔

اے حضرت عشق! ایک دم بھر کے لئے تو آیئے، اور بیٹھئے۔ بندہ خستہ دل مسافر اور مسکین ہے۔ آپ بھی مسافر ہیں، اور میں بھی۔

ایک بوند آپ کے پیالہ سے بندہ کے بھی نصیب ہوئی ہے۔ اس پیالہ سے ایک ذرہ بھر اور بھی عنایت فرمایئے تاکہ میرے سب کام آراستہ ہو جائیں۔

اگر آپ کی صحبت میں روزِ روشن بھی میرے لئے کالی رات ہو جائے تو میرے لئے پسندیدہ ہے۔ خاک راہ کو ہی آپ سے تخت یقین کر دوں گا۔

بندہ کی جان بطور تحفہ قبول فرمائیے۔ مگر بیٹھ جائیے کمر کھول دیجئے اور تشریف رکھئے۔

آپ کی تشریف آوری سے بندہ پھول کی طرح کھل گیا۔ اور میں نے جھولیوں بہار کو جمع کر لیا۔

میرے بخت کے بہار نے آج پھول کھلا دیئے ہیں۔ پس آج میرے تخت کو پھولوں پہ رکھ دو۔

سبحان اللہ! کیسی ہی درد انگیز محبت و شوق ہے اور کیا ہی نشاط آمیز جلی ہے!

اگر یہ لذت ناک پیالہ ہمیشہ میرے حلق میں اترتا رہتا، تو ضرور ہی آب و گل جسم خاکی کی خودی سے مجھے اس نے خلاصی دی ہوتی۔

بیت،
چہ بودی گر مدام ایں نشہ بودی
کہ بر دیوانگی مستی فزودی

(کیا ہی اچھا ہوتا، اگر یہ نشہ ہمیشہ ہوتا اور دیوانہ پن کے ساتھ ہی مستی ہی بڑھتی رہتی)

اے عزیز! میرا یہ مدعا تھا کہ اس درد و اندوہ کو زبانِ قلم پر لاؤں اور اس حال سے قال سے ادا کروں، لیکن قلم اس کے بیان سے عذر خواہ اور زبان کی کشتی اس ناپیدا کنار سمندر میں تباہ۔ اس لئے کہ پھر اصلی مدعا شروع کرتا ہوں، اور دردمند عاشقوں کے لئے چند عاشقانہ لطیف باتیں بیان کرتا ہوں۔ غور سے سن۔

اس دنیا کا طالب دنیا کی لذتوں میں مسرور ہے۔ آخرت کا طالب بخیال حور و قصور ہے۔ اور خدا کا طالب غیروں کے خیال سے دور ہو کر حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت سے بھرپور ہے۔ اور دونوں جہان میں مغفور الحق مغفور کیونکر نہ ہو کہ عشق کی آگ سے اس نے اپنی جان کے خرطار کو جلا دیا ہے۔ اور ماسوا کے خس و خاشاک کو دل سے ہٹا دیا ہے۔ درمیاں سے اور دل کی آنکھوں کو غیر حق سے ہٹا دیا ہے۔

بیت،
عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق وہ شعلہ ہے کہ جب بھڑک اٹھا تو معشوق کے سوا باقی سب کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا) جب عشق اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو پھر عاشق کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتا۔ اگر ایک ساعت بھی اس سے ہٹ کر غیر کی طرف متوجہ ہو تو عشق کی فوج اس کے دامن دل کو کھینچتی ہوئی پھر محبت کی گلی میں لاتی ہے۔ عشق داد یلا اور شور مچاتا ہے۔ اور عین وصال اتصال کی حالت میں حضرت لایزال کے خوبصورت چہرہ کے دیکھنے کی پیاس اور بھی بڑھتی ہے۔ اور

رَبِّ اَرِنِیْ (اے پروردگار! تو اپنا جمال دکھا) کا نعرہ مارتا ہے۔ اور زبانِ حال سے کہتا ہے،

بیت،　　　از بارِ غمش گزیدہ دارم جگرے

کانرا نہ کند ہیچ فسونے اثرے

(اس کے غم کے بوجھ سے میرا دل اس طرح کٹ گیا ہے، کہ کسی قسم کا جنتر منتر اس میں اثر نہیں کر سکتا۔)

حضرت مولانا نظام الدین حسین قدس اللہ سرہ نے اس عالم فانی سے رحلت فرماتے وقت اپنے یاروں دوستوں کو اس طرح پر وصیت کی کہ اے دوستو! وہ امور کہ جن پر خدائے تعالےٰ کا وصال منحصر ہے، تین ہیں۔ (۱) اول خدا کا کلام قرآن مجید۔ (۲) دوم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف۔ (۳) سوم دین کے مشائخ کے ملفوظات۔ خداوند تعالےٰ ان سب پر راضی ہو۔

سید الطائفہ قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اس راستہ کا سردار وہ شخص ہونا چاہیئے کہ کتاب اللہ دائیں ہاتھ میں لے اور حدیث شریف و سنّت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں ہاتھ میں اور ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے۔ تاکہ گمراہی میں نہ پڑے اور راستہ اس پر روشن ہو۔ اسی لئے مشائخ طریقت حق سبحانہ تعالےٰ کے ساتھ واصل ہونے کے طریق کو قرآن وحدیث شریف سے نکالتے ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ علی المتقی نے اپنی تصنیفات میں لکھ دیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص علم باعمل کو اپنا امام بنائے، یعنی قرآن وحدیث شریف پر عمل کرے جیسا کہ عمل کرنے کا حق ہے) اور مداومت کرے تو امید ہے کہ سعادت کے دروازے اس پر کھل جائیں گے، اور معنوی دولت سے بہرہ مند ہوگا۔

پس جو کوئی کتاب و سنّت کے موافق عمل کرے، یعنی امر و نہی، توکل، صبر تقویٰ زہد وغیرہ پر مستقیم رہے، عبادت کو اخلاص سے ادا کرے اور یاد خدا فراغ دلی سے اس کو میسّر

ہو۔ اور ظاہر و باطن میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع میں بھی متمسک ہو تو خداوند تعالیٰ اس کا ہادی ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ میں پرورش پاتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ کہ اس سعادت کے طالب کو لازم ہے کہ ہمت کا گھوڑا فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو، اور میں تمہیں یاد کروں گا۔) کے میدان میں دوڑائے۔ اور غیر حق سے دل نہ لگائے، اور ذکر کے طریق کی اجازت شیخ کامل سے مکمل کر کے گوشہ میں بیٹھ کر اس کثرت سے کرے کہ خلوت، صحبت، بیٹھتے اُٹھتے، کھاتے پیتے، اور باقی تمام حالات میں بغیر یاد حق نہ رہے اور جو اس دولت کے منافی ہو، اس سے بچتا رہے، تاکہ کثرت سے شوق کا سورج اس کے باطن کے مطلع سے نکلے۔ اور اس کی گرمی اور حرارت سے محبت کا شعلہ اس کے دل میں روشن ہو۔

یک لحظہ زیادِ دوست دوری
در مذہب عاشقاں حرام است

(عاشقوں کے مذہب میں لحظہ بھر بھی دوست کی یاد سے جُدا رہنا حرام ہے۔)

جب طالب تمام علاقوں کو اپنے دل سے دور کر کے اور دل کو تمام معلومات سے خالی کر کے رات دن یادِ خدا میں مشغول رہے تو امید ہے کہ ذکر کی کثرت سے ذوق و نور کا شوق اس کے سینہ میں ظاہر ہونے لگے۔

فرد،
زلوحِ خاطر عاطر غبار غیر بشو
کہ شرط عشق بود دل یکے و یار یکے

(اپنے پاک و صاف دل کی تختی سے غیریت کے غبار کو دھو ڈال۔ کیونکہ عشق کے بازار میں یک دل ہونا اور ایک ہی یار منتخب کرنا شرط ہے۔)

کیونکہ یہ بات کاملان اہل طریقت کے نزدیک مقرر ہے، کہ عشق و محبت کی آگ، اس

شخص پر شعلہ مارتی ہے، جس کے باطن سے غیر محبوب بالکل نکل جاوے۔ پس جس کو خداوند تعالٰے اپنی دوستی میں لیتا ہے۔ اس کے باطن کو اپنے غیر سے پاک کر دیتا ہے۔ اور ذکر کے ذریعہ سے اس کو اپنے نزدیک بلا لیتا ہے۔ اور اپنی دوستی و محبت میں اس کو سرافراز کرتا ہے۔

تیسرا طریقہ بہت ہی آسان اور زیادہ تر نزدیک مقرب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے، جس کا ظاہر شریعت کے چراغ سے روشن ہو۔ اور جس کا باطن عشق و محبت سے جل گیا ہو، تاکہ اس کے باطن کی گرمی اس شخص میں اثر کرے۔ اور دردلشوں کی صحبت کی برکت سے یہ بھی انہیں کا ہم رنگ ہو۔

بیت، با عاشقاں نشین و ہمہ عاشقے گزیں
با ہر کہ نیست عاشق با د مشو قرین

(عاشقوں کے نزدیک بیٹھ اور عاشقی کو ہی پسند کر اور جو عاشق نہ ہو اس کا ہمنشین نہ ہو)

عارف ربانی حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ نے کیا اچھا کہا ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھ کر تو بالکل وہ ہو جائے اور وہ بالکل تو ہو جائے۔ تاکہ تم دونوں حق سبحانہ تعالٰے میں گم ہو جاؤ۔ نہ ہی تو رہے اور نہ ہی وہ رہے۔

حضرت ابوبکر صیدلانی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالٰے کے ساتھ صحبت رکھو۔ اگر تم سے ایسا نہ ہو سکے تو پھر ایسے شخص کے ساتھ صحبت رکھو کہ جو خداوند تعالٰے کا صحبت دار ہو تاکہ اپنی صحبت کی برکت سے تم کو خدا تک پہنچائے

اس لئے کہ اس گروہ کی صحبت کیمیا ہے، جو وجود کے کالے لوہے کو خالص سونا بنا دیتی ہے، اور بہت سی مصاحبت کے باعث اصحاب نفس ان کے دم کی برکت سے غیر کی محبت اور گرفتاری سے نجات پا جاتے ہیں۔ اور عاشق شکستہ اور اپنی ذات سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

بیت
گر تو خواہی مرد گردی اے فقیر
صحبتِ صاحبدلاں را پیشہ گیر

(اے فقیر! اگر تو مرد بننا چاہتا ہے تو صاحب دلوں کی صحبت کو اپنے اوپر لازم رکھ۔)

حضرت مولانا خواجہ بزرگ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن کی بشریت کا اندرونہ قسم قسم کی صحبتوں سے گندہ ہو گیا ہو، کہ اہل اللہ بزرگواروں کی صحبت کے سوا جو کبریتِ احمر کا حکم رکھتی ہے، اصلاً اصلاح پذیر نہ ہوگا۔

افسوس صد افسوس کہ اس پاک جماعت کا کسی نے قدر نہ کیا۔ اور کسی ایک نے بھی انہیں نہ پہچانا۔ اگر اس قسم کے کسی بزرگ کی صحبت جو اپنی ذات سے خلاصی پاکر حق کے ساتھ مل گیا ہو۔ وطن میں میسر نہ ہو سکے اور طالب کو طلب دامنگیر ہو تو لازم ہے کہ اس دولت کے حصول کے لئے اہل اللہ کے کلام کے چند ورق کو ہر روز پڑھا کرے، تاکہ ہمیشہ محبت اور شوق تازہ ہوتا رہے۔

حضرت مولانا شیخ ابو علی دقاق قدس اللہ سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اہل اللہ بزرگ کی باتیں سننے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا بیشک فائدہ ہوتا ہے،

اوّل یہ کہ انسان اگر طالب ہے تو قوی ہمت ہو جاتا ہے۔ اور اس کی طلب زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

دوم یہ کہ اگر کسی میں گھمنڈ ہے تو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دعویٰ اور مغروری سر سے دور ہو جاتی ہے، اور اپنے عیبوں پر اطلاع پالیتا ہے۔

حضرت مولانا شیخ ابو سعید قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ حق کے طالب کو لازم ہے کہ ہر روز مشائخ اور اہل اللہ کے کلام سے چند ورق مطالعہ کیا کرے، تاکہ دنیا کی مرد اس کے دل سے سرد ہو جائے، اور عشقبازی یاد آئے اور ذوق و شوق بڑھے۔ اور حق سبحانہٗ کی دوستی دل میں ہو اور اہل کمال کی حکایتوں، ریاضتوں، عبادتوں، عادتوں اور درجوں وغیرہ سے واقف ہو۔ جب

اسس قسم کی باتیں سُنے، تو ضرور اس مطلب سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ یہ کیا ہی درد اور شوق ہے، جو عاشقوں کی جان میں قضاو قدر نے ڈال دیا ہے۔ اور یہ کیا ہی دولت ہے کہ جس سے مشتاقوں کو نوازا ہے۔

بیت:
نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

(عشق معشوق کے دیکھنے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ باتیں سُننے سے بھی اکثر اوقات یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔)

پس یہی تین طریقے محبت الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ مجھے کیا خبر ہے کہ کون نہ سعادت مند ہے، جو اس دولت سے رغبت حاصل کرے۔ اور کون نیکبخت ہے جو کوشش کے ناخنوں سے اس مضبوط گرہ کو کھولے۔ بہادر و! تلاش کرو کہ نہیں ملے۔ کیونکہ جس نے ڈھونڈا، اس نے پالیا۔

بیت،
تو راہ نجستہ ازاں ننمودند
ورنہ کہ زد ایں در کہ درش نکشودند

(تو نے راہ تلاش ہی نہیں کی کہ اس سبب سے انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ ورنہ کون سا ایسا ہے کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور انہوں نے نہ کھولا۔)

چنانچہ حضرت رب العزت کا خطاب غفلت کے جنگل کے سرگشتوں کو ہے۔

رُباعی

تو خاصہ ما باش کہ ما نیز ترا ایم ــــ در ہر دو جہاں مقصد و مقصود تو ما ایم
گر یک دم از راہ طلب سوئے من آئی ــــ تا صد قدم از راہ کرم سوئے تو آیم

(تو ہمارا ملک ہو، ہم بھی تو تیرے ہی ہیں۔ دونوں جہان میں تیرا مقصد اور مقصود ہم ہی ہیں۔ اگر طلب کی راہ سے تو ہماری طرف قدم رکھے تو ہم بخشش کی راہ سے سو

قدم چل کر تیرا استقبال کریں۔

پس اس مطلب کو یقین دل سے جان کہ خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم کے دروازے کسی وقت بھی بند نہیں ہوتے۔ مگر کیا فائدہ، جب کوئی آرزو مند اور خواستگاری نہ ہو۔

مقبول درگاہِ باری حضرت مولانا خواجہ عبداللہ انصاری قدس اللہ سرہٗ نے ارشاد فرمایا، اگر کوئی آئے تو دروازہ کھلا ہے۔ اگر نہ آئے تو خدائے تعالیٰ بے نیاز ہے۔

اے عزیز! اگر تو نے اپنی ساری عمر غفلت میں گذاری ہو اور ایک بار سچے دل سے یارب کہے تو تجھے ستر (۷۰) بار لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ (اے میرے بندے! میں حاضر ہوں) کی آواز آئے۔ اور خداوند کریم از راہ کرم جواب فرمائے، جیسا کہ حدیث شریف قدسی کا مضمون ہے۔

رُباعی

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ

ایں درگاہِ ما درگہ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

جو کچھ تو کر گذرا ہے۔ اس سے ہٹ کر ہماری طرف چلا آ۔ اگر تو کافر بت پرست یا گبر ہے، ہماری درگاہ کی طرف لوٹ آ۔ ہماری درگاہ کسی کو نا امید نہیں کرتی۔ اگر سو بار تو نے توبہ توڑ دی ہے، تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ لوٹ آ۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آج ایک ایسی چیز دیکھی ہے، جو کبھی نہیں دیکھی۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک شہر میں ایک بت پرست تھا۔ بُت کو کہتا تھا اے صنم، اے صنم۔ ایک دفعہ اس کی زبان سے غلطی سے نکل گیا اے صمد! پردۂ غیب سے خداوند تعالیٰ کی آواز آئی کہ اے میرے بندے، میں حاضر ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ اے خداوند تعالیٰ! وہ بت پرست تو اپنے بت کو پکار رہا تھا۔ صَمَد کا لفظ تو غلطی سے اس کی زبان سے نکل گیا تو کیسے اس کو قبول کرنا ہے۔ فرمان آیا کہ اے جبریل

اگر اس نے اپنے معبود کو گم کیا ہے، تو ہم تو خوب جانتے ہیں کہ اس کا معبود حقیقی کون ہے، جب کہ حقیقت میں اس کا معبود میں ہوں۔ تو جس وقت وہ مجھ کو بلاتا ہے، میں اسے قبول کرتا ہوں۔

حضرت مولانا خواجہ سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ ایک دن کعبہ معظمہ شریف میں طواف کرتا تھا۔ تو اس کی زبان سے نکلا، بار خدایا! میرے گناہ بخش دے۔ اس نے تب ایک آواز سنی کہ جو تو چاہتا ہے، سب چاہتے ہیں۔ اگر سب کے سر پر پاک دامنی کا عمامہ بندھوا دیں تو پھر بخشش کا خزانہ اور جواہرات کی کان کس کو عطا کریں۔ اگر کوئی گناہ سے آلودہ نہ ہو تو ہماری عنایت کا مینہ کس کو دھو دھا کر صاف کرے۔ اگر کوئی گنہ گار نہ ہو، تو ہمارا لُطف قبولیت کے اسرار کس کے سامنے ظاہر کرے۔

سبحان اللہ! اس اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین کا کیا فضل ہے اور کیسی وسیع مغفرت ہے کہ اپنے بندوں کے حق میں کیسے کیسے بے غایت کرم اور بے نہایت لُطف عمل میں لاتا ہے۔ جو کوئی ایسے مالک کے فضل و کرم سے محروم اور بے نصیب رہے۔ وہ صریحاً کم نصیب اور بدبخت ہو گا۔

پس ہوشیار ہو اور غفلت کی روئی کو ہوش کے کانوں سے نکال اور چند قدم مضبوطی کے ساتھ اس راستہ میں رکھ اور خدمت کا دامن اپنی کمر پر چُست باندھ دنیا کی طرف پیٹھ اور عقبیٰ کی طرف پاؤں اور اپنا منہ اپنے مالک حقیقی کی طرف رکھ۔ اگر لاکھ محنت اور مشقت اس راستہ میں پیش آئے تو بھی تجھے یہی لازم ہے کہ اپنا منہ خدا کی طرف سے نہ پھیرے۔ اور اس کی تلاش میں ثابت قدم اور صادق رہے۔

جب ان تین قسم کی سعادتوں سے کہ جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، تو محروم رہ گیا، تو پورے چالیس دن تک حلال کی روٹی کھا۔ اور اپنی زبان کو جھوٹ، لینے اور لغو باتوں سے نگاہ رکھ۔ اور خلوت میں بیٹھ کر عجز و نیازی کے ساتھ توبہ استغفار کر

اور ہاتھ اٹھا کر حق سبحانہ تعالےٰ سے اس کی محبت کی درخواست کر۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے، تم مانگو، کہ میں تمہیں دوں۔ اس لئے کہ میری رحمت کے خزانے مالا مال ہیں، اور میری بخشش مرادیں دینے والی ہے۔ وہ کون گدا ہے، جو میرے سامنے عجز و نیاز کا ہاتھ لایا، اور میں نے اس کے نقد کی امید کو اس کی ہتھیلی میں نہ رکھ دیا ہو۔ اور وہ کون محتاج ہے کہ جس نے سوال کی زبان کھولی، اور اس کی حاجت کے رقعہ کو اجابت کے فرمان سے، ہم نے تصدیق نہ کیا۔ خصوصاً آدھی رات کے وقت جو مغفرت چاہنے والوں کا مغفرت گاہ ہے۔ اور گدائیوں کے عطا اور مشکلات کے دروازوں کے کھلنے کا وقت خالص نیت سے مانگ اور جو کچھ تجھے مطلوب ہے، اس کے لئے خداوند تعالےٰ کی درگاہ میں مناجات کر امید ہے کہ آدھی رات کی دعا کا تیر خدا کے فضل سے قبولیت کے نشانہ پر جا بیٹھے گا۔ اور عشق کا سورج ہر باطن میں روشن ہوگا۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدھی رات گذر جاتی ہے، اور تمام دنیا سو جاتی ہے کہ جب خداوند تعالیٰ کے لطف و رحمت جوش میں آتے ہیں۔ اور حضرت رب العزت کا جلال اور عظمت نچلے آسمان پر آتے ہیں۔ اور اپنے بندوں پر خطاب فرماتا ہے۔ اے مہجور خاکیو! اور اے مغرور غافلو! ہم نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ تم میں سے وہ کون ہے، جو حال کی زبان اور مقال کے صدق سے کوئی مراد مانگے، تاکہ ہم اس کی حاجت روا کریں۔ اور کون ہے، جو اس وقت تمنا نہ کرے، کہ ہم اس کو اپنی لامحدود عطایات سے مسرور کریں۔

پس وہ وقت جو اجابت یا قبولیت کا ایک ہی موقع ہے، خدا کے سوائے اور کچھ نہ مانگ۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب محبوب اپنے محب کو کسی معاملہ میں اختیار دیتا ہے کہ مجھ سے مانگ اور محب، مذکور محبوب، کو چھوڑ کر غیر محبوب کی درخواست

کرے، تو یہ کمال پست اس کی فطرتی کا مبلغ ہے اور محبت اور عشق کو چھوڑ کر کسی اور روشنی کی درخواست کرنا نہایت ہی کوتاہ ہمتی کا منشار ہے۔ پس اس وقت میں جو قبولیت کا مقام ہے، عجز و نیاز سے یہ مناجات پڑھو۔

بارخدایا! اپنی جان پر کھیل جانے والے عاشقوں کی عزت کے واسطے، جنہوں نے محبت کے کمار خانہ میں دونوں جہانوں کو ہار دیا ہے۔ مجھے اپنی محبت کے نشہ سے مست کر، تاکہ غیروں کی محبت میرے دل میں ہرگز نہ رہے۔

بارخدایا! علی الصبح بیدار ہونے والے عاشقوں اور آنسوں برسانے والے دردمندوں کی عزت کے واسطے عشق کے شراب خانہ سے مجھے محبت کی شراب پلا، تاکہ اس کی مستی سے اپنی ہستی پر کھیل جاؤں۔

بارِ خدایا! اپنی ذات پاک کے دیدار کے مشتاقوں کی عزت کے واسطے، جو تیرے عشق میں جانبازی کرتے ہیں، میرے روح کی بلبل کو اپنے جمال کے باغ پر والا و شیدا کر، تاکہ تیرے ذوق و شوق اپنے ذات سے بے خود اور مست ہو جاؤں۔

بارخدایا! تیز رفتار عاشقوں کی عزت کے واسطے جو دونوں جہانوں سے بے فکر ہیں۔ اپنی محبت کے قید خانہ میں محبوس کر۔ اور شوق کا طوق میری گردن میں ڈال۔

بارخدایا! اپنے پاکباز مردوں کی عزت کے واسطے کہ جنہوں نے اپنے دلوں کو تیرے غیر سے پاک کر دیا ہے۔ میرے دل کو ماسوا سے ہٹالے، تاکہ کوئی سانس بھی تیری یاد اور تیرے حضور کے سوا نہ لے سکوں۔

بارخدایا! گوشہ نشیں عابدوں کی عزت کے واسطے جو کسی وقت بھی تیری عبادت سے فارغ نہیں ہیں۔ اور اپنے قصوروں سے بھی سر نہیں اٹھا سکتے۔ اس مفلس بیمار کو رات دن اپنی طاعت میں نگہ رکھ، تاکہ کسی وقت بھی کسی اور کام میں مشغول نہ ہو سکوں۔

بارخدایا! اہل معرفت عارفوں کی عزت کے واسطے جو اپنے دل کے شیشہ کو ماسوا کے

گرد وغبار اور آب وگل کی کدورت سے صاف وشفاف رکھتے ہیں۔ غفلت کے پردہ کو میری بصیرت کی آنکھ سے دور کر۔ اور ہر ایک چیز کی حقیقت جس طرح پر کہ فی الواقع ہے، وہ مجھے دکھا۔

بار خدایا! اپنے مقربِ المقربین کی عزت کے واسطے، جن کا دل تجلیات کے انوار سے روشن ہے، اپنی معرفت کے نور سے میرے باطن کو منور کر اور میرے دل کے فانوس کو شمع سے روشن فرما۔ کہ بے ہودہ خیالوں اور باطل فکروں محفوظ رہ سکوں۔

بار خدایا! عاشقوں کی سرد آہ تیرے فراق کے جلے ہوئے سینے کے نور کی عزت کے واسطے جو وصال کے ذوق وشوق کے غلبوں سے لذتیں لینے اور خوش ہوتے ہیں۔ غفلت کے سمندر میں ڈوبوں کو اپنے کرم وعنایت کے شراب خانہ سے محبت کا ایک گھونٹ پلا، تاکہ تیرے معرفت کے دریا سے تر وتازہ اور غفلت کی نیند سے بیدار ہوں۔

اے عزیز! اگر تیرے دل کو اطمینان اور باطن کی لذت اور حلاوت پہنچ گئی ہو تو اہل اللہ کی یہ مناجات جو بڑی معتبر کتابوں سے چُن کر لکھی گئی ہے، اسے بھی پڑھا کر۔

بار خدایا! میرا نہ کوئی ایسا عمل ہے کہ تیری بزرگ اور برتر بارگاہ کے لائق ہو۔ نہ میری اور کوئی بات ایسی ہے کہ اس درگاہ میں قبولیت کا شرف پا سکے۔

بار خدایا! مجھے ایسا دل عطا کر، کہ جس میں سوائے تیرے اور کچھ نہ سما سکے۔ اور جو تیرا غیر ہے اس میں ایک جو بھر بھی نہ ٹِکے۔

بارِ خدایا! مجھے وہ زبان عطا کر کہ ہر دم تیرا ہی شکر اور حمد وثنا کرے، اور ایسا نفس عنایت کر جو کلمہ طیبہ کے ساتھ تیری طرف بھاگے۔

اے خدایا! تو وہی تو ہے، جو اپنی رحمت اور کرم کے دریا سے اپنے بندوں کو سرفراز کرتا ہے۔ تو وہی تو ہے، جو گنہ گاروں کو اپنے کمال فضل وکرم سے منزل مقصود پر سلامتی کے ساتھ پہنچاتا ہے۔

اے خدایا! ہماری بے نصیبی اور محرومی ہماری اپنی خودی کی بدولت ہے۔ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اس سے رہائی دے اور اپنے ساتھ آشنائی۔

بار خدایا! عنایت کی ایک نظر مجھ ناچیز کے حال پر فرما، کہ میں سخت درماندہ ہوں اور اپنی طرف سے راستہ دکھا کر تیرے در پر کھڑا ہوں۔

بار خدایا! اپنے کرم واحسان کے دوائی خانہ سے مجھے شربت پلا کہ میں غفلت کی بیماری سے لاچار ہوں۔ اور عشق کے شراب سے ایک شوق کا پیالہ انعام فرما کہ ماسوائے میں گرفتار ہو جانے کے باعث ادبار میں پڑا ہوں۔

بارخدایا! ہماری زبان کو ان باتوں سے، جن میں ہمارا نقصان ہے، تو ہی خاموش رکھ، اور ہمارے دلوں کو ان خیالات سے، جن میں ہماری خواری ہے، تو ہی فراموش رکھ۔

بارِخدایا! ہمیں ایسا وقت عنایت کر کہ ہم اپنے گذشتہ دکھ درد بھول جائیں۔ اور ایسی حالت عطا کر کہ ناشدنی رنج اپنی گردن پرے جا دیں۔

بارخدایا! جو تحفے اور سوغاتیں تو نے ہمیں انعام کئے ہیں، ہماری بے ادبیوں کے باعث ہم سے واپس نہ لے۔

بارخدایا! تجھ پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ پس ہماری بداعمالیوں پر تو ہی پردہ ڈال، اور جب کہ تجھ پر کچھ بھی مشکل نہیں، تو ہمارے بداعمالیوں کی رسوائی کو بخش دے۔

بارخدایا، ہم مفلس قلاش بلاشک بہت بڑے عاصی اور گنہ گار ہیں۔ لیکن تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اپنے کمال کرم سے ہم کو مقبولوں کی جماعت میں داخل کر۔

بارِخدایا! ہماری برائیوں کو بخش دے اور ہماری بدکرداریوں کی طرف نہ دیکھ۔

ابیات

بے نیازا برنیاز ما بہ بخش   گرچہ غفلت کردہ ایم اما بہ بخش

پائے درگل ماندگاں را دستگیر   عذر ناہموار ما را در پذیر

باطن سرگشتگان را رہنمائی از بروں افتادگاں را درکشائی

اے بے نیاز خدا! ہماری عاجزی ہے کہ ہمیں بخش دے۔ اگرچہ ہم غفلت میں غرق ہیں، تو ہمیں بخش دے، کیچڑ میں پھنسے بندوں کا تو ہی دستگیر ہے۔ ہمارے ناہموار عذروں کو قبول کر۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کے باطن کو تو ہی راستہ دکھا، اور باہر پڑے ہوئے لوگوں کے لئے راستہ کھول۔

بارخدایا! ہمارے دلوں کے آنگن کو پریشان تفکرات کے خس و خاشاک سے خالی کر اور ہمارے سست اور ناقص فہموں کو اپنے عشق و محبت کے ادراک سے بزرگی بخش۔

بارخدایا! اپنے بے نہایت کرم اور بے غایت رحمت کے واسطے، ہم کو اپنی درگاہ سے محروم نہ کر اور آخری دم میں کہ زندگی کی امید منقطع ہے، ہمارے کانوں کو لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (تم کسی کا خوف نہ کرو اور نہ غمگیں ہو) کی آواز سے مشرف کر۔ بہ برکت وعزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل و اصحاب کے واسطے۔

اے عزیز! سب سے زیادہ بلند مقام اور کمال سعادت اور اعلیٰ نعمتوں اور رتبوں کی انتہا حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی ہے۔ اگر تجھے مل چکی ہے تو خوشی کر۔ اگر نہیں ملی تو تلاش کر۔ اگر تو نے پالی ہے، تو اس کے شوق میں مست ہو۔ اگر نہیں پائی تو تلاش میں چست ہو۔ بیت:

گر نہ داری شادی از وصل یار

خیز! برخود ماتم ہجراں بہ دار

(اگر یار کے وصال سے تجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی، تو اٹھ اور اپنے حال پر جدائی کا ماتم کر۔)

الغرض کئی ایک دفتر لکھوں اور بہت سی کتابوں کی جلدوں کو سیاہ کروں، تو بھی عشق کی حقیقت کا ایک شمہ بھی نہ لکھ سکوں گا۔

بیت،
گر بگویم شرح عشقے بر دوام
صد قیامت بگذرد، ہم ناتمام

(اگر میں ہمیشہ عشق کا بیان سناتا رہوں، تو اگر ایک سو قیامت کا عرصہ بھی گذرے، تو بھی نا تمام رہے۔)

اللہ تعالیٰ اس قوم کی برکت اور عزت کے ذریعہ سے، جن کے دل درد کی آگ سے جوش مارتے ہیں، اور شوق کے غلبہ سے ان کے سینے میں شور برپا ہے، اپنے تمام بندوں اور اس عاجز گنہ گار کو اپنے عشق و محبت سے نہال اور اپنے فضل سے مالا مال کر دے۔

مُناجات

اَللّٰھُمَّ اَحْرِقْ عَوَارِضَ قَلْبِیْ بِنَارِ عِشْقِكَ وَ تَزَوَّدْ شَوْقِیْ اِلٰی جَمَالِكَ وَمَحَبَّتِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ وَاقْطَعْ حِجَابًا مِنْ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

بارخدایا! میرے دل کے عارضات کو اپنے عشق کی آگ سے جلاڈال اور اپنے جمال اور محبت کے شوق کو بڑھاڈال۔ میرے دل کو اپنی معرفت کے نور سے روشن کر۔ اور میرے اور آپ کے درمیان جو ایک قسم کا پردہ ہے، اُسے پھاڑ ڈال اے صاحب عظمت اور بزرگی کے۔

ابیات

توقع ز اخوان اہل صف

بجز ادعیہ نیست دیگر مرا
ہر آنکس کہ خوہند دعائے کند
بیا مرزد اورا خدائے جزاء

(برادرانِ اہل صفا سے سوائے اس کے اور کچھ امید نہیں ہے کہ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں گے۔ اور جو شخص اس کتاب کو پڑھے، خداوند تعالیٰ اسے بخش دے) آمین ثم آمین یارب العٰلمین۔

طریقت کے طالب کے لئے ارادت اور استقامت ضروری ہے

اے عزیز! جاننا چاہیئے، کہ اگر کوئی صدق دل اور کمر بستہ ہمت سے طریقت میں قدم رکھنا چاہتا ہے، تاکہ وہ بحر توحید میں غوطہ لگا کر نہر عرفان سے اپنے دل پژمردہ کی زراعت کو پانی دے کر باغ باغیچہ کے عاشق تر و تازہ کر کے خرمن محبت کی امید رکھتا ہے، تو اس کو چاہیئے کہ ارادت و استقامت کی بنیاد کو پہلے محکم و مضبوط کرے۔

جیسا کہ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن سلمی نے اپنی کتاب حقائق الفقیر میں آیت فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک صاحب حقیقت کی نسبت نقل کیا ہے کہ:

كُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَةِ لَا طَالِبَ الْكَرَامَةِ فَاِنَّ رَبَّكَ يَطْلُبُ مِنْكَ الْاِسْتِقَامَةَ وَنَفْسُكَ يَطْلُبُ مِنْكَ الْكَرَامَةَ۔

(یعنی تو استقامت کا طالب ہو نہ کہ کرامت کا۔ کیونکہ تیرا پروردگار تجھ سے استقامت چاہتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت کا خدمتگار ہے۔)

اس گروہ کی ایک یہ بات ہے کہ اگر ولی باغ میں آئے تو درخت کے ہر ایک پتے سے (یا ولی اللہ) کی آواز نکلنی چاہیئے، کہ ظاہر باطن میں اسے اس آواز کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔ بلکہ ہر لحظہ اس کی کوشش بندگی کی صفت اور عاجزی میں زیادہ ہو۔ اور اس مقام کا کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ کہ جوں جوں عنایت الٰہی اور احسان اکرام خداوندی آنجناب کی نسبت زیادہ ہوتا تھا، توں توں آپ کی نیاز مندی اور مسکنت اور بندگی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ اور اسی واسطے آپ ارشاد فرماتے تھے، اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

اور حکمت قصورات سے جو دل پر گذرتا ہے، اس میں اس کے بشری وجود کی نفی ہوتی ہے۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ اس راہ کے چلنے والے کو اولیاء اللہ کی تابعداری سے ولایت خاصہ حاصل ہوتی ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ اس راہ کے چلنے والے گروہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مقلد۔ (۲) کامل۔ (۳) کامل مکمل۔

مقلد تو سنی ہوئی پر عمل کرتا ہے۔ اور کامل اپنے سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اور کامل مکمل سوائے تربیت کے اور کچھ نہیں کرتا، اور نہیں کر سکتا۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ ارادت، تسلیم اور بے اختیاری بڑا بھاری کام ہے۔

اور ارادت کے بارے میں فرماتے کہ ہمارا مختار یہ ہے کہ،

اَلْاِرَادَةُ تَرْكُ الْاِرَادَةِ فِي الْاِرَادَةِ (ارادت میں ارادہ کا ترک کرنا ہی ارادت ہے۔) مرید کو چاہیئے کہ مقتدا کی پر اپنی مرضی کو چھوڑ دے۔ ؎

ما اختیار خویش ہم از دست دادہ ایم
کاں اختیار شاہ ہمہ اختیار ماست

یہ ہمارا اختیار ہے۔ اگر چاہیں تو طالب کے جذبے کے طریق میں مشغول کردیں۔ اور اگر چاہیں تو سلوک کے طریقہ میں۔ مرشد بمنزلہ طبیب حاذق کے ہے، کہ جس طرح سے چاہتا ہے، مرید کا علاج کرتا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہر بندے کے ساتھ اپنی حکمت بالغہ سے برتاؤ کرتا ہے۔ ایک کو فقر اور سختی میں رکھتا ہے۔ اور ایک کو دولتمندی اور بے پرواہی میں۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ سلوک میں پہلے کچھ مدت ہمارے یاروں کے ساتھ بیٹھے، تاکہ اس میں ہماری صحبت کی قابلیت پیدا ہو جائے۔

بیت

نہ بینی وقت سفتن مرد حکاک
بشاگردان دہد دُرِّ خطرناک

حضرت شاہ نقشبند کے اقوال

آپ فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ عجائبات سے ہے اور عروۃ الوثقٰی گاہ مضبوط ہے۔ اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی سنّت کی دامن میں ہاتھ مارنا ہے۔ اور آنحضرتؐ کے صحابکرام کی آثار کا اقتداء کرنا ہے۔ اور اس راہ میں فضل کے راہ سے اندر لاتے ہیں۔ اوّل سے لے کر آخر تک بھی خدا کا فضل ہم نے مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنا عمل۔ اور اس تھوڑے عمل سے بھی بہت فتوح حاصل ہوتی ہے۔ لیکن متابعت سُنّت کی رعایت بڑا بھاری کام ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ جو ہمارے طریقہ سے روگردانی کرتا ہے، اُسے دین کا خطرہ رہتا ہے۔ ہمارے خواجہ صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ کی بارگاہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ اور خلوت میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں مصیبت ہے۔ اور نیز فرماتے تھے کہ خیریت جمعیت میں ہے۔ اور جمعیت صحبت میں اور صحبت میں ایک دوسرے میں نفی ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ جو لوگ ہماری صحبت میں آتے تھے کہ بعض ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دلوں میں محبت کا بیج ہوتا ہے۔ لیکن تعلقات کے تنکوں وغیرہ کے سبب نشوو نما نہیں پاسکتا۔ ان تعلقات کو پاک کرنا چاہیئے۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں محبت کا بیج نہیں ہوتا۔ ہمیں وہ بیج پیدا کرنا چاہیئے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ جو شخص ہم سے دلی محبت اور الفت رکھتا ہے، خواہ وہ دور ہو یا نزدیک، ہمیں تو دن رات اس کا خیال رہتا ہے۔ اور ہماری شفقت اور تربیت کے چشمے سے اُسے فیض پہنچتا ہے۔ اگر وہ اپنے حال کا واقف ہو تو ہمارا تعلقات کے خارو

خس سے پاک کر دیتا ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ میں سالک کو چاہیئے کہ اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کس مقام میں ہے۔ تاکہ وہ مقام اس کی راہ کا حجاب نہ ہو جائے۔ کیونکہ جو کسی مقام پر پہنچ کر راضی ہو جاتا ہے، وہ اس کی ترقی کے لئے حجاب ہو جاتا ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ مرشد کو طالب کے حالات ماضی و حال اور آئندہ کے حالات سے واقف ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس کی تربیت کر سکے۔ اور طالب کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب کسی دوست کا مصاحب ہو تو اسے اپنے حال سے واقف ہونا چاہیئے۔ اور صحبت کے زمانے کا گذشتہ زمانے سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر پہلے کی نسبت اپنی حالت میں کچھ ترقی دیکھے تو اَصَبْتَ فَالْزَمْ کے مطابق اس عزیز کی صحبت کی ملازمت کو اپنے اوپر فرض عین خیال کرے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ طریقہ ادب ہی ہے، اور اس راہ کی طلب کی شرط بھی ادب ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ادب پیغمبر خدا کا ادب اور مشائخ طریقت کا ادب۔ اللہ تعالےٰ کے ادب سے یہ مراد ہے کہ ظاہر و باطن میں کمال بندگی سے اس کے احکام کو بجا لائے۔ اور ماسوا اللہ تعالےٰ سے بالکل منہ پھیرے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ادب سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پورے طور سے پیروی کرے۔ اور تمام احوال میں آنجناب کی حرمت نگاہ میں رکھے۔ اور کل موجودات کے لئے خدا پاک کی درگاہ کا وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال کرے۔ اور جو جاندار یا غیر جاندار سب کا سر اسی کے عزت کے آستانے پر ہے۔ اور مشائخ کا ادب اس واسطے لازم ہے کہ وہ متابعت سُنّت نبوی کا جو وسیلہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا درجہ رکھتے ہیں۔ پس درویش کو چاہیئے کہ حاضر و غیب میں ان کا ادب ملحوظ رکھے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ اہل کرم ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی مہربانیوں کی تعلیم دینے

والے ہیں۔ اور وہ تصورات خطورات جو طالبوں پر گذرتے ہیں، اسے دیکھتے ہیں، اور ان سے درگذر کرتے ہیں۔ اور احوال مختلف ہیں کہ الطاف ربوبیت کے مشاہدہ میں پہاڑ بھی تنکے کے برابر ہے۔ ؎

پیشِ جوشش لطفِ بے حد تو شاہ
توبہ کردن از گناہ آمد گناہ

حدیث یا صحابہ کرام یا مشائخ کے اقوال میں آیا ہے کہ تَرْکُ الذَّنْبِ ذَنْبٌ۔ (گناہ کا چھوڑنا گناہ ہے۔)

اور نیز فرماتے تھے کہ یہ لوگ امین ہیں۔ ذرہ بھر خطا بھی اگر طالب سے ہو جائے تو اس پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ شفقت کے مقام میں فروگذاشت نہیں ہوتی۔ ؎

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است
دگر خاموش بنشینی گناہ است

اور نیز فرماتے تھے کہ اہل اللہ سے میل جول وہ شخص رکھ سکتا ہے، جو اپنے آپ سے بالکل گذر گیا ہو۔ ؎

یا مکن با پیلباناں دوستی
یا بنا کن خانہ درخورد پیل

اور نیز فرماتے تھے کہ مرشد شکاری کی طرح ہے۔ کہ بڑی کاریگری سے وحشی جانوروں کو قید میں لاتا ہے۔ اور اس شفقت سے اُسے مقام استیناس میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اس واسطے بھی یہ لوگ اہل حکمت ہیں کہ جس تدبیر سے طالب کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ اُسے مطیع و فرمانبردار بنا لیتے ہیں۔ اور سنت نبوی کی متابعت کے طریقے میں لاتے ہیں۔ اور وہاں سے مقام وصول میں پہنچا دیتے ہیں۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ اس گروہ کا معاملہ ہر شخص کے ساتھ اس کی قابلیت کے موافق ہوتا

ہے۔ اگر طالب مبتدی ہے، تو اس کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور اس کی خدمت کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے داؤد! تو جہاں کہیں میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا کہ یہ خدمت زیادہ کرنی چاہیے، تاکہ طالب میں طریقت کے سلوک کی قابلیت پیدا ہو جائے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ اس راہ کا سلوک اہل اللہ پر یقین کرنے پر منحصر ہے۔ ؎

تا تو نہ بینی جمال عشق نگیرد کمال

می شنوی وصف یار است بباید شنید

سالک کے سب اعمال اسی طریقے پر ہونے چاہئیں، تاکہ نتیجہ ظاہر ہو اور تفصیلیہ معرفت جو کہ طالبوں کا آخری مقصد ہے حاصل ہو جائے۔ اس واسطے کہ اہل اللہ کی حقیقت کی نسبت صرف حسن عقیدہ ہی سے کچھ حاصل نہیں۔ اس کا اعتقاد تھوڑی سی چیز سے بدل جاتا ہے۔ اور نیز فرماتے تھے کہ ذکر کی تلقین کامل اور پیر مکمل سے لینی چاہیئے۔ تاکہ اس کا اثر ہو اور نتیجہ اس سے ظاہر ہو۔ اور بادشاہ کی ترکش سے تیر لینا چاہیے، تاکہ حمایت بھی کر سکے۔ ہمیں ذکر کی تلقین خلیفہ آنحضرت شیخ بزرگوار خواجہ بابائے سماسیؒ سے حاصل ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ آنحضرت مولانا عزیزان علی رامیتنی علیہ الرحمۃ والغفران سے ذکر کے دو طریقے منقول ہیں۔ ایک جہر، دوسرا خفی۔ ہم نے خفی کو اس واسطے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ وہ بہتر اور قوی تر ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ وقوف عددی علم کا پہلا مرتبہ ہے۔ ایک صالح دانشمند ذکر کرتا ہے کہ خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ نے وقوف عددی کی تلقین کرنے سے پیشتر مجھے اپنے سلسلے کا ذکر بیان فرمایا۔ اور اس سلسلے کو حضرت شیخ یوسف ہمدانی قدس اللہ سرہ تک پہنچایا۔

اور فرمایا کہ ایک روز مولانا حضرت شیخ عبد الخالق غجدوانی اپنے استاد امام صدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے، کہ

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ؕ

تو اپنے استاد صاحب سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے جو یہ خفیہ فرمایا ہے، وہ کون سا طریقہ ہے۔ کہ اگر ذاکر بلند پڑھے یا مقام ذکر میں اعضاء کو حرکت دے، وہ غیر واقف ہو جاتا ہے۔ خفیہ رہتا ہے۔ اگر دل میں کہے تو شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح حرکت کرتا ہے، وہ واقف ہو جائے گا۔ استاد صاحب نے فرمایا، یہ علم لدنی ہے، اگر اللہ تعالےٰ چاہے گا، تو کوئی اہل اللہ تیرے پاس بھیج دے گا کہ، جس کی صحبت کی برکت سے یہ ذکر خفیہ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ حضرت خواجہ عبدالخالق اس وقت منتظر رہے جب کہ آپ کے پاس حضرت شیخ یوسف پہنچے اور وقوف عددی کی تلقین آپ کو فرمائی۔

اور نیز فرماتے تھے کہ لَآ اِلٰہَ طبیعت کے خدا کی نفی ہے اور اِلَّا اللّٰہُ خدا کے معبود ہونے کا اثبات ہے، اور ذکر سے یہ مقصود ہے کہ ذاکر کلمۂ توحید کی حقیقت کو پہنچ جائے۔ اس کا بہت کہنا شرط نہیں۔ کلمہ کی حقیقت یہ ہے کہ کلمہ کے کہنے سے ماسوائے کی کلیۃً نفی ہو جائے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ وقوف زمانی سالک کی کارگذاری ہی یہ ہے کہ، اپنے احوال سے واقف ہو کہ ہر زمانے میں اس کے حال کی کیا صفت ہے۔ آیا کہ موجب شکر ہے یا موجب عذر ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ سالک کے کام کی بنا ر ساعت پر رکھی گئی ہے۔ تاکہ اپنے نفس کو پہچان لے، کہ آیا وہ حضوری میں ہے یا غیر حضوری میں۔ اور اگر نفس پر بنار رکھی جائے، تو سالک ان دونوں صفتوں کو حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

اور نیز فرماتے تھے کہ سالک شیطانی اور نفسانی خواطر کے رفع کرنے میں مختلف لیاقت کے ہوتے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں کہ کسی چیز کو جو نفس شیطانی سے دل میں آئے، پہلے ہی پہچان لیتے ہیں۔ اور دم میں سے اُسے دفع کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس خطرے کو دل میں قرار پکڑنے کے بعد رفع کرتے ہیں۔ اور یہ اتنا فائدہ نہیں کرتی، لیکن اگر اس

کی منشار اور اس کے انتقال کے سبب کو ظاہر کریں، تو فائدے سے خالی نہیں۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ ایک صفت سے دوسری صفت میں تحویل اور انتقال ہونے کو پہچاننا بہت مشکل امر ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ وہ اسباب جن سے عارف لوگ خدا کی راہ پا لیتے ہیں، اور دوسرے نہیں پاتے کہ وہ تین ہیں۔ مراقبہ[1]۔ مشاہدہ[2]۔ محاسبہ[3]

مراقبہ کی یہ تعریف ہے کہ:

وَالْمُرَاقَبَةُ نِسْيَانُ رُؤْيَةِ الْمَخْلُوْقِ بِدَوَامِ النَّظَرِ إِلَى الْخَالِقِ ط (یعنی مخلوق کے چہرے کو بھول کر ہمیشہ خالق کی طرف دیکھنا مراقبہ ہے)

یعنی سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ جناب احدیت کی طرف دیکھتا رہے۔ اور تمام موجودات کی پیشانی پر نیستی، فنا اور نسیان لکھتا رہے۔

ہمیشہ مراقبہ میں رہنا بہت عجیب ہے۔ اس گروہ سے بہت کم نے اس بات کو حاصل کیا ہے۔ اور ہم نے اس کے حاصل ہونے کا طریقہ پالیا ہے۔ وہ طریقہ نفس کی مخالفت اور مشاہدہ اور ارادت غیبیہ ہے، جو کہ دل پر نزول کرتی ہے۔ اور چونکہ زمانہ گذرنے والا ہے، اس لئے نہیں ٹھہرتے۔ اور اس وارد کا ہم ادراک نہیں کر سکتے۔ ہاں جب قبض اور بسط کی صورت میں ہو تو ہم دریافت کر سکتے ہیں کہ حالت قبض میں ہم جلالی صفت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بسط میں جمالی صفت کا۔

اور محاسبہ کا یہ مطلب ہے کہ ہر گھڑی جو ہم پر گذرے، اس کا حساب کریں، آیا کہ حضور میں گزری یا غیر حضوری میں۔ اگر دیکھیں کہ تمام نقصان ہی نقصان ہے، تو ہم کو بازگشت کرنی چاہیئے۔ اور نئے سرے سے عمل شروع کرنا چاہیئے۔

مولانا عزیزان علیہ الرحمۃ والغفران سے منقول ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ عمل کرنا چاہیئے۔ اور پھر اس عمل کو نہ کیا ہوا خیال کرنا چاہیئے۔ اور اپنے تئیں حقیر اور تقصیر دار دیکھنا

چاہیئے اور عمل از سرِ نو شروع کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ یہ راہ تینوں پر منحصر ہے اور دوسرے ان کے بغیر کسی اور طرح سے اس راہ کو طلب کرتے ہیں۔ اس لئے وہ نہیں پا سکتے۔

اور حضرت خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کی نظر کی برکت سے طالبوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اور جس وقت ان کی نظر رحمت ذرا زیادہ ہوتی، تو درجہ علام کو پہنچ جاتے۔ اور جب اس سے بھی زیادہ ہوتی تو مقام فنا میں پہنچ جاتے۔ اور اپنے آپ سے فانی ہو جاتے۔ اور باقی باللہ کے مرتبے کو پہنچ جاتے۔ اور اس حالت میں خواجہ صاحب یوں فرماتے کہ ہم دولت وصول کا وسیلہ ہیں۔ ہم سے اب الگ ہونا چاہیئے۔ اور حقیقی مقصودؒ سے ملنا چاہیئے۔ اور صاحب تکمیل اور ایصال کا طریق یہ ہے کہ اس راہ کے بچوں کو طریقت کے گھوارے میں رکھ کر تربیت کا پستان کا دودھ پلاتا ہے۔ اور یہاں تک کہ وہ حدِ وصال تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر ان کو ایک خاص طرز سے بشری خودی سے باز رکھتا ہے۔ اور بارگاہ احدیت کا محرم بنا دیتا ہے، تاکہ بارگاہِ الٰہی سے فیض حاصل کر سکیں ؎

ممکن نہ بود وصول مقصد

بے بدرقۂ عنایتِ یار

اگر واصل کو ابدی عمر بھی مل جائے، تو بھی ملاپ کرنے والی کی تربیت کا شکریہ اس سے ادا نہیں ہو سکتا۔

گر بگویم شکر لطفش بر دوام

بگذرد عمر و نہ گردد ایں تمام

اور نیز فرماتے تھے کہ خدا پاک کا مجاور بننا چاہیئے، نہ کہ خلق کا۔

اور نیز فرماتے تھے کہ خدا پاک کی عبادت میں وجود کی طلب ہے۔ اور عبودیت میں وجود کا تلف کرنا۔ جب تک خودی باقی ہے کسی عمل کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔

اور نیز فرماتے تھے کہ اِذَا اَرَدْتَ مَقَامَ الْاَبْدَالِ فَعَلَیْكَ بِتَبْدِیْلِ الْاَحْوَالِ۔ (اگر تو ابدال کے مقامات حاصل کرنا چاہتا ہے تو تجھے احوال ضرور تبدیل کرنا چاہیئے۔) سے اشارہ نفس کی مخالفت کا ہے۔ اور حرص کو چھوڑ دینے کا اور نفسانی اوصاف کا تغیر و تبدیل اس مقام سے حاصل ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے۔ ؎

کیست ابدال آنکہ او مبدل
خمرش از تحلیل بر جان خل بود

اور نیز فرماتے تھے کہ اَلْاَدَبُ تَرْكُ الْاَدَبِ سے یہ مراد ہے کہ اولیاء اللہ پر بعض وقت ایسے بھی آتے ہیں کہ ان کی صحبت میں بے ادبی عین ادب میں داخل ہوتی ہے۔ اور بعض وقت ایسے بھی آتے ہیں کہ ادب عین بے ادبی خیال کیا جاتا ہے۔ اور ادب کا ترک کہ بانس کا قبول کرنا، عین ادب کی حقیقت ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا تَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْئٌ۔ (کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تو اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔ اور خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کے اس۔ مدے سے یہ مراد ہے کہ پوشیدہ چیزوں کا عارف پر ظاہر ہونا اسی کی توجہ پر منحصر ہے اور نیز فرماتے تھے کہ ہر ایک شیخ کے آئینہ ل دو طرفیں ہوتی ہیں لیکن ہمارے آئینے کی چھ ہیں۔ اور نیز فرماتے تھے کہ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں لیکن کبھی بھی ہمارے وجود کے آئینے نے غلطی نہیں کی۔ اور آپ کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں، وہ اس نور سے دیکھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت کیا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے کہ وہ بلاشک ٹھیک اور درست ہوتا ہے۔

ہمارے خواجہ صاحب کی نسبت کرتے ہیں کہ آپ غدیوں سے باغ ارسلان کی طرف جارہے تھے کہ جب اس گاؤں کے نزدیک پہنچے تو ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ آپ ایک جگہ اس کے پاس بیٹھے اور اثنائے گفتگو میں اس مجذوب سے بے ادبی کے کلمات نکلے۔

کہ مجھے تجھ پر اور تیرے خدا پر افسوس آتا ہے۔ خواجہ صاحب ایسے برافروختہ ہوئے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ بعد ازاں آپ نے دو دفعہ عفو فرمایا۔ اور غدیوت کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ مجذوب آپ کے پیچھے ہولیا۔ جب تھوڑی راہ طے کر چکے تو اس مجذوب نے عرض کی کہ مجھے اجازت عنایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے اجازت ہے۔ چند مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ وہ مجذوب واپس نہیں جا سکتا تھا۔ آخر اس نے عرض کی کہ آپ اپنے کسی درویش کو حکم دیں کہ مجھے گلے ملے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا، تیرا اختیار ہے۔

اس مجذوب نے عرض کی کہ شیخ امیر حسین کو فرمائیں تاکہ مجھے بغل میں لے۔ خواجہ صاحب شیخ امیر حسین کو اشارہ کیا۔ اور آپ جلدی جلدی چل دیئے۔ جب شیخ امیر حسین نے اسے بغل میں لیا تو اس کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ وہ گر پڑا۔ اور مر گیا۔ مجذوب یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور چونکہ حضرت خواجہ صاحب کچھ فاصلہ طے کر چکے تھے۔ وہ ان کے نقش قدم پر دوڑا۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو سارا حال عرض کیا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس نے بہت اچھا کیا ہے کہ مر گیا ہے۔ اس کا گور دکفن و دفن کر دے۔ مجذوب رونے لگا۔ اور اس نے درخواست کی کہ کوئی تدبیر کریں۔ مجذوب کی بے بسی حد سے گذر گئی۔ لیکن خواجہ صاحب نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اس نے فرداً فرداً ہر ایک درویش سے عرض کی کہ حضرت خواجہ صاحب سے اس حادثے کے رفع کرنے کے لئے التماس کریں۔

خواجہ صاحب نے مجذوب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شخص مجھ پر اور میرے خدا پر افسوس کرتا ہے، اسے ایسے واقعہ کی ذمہ داری سے باہر آنا چاہیئے۔ اور وہ مجذوب اسی طرح روئے جا رہا تھا۔ اور سب اصحاب نے التماس کی کہ اس نے بُرا کیا ہے۔ اور یہ بے ادبی جو اس نے کی ہے حد سے زیادہ ہے۔ اور اب اس نے اپنی عاجزی اور بے بسی کو معلوم کر لیا ہے۔

خواجہ صاحب نے مہربانی کی اور واپس آئے۔ اور اپنا مبارک پاؤں پاپوش مبارک سے نکال کر امیر حسین کے سینے پر رکھا، اور روح اس کے وجود میں آگئی۔ اور اس میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب میں اس پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کی روح چوتھے آسمان پر ہے۔ وہاں سے اسے واپس لایا۔

اس درویش کی زندگی درحقیقت ان درویشوں کی حقیقی زندگی کا باعث ہوئی۔ اور ان کو آنحضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ کی کمال ولایت پر پورا پورا الیقین ہوگیا۔

حضرت مولانا خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ پانی کس وسیلے سے بہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پاس کے وسیلے سے۔

اور نیز اخبار میں بھی ہے کہ جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان نہیں لائے تھے، نماز کی بانگ بلند آواز سے نہ کہی جاتی تھی۔ اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ اس راہ کے لوازمات میں سے ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ جو اپنے تئیں چاہتا ہے، وہ اپنے تئیں نہیں چاہتا۔ اور جو دوسرے کو چاہتا ہے، وہ اپنے تئیں چاہتا ہے۔

اور نیز فرماتے تھے کہ شمع کی طرح ہو، شمع کی طرح ہو۔ شمع کی طرح اس واسطے ہو کہ تو روشنی دوسرے کو پہنچائے۔ اور شمع کی طرح نہ ہو کہ تو خود تاریکی میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہی کی اور فرمایا،

لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔ (اور نہ کھول دے بالکل پورا کھولنا۔ پھر تو بیٹھ رہے الزام دیا ہوا، یا ہارا ہوا۔)

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایثار اور فدا کمال درجے کا تھا۔

نیز فرماتے تھے کہ جس نے ایک روز ہماری پاپوش ہمارے سامنے رکھی ہے، ہم اس کی شفاعت کریں گے۔

ایک روز کوئی دیوانہ یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

نیکو آں دوست دارد ہر کہ باشد در جہاں
گر بداں را دوستداری گوئے بُردی از جہاں

اللہ کریم نے سب سے پہلے انسان کے دل کو پیدا کیا۔

اے عزیز جاننا چاہیئے کہ خداوند کریم نے اپنی سب مخلوقات جاندار یا غیر جانداروں سے اوّل دلوں کو پیدا کیا ہے۔ مگر اُن دلوں کو کہ جنہوں میں اسرار ربوبیت و تجلیات معرفت کے سرّوں کو سما دیا۔ جو کہ انسان کی فضیلت و کرامت کا نمونہ وہی دل ہے، جو کہ خاص اپنے لپنے نبیوں اور دلیوں کو اپنی قدرت کاملہ سے عطا کیا ہے۔

جیسا کہ نقل ہے، کہ ایک روز حسین بن منصور حلاج کو کسی شخص نے دیکھا کہ کچھ لکھ رہا ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے، کہا کہ میں کچھ لکھتا ہوں، تاکہ قرآن کے ساتھ مقابلہ کروں۔ حضرت عمرو بن عثمان نے ان کے حق میں بددعا کی اور ان کو نکال دیا۔ بزرگان دین نے اس طرح فرمایا ہے کہ حضرت منصور پر جو واقعہ کہ واقع ہوا تھا، وہ آپ ہی کی بددعا کا اثر تھا۔

نقل ہے کہ ایک روز گنجنامے کا ترجمہ آپ کے مصلے کے نیچے رکھا تھا۔ آپ اُٹھ کر وضو کو گئے۔ تو وضو کے درمیان آپ کے دل میں آیا۔ آپ باہر آئے۔ اور فرمایا لے گئے۔ جب دیکھا تو فی الواقعہ لے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مرد کہ جو گنج نامہ لے گیا ہے، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ اور سولی پر چڑھائیں گے۔ اور اس کو جلائیں گے اور اس کی خاک کو ہوا میں اڑائیں گے، وہ جو گنج نامے کو چراتا ہے، اس کو گنج کے سر تک پہنچنا چاہیئے۔ اور اس گنج نامے میں یہ لکھا تھا کہ اس وقت کہ آدم کی جان میں نے قالب میں پھونکی، تو تمام فرشتوں کو فرمایا کہ سجدہ کرو، سب نے سر خاک پر دھرا۔ مگر ابلیس لعین نے کہا کہ میں سر دونگا، جان ہاردوں گا۔ لیکن سجدہ نہ کروں گا۔ اور میں پسند کرتا ہوں، کہ مجھے لعنت

کریں اور باغی و بدکار اور ریاکار کہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سجدہ نہ کرنا تھا اور نہ کیا۔ آخر کار حضرت آدم علیہ السلام کے سر کو دیکھا۔ اور اس پر واقف ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابلیس لعین کے سوا کوئی حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر واقف نہ ہوا۔ اور کسی نے ابلیس لعین کے سر کو نہ جانا، مگر حضرت آدم علیہ السلام نے۔ پس ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر اطلاع پائی۔ اس سبب سے سجدہ نہ کیا۔ آخر کار دیکھا۔ کیونکہ سر کے دیکھنے میں مشغول تھا۔ ابلیس لعین اسی سبب سے مردود ہوا کہ اس کی آنکھوں پر خزانہ رکھا تھا۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے ایک خزانہ خاک میں رکھا ہے۔ اور شرط گنج دہ ہے کہ ایک شخص دیکھے۔ دلیکن شرط یہ ہے کہ سر اس کا کاٹ لیں تاکہ چغل خوری نہ کرے۔

ابلیس لعین نے فریاد کی کہ مجھے فرصت دیجئے اور مارے جانے سے امان، اگرچہ میں واقف اس گنج سے ہوں۔ اور بے پرواہی کی شمشیر کو حکم ہوا کہ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ. (یعنی تحقیق تجھے مہلت دی گئی۔) لیکن ہم تجھ کو خلائق میں متہم اور بدنام کریں گے تاکہ تو جھوٹا کہلائے، اور کوئی تجھ کو راست گو نہ جانے۔ اور کہیں کہ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ (یعنی وہ شیطان ہے، سچ کب بولے گا۔ اس لئے کہ پھٹکارا ہوا ہے، اور راندہ و مردود اور بدنام و گمنام ہے۔

حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے گنج نامے کا یہ مضمون تھا۔ اور تمامی کو کتاب محبت میں درج فرمایا ہے کہ حق تعالے نے دلوں کو جانوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے۔ اور اُنس کے روضے میں رکھا اور سروں کو جانوں سے ایک ہزار برس پہلے پیدا کیا اور وصل کے درجے میں رکھا۔ اور ہر روز ان پر تین سو ساٹھ نظریں کرامت کی کیں۔

اور محبت کے کلمے جانوں کو سنوائے، اور تین سو ساٹھ لطیفے اُنس کے دلوں پر ظاہر کئے اور تین سو ساٹھ بار کشف جمال کے سر پر تجلی کی۔ آخر کار ان سب نے مخلوق میں نظر کی۔ اپنے سے

بزرگ تر کسی کو نہ دیکھا۔ حق تعالےٰ نے اس لیے ان کا امتحان کیا، سر کو جان میں محبوس و مقید کیا۔ جان کو دل میں قید کیا۔ اور دل کو تن میں رکھا۔ پھر عقل کو ان میں ملحوظ کیا۔ اور نبیوں کو بھیجا۔ اور اپنے کام دیئے۔ تب تو ہر ایک ان میں سے اپنے اپنے مقام کو جویاں ہوا۔ حق تعالےٰ نے ان کو نماز کا حکم فرمایا۔ مطابق فرمان خدا کے تن نماز میں، دل محبت میں مصروف ہوا۔ جان سائقہ قریب کے پہنچی۔ سر وصلت سے واصل ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے جو حرم کعبہ سے اہل عراق کو نامہ لکھا، کہ اے جنید اے حریری، اے شبلی، جانو کہ تم عزیزوں اور پیروں عراق سے ہو خلائق سے جو کوئی کہ زمین حجاز اور جمال کعبہ کا مشاق ہے اس سے کہہ دو، لَمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ہ اور جو کوئی کہ بساط قرب اور درگاہ عزت کا شائق ہے، اس سے فرما دو لَمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَرْوَاحِ۔

اور آخر نامے میں لکھا کہ یہ خط ہی عمرو بن عثمان مکی سے اور مرشدوں اور عزیزوں حجاز سے کہ یہ سب باخود ہیں اور در خود ہیں اور برخود ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ہے کہ ہمت بلند رکھتا ہے، اس سے کہہ دو کہ آئے اس راہ میں کہ اس میں دو ہزار آگ کے پہاڑ ہیں اور دو ہزار دریائے مغرق اور مہلک۔ اور اگر یہ مرتبہ نہیں رکھتے ہو تو دعویٰ مت کرو کہ صرف دعوے پر کچھ نہیں دیتے۔

جب یہ نامہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا۔ آپ نے عراق کے پیروں اور مرشدوں کو جمع کیا۔ اور وہ خط ان کے سامنے پڑھا۔ اور پھر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، آؤ، کہو کہ ان آگ کے پہاڑوں سے ان کی کیا غرض ہے۔ سب نے کہا کہ اس سے مراد نیستی ہے۔ جب تک کہ مرد دو ہزار بار نیست نہ ہو اور دو ہزار بار ہست نہ ہو، وہ حضرت جل و علا کی درگاہ تک نہیں پہنچتا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اِن دو ہزار سے سوا ایک کے طے نہیں

کیا ہے۔ حضرت حریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، آپ بڑے خوش قسمت اور صاحب نصیب ہیں کہ آخر کار راہ کا ایک حصہ تو طے کر لیا۔ مجھے دیکھو کہ ابھی تین قدم سے زیادہ نہیں چلا ہوں۔ اس وقت حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہائے ہائے کرنے لگے۔ اور زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ خوش حال آپ کا کہ آپ ایک پہاڑ کو طے کر چکے ہیں کہ اور بھی آپ تین قدم چلے ہیں۔ وائے بر حال من کہ میں نے اس راہ کی گرد بھی دور سے بھی نہیں دیکھی ہے۔

نقل ہے کہ حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک جوان دوست کے ملنے کو کہ جو آپ کا بڑا رفیق تھا، اصفہان میں آئے۔ اتفاق سے وہ جوان بیمار ہو گیا۔ اور بیماری طول پکڑ گئی۔ ایک روز ایک جماعت اس کی بیمار پرسی کو آئی۔ جوان نے حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا کہ قوال کو فرمایئے کہ ایک بیت پڑھے۔ حضرت شیخ نے قوال سے ایک عربی کی بیت پڑھنے کو، جس کا ترجمہ ہے، ارشاد کیا۔

"میں بیمار پڑا ہوں کوئی میری پرسش کو نہیں آتا۔ حالانکہ میں ہمیشہ ہر ایک کی بیمار پرسی کو جایا کرتا تھا۔"

جونہی وہ شعر اس جوان نے سنا، فی الفور اچھا ہو گیا۔ کمزوری اور ناتوانی بالکل رفع ہو گئی۔ اس جوان کے باپ نے یہ معاملہ دیکھ کر اس جوان کو حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ اور وہ بزرگوں میں سے ہوا۔

لوگوں نے کہا کہ فَمَنْ شَرَحَ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کے کیا معنے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اس کے معنی یہ ہیں کہ جب بندے کی نظر علم وحدانیت کی عظمت اور ربوبیت کے جلال پر پڑتی ہے، تو دل کشادہ ہو جاتا ہے۔ بعد اس کے کہ اس کی نظر جس چیز پر پڑتی ہے، وہ اس کو نیست و نابود دکھائی دیتی ہے۔

اور فرمایا کہ خدا کرے، تم ایسے ہو جاؤ، کہ پرہیز کرو ایسی چیز میں کہ فکر کرنے سے کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت سے ہے۔ یا ایسی چیز کہ خدائے تعالیٰ کی صفات سے

ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ میں تفکّر کرنا معصیت اور کفر ہے۔ اور فرمایا، جمع وہ ہے کہ حق تعالیٰ نے خطاب کیا بندوں کو روز میثاق کی۔ اور تفرقہ وہ ہے کہ اس کے حالات سے بیان کرے۔ اور فرمایا کہ دوستوں کے وجد کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ کا سر ہے نزدیک مومنوں کے۔

اور فرمایا، اوّل مشاہدہ قرب ہے۔ اور معرفت علم الیقین اور حقیقتیں اس کی۔ اور فرمایا، اوّل مشاہدے سے ترقیاں یقین کو حاصل ہوتی ہیں۔ اور یقین کا اوّل حقیقت کا آخر ہے۔

اور فرمایا کہ محبّت داخل ہے رضا میں۔ اور رضا محبّت سے علیحدہ نہیں۔ اس لئے کہ تو دوست نہیں رکھتا، مگر اس چیز کو کہ اس سے راضی ہووے۔ اور راضی نہ ہووے گا، جب تک کہ اس کو دوست نہ رکھے گا۔ اور فرمایا تصوّف یہ ہے کہ بندہ ہر وقت میں اس چیز کے ساتھ مشغول ہو کہ اس وقت میں وہ اولیٰ تر ہو۔

اور فرمایا صبر ٹھہرنا ہووے ساتھ خدائے تعالیٰ کے اور اختیار کرنا بلا ساتھ خوشی اور آسانی کے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَاَحْکَمُ بِالصَّوَابِ ؕ

وہ پاک، قافلہ جہاں کے پختہ و کامل، وہ انس کے مقام کے سوختہ و اکمل، وہ طریقت کے محل کے صدر نشین، وہ حقیقت کے سمندر کے غریق و آشناؤں کا قول ہے،

اِنَّ عَبْدًا اِذَا رَجَعَ اِلَی اللّٰہِ وَتَعَلَّقَ بِاللّٰہِ وَسَکَنَ فِیْ قُرْبِ اللّٰہِ قَدْ نَسِیَ نَفْسَہٗ وَمَا سِوَی اللّٰہِ فَلَوْ قُلْتَ لَہٗ مِنْ اَیْنَ اَنْتَ وَاَیْشٍ تُرِیْدُ لَمْ یَکُنْ جَوَابٌ غَیْرُ اللّٰہِ ؕ

یعنی جب بندہ خدا کی طرف متوجّہ ہوا اور خدا کے ساتھ تعلق پکڑ لیا، اور اس کے قرب میں ساکن بھی ہوا، اپنے نفس کو بھی ماسوی اللہ سے فراموش کرتا ہے، اگر اس سے کہیں کہ تو کہاں سے ہے، اور کیا چاہتا ہے، اس کو کوئی جواب اس

سے خوب تر نہ معلوم ہو، کہ کہے اللہ۔

یعنی اس قوم کی صفت میں خود حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر قوم میں سے کسی کو پوچھیں کہ تو کیا چاہتا ہے، تو وہ یہی کہیگا کہ اللہ جل جلالہٗ۔ اور اگر تمامی اعضاء اس کے اس مقام میں بول پڑیں تو سب سے یہی آواز بلند ہو کہ اللہ جل جلالہٗ۔ کیونکہ اس کا ہر ایک عضو نور سے معمور اور حق کے جذبے سے مجذوب ہوجاتا ہے۔ اور قرب میں اس حد کو پہنچتا ہے کہ کوئی شخص اس کے روبرو اللہ نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے اس سے جو لفظ اللہ صادر ہوتا ہے، اصل حقیقت سے ہوتا ہے، نہ کہ اس جذبے سے۔ پس ظاہر ہے، کہ جو کوئی اس مقام تک نہ پہنچا ہو، وہ کیونکر اس کے سامنے لفظ اللہ کہہ سکتا ہے۔ اور تمامی عقلاء کی عقل اس مقام میں چکر میں آجاتی ہے۔

نظم با محل

توئی شاہنشاہ وحدت توئی فرماندہ کثرت — تو ہستی خالق خلقت تو ہستی کاتب قدرت
توئی والی توئی حاکم توئی صاحب توئی مولیٰ — تو میداری بہر ملک و ولایت خاص ملکیت
تو معبودی تو مقصودی تو موجودی و وجودی — تو ہستی قاسم قسمت تو ہستی والیٔ نعمت
تو ستاری و غفاری تو جباری و دا داری — تو ہستی معدن شفقت تو ہستی منبع رحمت

تو رحمانی تو سلطانی، تو سبحانی، تو منانی
تو ہستی صاحب عزت، تو ہستی لائق عظمت

ذکر جہر و ذکر خفی کا بیان

جاننا چاہیئے کہ اس جگہ ذکر جہر و خفی کے بارے میں مختصر حالات بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ تفصیل وار بخوبی طور سے کتاب "ملفوظاتِ نظامیہ" میں اپنی کم

طاقتی کے موجب بیان کر چکا ہوں۔ اب اس جگہ ذکر جہر و خفی کے بارے میں تحریر کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ مگر بشرط آنکہ زمانہ حال میں اکثر خام مشائخوں کے ذریعہ سے قواعد ذکر و فکر شکست ہو گئے ہیں۔ اور موجبات ذکر و اذکار جو کہ مشائخوں کو کما حقہ طالبوں کو تلقین کرتی تھی، وہ تلقین پختہ مشائخ کی طرح خام مشائخ بجا نہیں لاتے۔ اور نہ ہی کوئی مرید خاص طریقہ حاصل کرنے کے واسطے بیعت کرتا ہے۔ اسی واسطے ذکر کو مثل سرود اور راگ بنا لیا ہے۔ لہذا مجبوراً ذکر جہر اور ذکر خفی مختصر طور سے بیان کرتا ہوں۔

خاندان قادریہ کے نزدیک امام الطریقت و پیشوائے حقیقت آنحضرت جناب شیخ سلطان سید محمد محی الدین جیلانی قدس اللہ سرہ السامی فرماتے ہیں۔

فِیْ اَشْغَالِ الْمَشَائِخِ الْجِیْلَانِیَّةِ وَهُوْ اَصْحَابُ اِمَامِ الطَّرِیْقَةِ الشَّیْخِ اَبِیْ مُحَمَّدٍ مُحْیِ الدِّیْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

یہ مشائخ جیلانیہ یعنی قادریہ کے اشغال میں یہ ہے۔ قادریہ امام الطریقت شیخ ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی کے مرید ہیں۔ خدا راضی رہے ان سے اور ان کے تابعین سے۔

مصنف نے انتباہ میں فرمایا ہے کہ کتاب غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب جو کہ حضرت محی الدین غوث الاعظم کی تصنیف ہے، اور مجالس ستین ان کا ملفوظ ہے اور اصل طریقہ قادریہ اس میں مفصل موجود ہے۔

فَاَوَّلُ مَا یُلَقِّنُوْنَهٗ وَبَیْنَ الْجَهْرِ بِذِکْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْمُرَادُ بِهٰذَا الْجَهْرِ هُوَ غَیْرُ الْمُفْرِطِ فَلَا مُنَافَاةَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ مَا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیْثُ قَالَ اَرْبِعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا۔ الحدیث

سو پہلا شغل کہ جس کو مشائخ قادریہ تلقین کرتے ہیں، ذکر اللہ ہے، ذکر جہر سے یعنی

بلند آواز سے ذکر کرنا۔ اور مراد اس جہر سے یہ ہے کہ افراط سے نہ ہو۔ تو اس تقریر سے مخالفت نہ رہی، اس کے جواز میں اور اس میں جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس طرح کہ اعتدال اختیار کرو۔ اور نرمی کرو اپنی جانوں پر کہ تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو۔ الی آخر الحدیث۔

پوری حدیث شریف یوں ہے، بروایت ابوموسیٰ الاشعری کہ تم سمیع اور بصیر کو پکارتے ہو، اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے قریب تر ہے اونٹ کی گردن سے۔ انتہیٰ۔

یہ تمثیل ہے کہ شدت قرب سے، ورنہ حق تعالیٰ تو حبل الورید سے بھی قریب تر ہے۔

شعر
اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس

کذا فی الحاشیۃ العزیزیۃ۔

فَمِنْهُ اِسْمُ الذَّاتِ اِمَّا بِضَرْبَةٍ وَّاحِدَةٍ وَصِفَتُهُ اَنْ يَّقُوْلَ اَللّٰهُ بِالشَّدِّ وَالْمَدِّ وَالْجَهْرِ بِقُوَّةِ الْقَلْبِ وَالْحَلْقِ جَمِيْعًا ثُمَّ يَلْبَثُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ نَفَسُهُ ثُمَّ يَفْعَلُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا۔

سو منجملہ ذکر جہر کے اسم ذات ہے، خواہ ایک ضرب سے ہو۔ اور طریقہ یک ضربی کا یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ کو سختی اور درازی اور بلندی سے اور حلق دونوں کی قوت کے ساتھ کہے پھر ٹھہر جائے۔ یہاں تک کہ ذاکر کی سانس اپنے ٹھکانے پر آجاوے۔ پھر اسی طرح سے بار بار ذکر کرے۔

بدعت ہے، واسطے مخالفت قول اللہ تعالیٰ کے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ہ (یعنی اور یاد کر اپنے رب کو اپنے جی میں گڑگڑا کر اور از راہ خوف کے اس سے اور کم جہر سے قول سے۔)

اور جو کچھ کہ بعض احادیث میں ذکر جہر ثابت ہوا ہے ۔ بغیر مواضع مقررہ کے ، بس بنا بر تعلیم کے ہے ۔ چنانچہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے ۱۲ مائۃ المسائل ۔

قولہ اربعوا ای اعتدلوا یقال رابع الفامۃ اذا کان معتدلہا ای ارفقوا بھا بالاجتناب من الجھر المفرط ۔

مولانا عبد العزیز ذکر جہر مذہب حنفی میں بدعت ہے ، مگر اس جگہ کہ اس میں ذکر جہر آیا ہے مثل اذان وغیرہ کے کہ اس میں بدعت نہیں ہے اور ماسوائے اس کے بدعت ہے ۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے :

وَالْاَصْلُ فِی الْاَذْکَارِ الْاِخْفَاءُ وَالْجَھْرُ بِھَا بِدْعَۃٌ ۔ انتہیٰ ۔

(یعنی اصل اذکار میں چپکے ذکر کرنا ہے اور پکار کر کرنا اذکار کا بدعت ہے ۔)

جہاں کہیں بدعت کو مطلق چھوڑتے ہیں بدعت مراد ہوتی ہے ۔ چنانچہ یہ بات بھی فقہ کی کتابوں کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے ۔ اور غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے ؛

لِاَنَّ الْجَھْرَ بِالتَّکْبِیْرِ بِدْعَۃٌ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً ۔ انتہیٰ ۔ (یعنی پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور پوشیدہ ۔)

اور کہا کفایہ شرح ہدایہ میں ،

اِنَّ الْجَھْرَ بِالتَّکْبِیْرِ بِدْعَۃٌ لِکُلِّ وَقْتٍ اِلَّا فِی الْمَوَاضِعِ الْمُسْتَثْنَاۃِ ۔

(یعنی جہر ساتھ تکبیر کے بدعت ہے ہر وقت میں مگر چند مستثنیٰ جگہوں میں ۔

اور تصریح کی ہے قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں ساتھ کراہت ذکر جہر کے اور اتباع کیا اس کا اس پر صاحب مصفی نے اور فتاویٰ علامہ میں ہے

وَمَنَعَ الصُّوْفِیَۃَ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ وَالصَّفْقِ ۔ یعنی منع کرتے ہیں ، صوفیہ آواز بلند کرنے سے اور تالی بجانے سے ۔)

اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے ، اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ بِدْعَۃٌ

(یعنی بلاشبہ بلند کرنا آواز کا ساتھ ذکر کے بدعت ہے۔

ف: مسکین خدام رد سیاہ نے اپنے مرشد و شیخ اور ہادی و راہ نما سے ہر دو سلسلے نقشبندیہ مجددیہ و خاندانِ قادریہ کے حاصل کئے۔ اور ان ہر دو سلاسل میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ بلکہ ہر ایک سلسلہ کی اجازت فرمائی۔ اور ذکر و اذکار جہر و خفی کی باقاعدہ آداب و اذکار کے تعلیم دیئے۔ تو پھر مسکین نے اکثر تفاسیر و احادیث نبوی و مشائخ متقدمین کی کتابوں کی کوشش سے مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ذکر خفی سے ہر ایک سالک کا سینہ منور ہوتا ہے۔ تو معلوم کیا گیا کہ جو کچھ اس طائفہ کو تجلیات ربوبیت و اسرار باطنی حاصل ہوتے ہیں ذکر خفی سے ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ مسکین خدام کو اس راستہ میں جو کچھ حاصل ہوا ہے، وہ ذکر خفی سے ہی ہوا ہے۔ اسی واسطے میں نے اپنے نزدیک ذکر خفی کو برگزیدہ کر لیا ہے، لہٰذا اگر کوئی ذکر جہر باقاعدہ کرے تو جائز ہے، مگر آداب و شرائط بجا لانے چاہئیں۔

اگر ذکر جہر میں آداب و شرائط و قواعد اذکار پورے طور سے بجا نہ لائے جائیں گے تو بالکل منع اور بدعت ہے۔

مثال یہ ہے کہ اگر ذکر جہر میں آداب و شرائط و قواعد پورے طور سے بجا نہ لائے جائیں گے تو پھر ذکر جہر راگ کی طرح ہوتا ہے، کہ وہ راگ راگ کنندہ کی باطنی قلب کو منور نہیں کرتا ہے۔ وہ صرف ایک آواز ہوتا ہے، خواہ صحیح ہو یا غلط، جیسا کہ اکثر آج کل اس زمانہ میں یہی رواج پھیلا ہوا ہے۔ اس لئے ذکر جہر میں کلمہ نفی و اثبات وغیرہ کا صحیح پڑھنا اور حفظ معنیٰ ضروری شرائط میں سے ہے۔

وَلِلذَّاكِرِ اَنْ يُّلَاحِظَ الْمَعْنٰى حَتّٰى لَا يَسْكُنَ غَيْرُ اللّٰهِ فِىْ قَلْبِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ (لائق ہے ذاکر کو کہ ملاحظہ کرے معنیٰ کو تاکہ اس کے دل میں غیر خدا کے آنکھ کے پلکارے تک بھی نہ سمایا جائے۔)

اسی لئے راستہ میں بلا لحاظ پاکی و ناپاکی جہر آ ذکر کرنا منع ہے۔ اس واسطے کہ ایک تو جگہ ناپاک

ہوتی ہے، اور دوسرا حفظ معنی نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں بروایت ابی عثمان مروی ہے۔ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ كَبَّرْنَا وَهَلَّلْنَا وَ ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ۔ (الحدیث) قَالَ الْقَسْطَلَانِيُّ فِيْ اِرْشَادِ السَّارِيْ قَالَ الطَّبَرِيُّ فِيْهِ كَرَاهِيَةُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَبِهٖ قَالَ عَامَّةُ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ۔ انتهى۔ وَرَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ اَيْضًا مَا حَكَاهُ السُّيُوْطِيُّ فَهٰذَا الْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ اَصْوَاتَهُمْ بِالذِّكْرِ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ جَزَاءً فَلَا اَقَلَّ اَنْ يَكُوْنَ مَكْرُوْهًا۔

اور درِ مختار وغیرہ میں بھی اس کو مکروہ لکھا ہے۔

دعائے ماثورہ

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے دو ٢ امور کے لئے ہمیشہ استقامت کرتے ہوئے استعمال میں لائے ہیں، خواہ مقیم ہوتے تھے یا کہ سفر میں، خواہ تندرست ہوتے تھے یا بیمار۔ مگر ان دونوں امور پر مداومت کرتے تھے۔ ایک ١ استغفار، دوسرا ٢ دعا۔

حالانکہ خداوند کریم نے آپ کو ان دونوں امور سے معصوم و مبرّا کر دیا ہوا تھا۔ اس واسطے کہ استغفار گناہوں کی ندامت و طلب بخشش کے لئے ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ خداوند کریم نے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماضی کے گناہوں اور آئندہ گناہوں سے معصوم اطلاق کر کے بشارت دے دی تھی۔ واقعی آپ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم اور محفوظ تھے۔ اور آپ استغفار امت کی مداومت کے لئے کرتے تھے۔ اور استدعا آپ اس لئے کرتے

تھے کہ ایک امت کی مداومت کے واسطے، دوسرا اس قول خداوند کریم کی صداقت کرتے تھے۔
قولہ تعالیٰ۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔
اور جناب حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہر ایک مشکل کشائی وکامیابی کے واسطے اس دعا کو استعمال میں لایا کرتے تھے اور اصحاب کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ اور وہ طریقہ اس طرح سے ہے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ۔ وَرَوَاہُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَرْجِسَ اَیْضًا وَزَادَ الْھَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ۔

مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا پاک سب سے بڑا۔ خدا پاک سب سے بڑا۔ پاک ذات ہے۔ جس نے اس سواری کو ہمارا تابعدار کر دیا، اور ہم اس کو قابو میں نہ کر سکتے۔ اور ہم ہر حال میں اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ الٰہی ہم اپنے اس سفر میں نیکوکاری اور پرہیزگاری تجھ سے مانگتے ہیں۔ اور وہ کام چاہتے ہیں۔ کہ جس میں تو راضی ہو جاوے۔ الٰہی! ہم پر اس سفر کو آسان کر دے اور اس سفر کی دوری اور درازی کو ہم سے لپیٹ دے (یعنی جلدی سے سفر کٹ جاوے۔ الٰہی! سفر میں تو ساتھ ہے۔ اور گھر بار کا خلیفہ ہے۔ یعنی نگہبان۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سفر کی سختی اور بدشکلی

سے۔ اور مال اور گھر بار کے اُلٹ پلٹ سے۔ اور عبداللہ سرجس نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ اور اتنی زیادہ روایت کی ہے کہ الٰہی! تیری پناہ اس ٹوٹے سے۔ جو فائدے کے بعد ہو۔ اور مظلوم کی بددعا سے۔

یہ دعا حضرت رسول کریم سفر کرتے وقت فرماتے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ، اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت سفر سے لوٹتے تو اسی اگلے سفر کی دعا پڑھتے۔ اور اُسی دعا میں اتنا اور بڑھاتے کہ ہم سفر سے پھرے، توبہ کرنے والے، بندگی کرنے والے، سجدہ کرنے والے۔ ہم اپنے رب کے شکر گذار ہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا، اور اپنے بندے کی، یعنی حضرت کی مدد کی، اور کفار کے گروہوں کو شکست دی۔ یعنی بھگا دیا، تنہا اسی نے۔

اس میں اشارہ ہے جنگ خندق کے قصے کی طرف کہ عرب کے کفار نے مدینہ منورہ کو گھیر لیا تھا۔ پھر بے مطلب بھاگ گئے تھے۔

اَنَسٌ، اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، كَانَ هٰذَا اَكْثَرُ دُعَائِهٖ

بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا، کہ الٰہی! ہم کو دنیا میں بہتری اور بھلائی دے، اور آخرت میں بھی بہتری اور بھلائی دے، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ اور اس دعا کو حضرت اکثر کہا کرتے تھے۔

دنیا کی بہتری، صحت اور بقدر حاجت کے روزی اور ایمان اور نیک عمل کی توفیق، اور سب مکروہات سے پناہ، اور آخرت کی بہتری ثواب، ترقی درجات اور دیدار الٰہی۔

حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے کہ دنیا کی بہتری نیک بخت عورت اور آخرت کی بہتری حوریں۔ اور دوزخ کے عذاب سے مراد کم بخت عورت ہے۔

اس دعا میں دین اور دنیا کے سب مطلب داخل ہیں، اسی واسطے حضرت اس دعا کو اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰىهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا وَاَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلٰهَا۔

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا، یاالٰہی دے میری جان کو اس کی پرہیزگاری، اور اس کو گناہ اور بدخوئی سے پاک وصاف کر ڈال۔ تو ہی اس کا بہتر پاک وصاف کرنے والا ہے۔ اور تو ہی اس کا کارساز اور اس کا مددگار ہے۔

جو چیز آخرت میں ضرر کرے، اس سے بچنے کا نام تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ باطن کی صفائی بے تقویٰ ممکن نہیں ہے۔ اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تقویٰ کی دعا کی، پھر صفائی کی۔

زید ابن ارقم، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ يَعْنِى الْاَنْصَارَ۔

بخاری میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے انصار کے حق میں دعا کی کہ الٰہی! ان کے تابعداروں کو انہیں میں کر دے۔ انصار نے دعا کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ ہمارے تابعدار لوگ بھی مسلمان ہو جائیں۔ تب حضرت نے یہ دعا کی۔ تابعدار سے مراد جورو، لڑکی، اور لونڈی غلام و آشنا، دوست۔

انس، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَىْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ۔

بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ الٰہی! مدینہ میں برکت کر اس کی دونی جو تو نے مکے میں کی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے

کے واسطے دعا کی اور حضرت نے مدینے کے واسطے۔ برکت سے مراد کشائش رزق ہے، یا باطن فیض ہے۔

ابو هريرة ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔

بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ الٰہی! محمدؐ کے اہل بیت کی روزی بقدر زلیست کر۔ یعنی اتنی روزی دے کہ جس میں حیات کی رمق باقی رہے۔ مال کی بہتات نہ ہو۔ اس واسطے کہ کشائش رزق میں اکثر غفلت ہوتی ہے۔ اور صبر کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا چنانچہ حضرت کی حیات میں ایسا ہی حال رہا۔ اور حضرت کے بعد حضرت کی بیٹیاں اور حضرت کی اولاد بھی اختیاری فقر کو لئے رہے۔

شمائل ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اور حضرت کی بیبیاں دو دو تین تین رات سو رہی تھیں اور رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ اور اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نے زندگی بھر میں ایک دن دونوں وقت روٹی نہ کھائی۔ اور نہ دونوں وقت کبھی گوشت کھایا۔

ابن عباس ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِىْ قَلْبِىْ نُوْرًا وَّفِىْ سَمْعِىْ نُوْرًا وَّفِىْ بَصَرِىْ نُوْرًا وَّعَنْ يَمِيْنِىْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِىْ نُوْرًا وَّاَمَامِىْ نُوْرًا وَّ خَلْفِىْ نُوْرًا وَّفَوْقِىْ نُوْرًا وَّتَحْتِىْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِىْ نُوْرًا ه

بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت نے فرمایا، الٰہی! میرے دل میں روشنی کر اور میرے کان میں روشنی کر اور میری آنکھ میں روشنی کر اور میرے داہنے سے روشنی اور میرے بائیں سے روشنی اور میرے آگے روشنی اور میرے پیچھے روشنی اور میرے اوپر روشنی اور میرے نیچے روشنی اور مجھے سراپا روشنی بنا ڈال۔

روشنی سے مراد حق بات ہے۔ جیسے کہ تاریکی سے باطل بات مراد ہوتی ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ میرے دل اور اعضاء کو حق میں مصروف رکھ، بلکہ شش جہات سے مجھ کو حق سے

گھیر لے تاکہ باطل کسی طرف سے دخل نہ پاوے۔

عَائشَۃ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا یَعْنِیْ عَبَّادَ ابْنَ بِشْرٍ قَالَہٗ حِیْنَ تَھَجَّدَ فِیْ بَیْتِ عَائشَۃَ فَرَفَعَ صَوْتَہٗ فَصَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ۔

بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا، الٰہی! عبّاد پر رحم کر یعنی عباد بن بشر پر۔ یہ حضرت نے فرمایا جب کہ حضرت نے حضرت عائشہ کے گھر تہجد پڑھے تو عباد بن بشر نے اپنی آواز بلند کی اور مسجد میں نماز پڑھی۔ اس حدیث شریف میں ترغیب ہے تہجد کی یعلوم ہوا کہ مسجد میں تہجد بلند آواز سے پڑھنا درست ہے۔

البَرَاءِ بنْ عَازِب۔ اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَ وَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّ رَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

بخاری اور مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا، الٰہی میں نے اپنی جان تجھ کو سونپی اور منہ کو تیرے سامنے کیا۔ اور اپنا سب کام تیرے حوالے کیا۔ اور اپنی پیٹھ تیری طرف جھکائی تیرے شوق اور تیرے خوف سے۔ اور نہ تجھ سے بھاگنے کی کوئی جگہ ہے، نہ بچاؤ کا مکان ہے، مگر تیری ہی طرف۔ الٰہی! میں تیری کتاب پر ایمان لایا، جو تو نے اُتاری اور تیرے پیغمبر پر ایمان لایا، جس کو تو نے بھیجا۔

حضرت نے کسی شخص سے فرمایا، جب تو سویا کرے تو یہ دعا پڑھا کر۔ اس واسطے کہ ” تو اسی رات میں مرگیا تو ایمان پر مرا۔ اور اگر زندہ رہا، تو اچھی بات ہوئی۔

سَعْد ابنِ ابی وقاص۔ اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا۔

مسلم میں سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضرت نے میرے واسطے دعا کی کہ الٰہی سعد کو شفا دے، الٰہی! سعد کو شفا دے۔ سعد نہایت بیمار تھے، حضرت ان کی عیادت کو

تشریف لے گئے۔ تب یہ دعا کی۔ پھر ان کو صحت حاصل ہوئی۔

ابوھریرۃ، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیٰوۃَ زِیَادَۃً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ۔

مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ الٰہی! میرے دین سنوار دے، جو میری آخرت کے کام کا حافظ اور نگہبان ہے۔ اور سنوار دے میری دنیا کو جس میں میری روزی اور زندگی ہے۔ اور سنوار دے میری آخرت کو، جس میں میری بازگشت ہے، اور کر دے میری زندگی کو میرے واسطے ہر بہتری میں زیادتی کا سبب اور کر دے موت کو میرے واسطے ہر ایک برائی سے راحت کا سبب۔

جو شخص اسلام کی حقیقت سے واقف نہ ہو اس کا اسلام درست نہیں

جاننا چاہیئے کہ اگر کوئی حقیقت اسلام و ایمان کما حقہٗ نہ جانے، تو اس کا ایمان و اسلام صحیح و درست نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کوئی طریقت کی حقیقت نہ جانے تو طریقت و تصوّف اور درویشی صحیح و درست نہیں ہوتی۔ اسی واسطے حدیث جبرئیلؑ دربیان حقیقت اسلام و ایمان واحسان و تصوّف و درویشی میں تحریر کرتا ہوں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ خطاب، اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ہ قَالَہٗ جِبْرَائِیْلُ حِیْنَ جَآءَ عَلٰی صُوْرَۃِ رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ

بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا، قَالَ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رُعَاةَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ۝

بخاری اور مسلم میں حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے خدائے پاک کے کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے، اور محمدؐ خدا پاک کا رسول ہے، اور یہ کہ نماز کو ٹھیک پڑھے۔ اور زکوٰۃ ادا کرے۔ اور رمضان کے روزے رکھے اور خانۂ خدا کا حج کرے، اگر تجھ کو اس کے راہ کی طاقت ہو۔ یعنی بشرطِ خرچ اور سواری کے۔ یہ حضرت جبریل سے کہا جب کہ حضرت جبریلؑ آنحضرت کے پاس مرد کی صورت پر آئے تھے۔ سو انہوں نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔ جبرائیل نے کہا کہ مجھ کو ایمان کی حقیقت بتلائیے۔ حضرت نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تو دل سے مانے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو، اور اس کے پیغمبروں کو، اور پچھلے دن کو یعنی قیامت کو، اور تقدیر کو مانے بھلی یا بُری۔ جبریل علیہ السّلام نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ جبریل نے کہا، احسان اور اخلاص کی حقیقت فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہو۔ سو اگر اس طرح کا دیکھنا تجھ سے نہ ہو سکے تو یہ جان کہ وہ ضرور تجھے دیکھتا ہے۔ جبریل نے کہا تو اب قیامت کا حال بیان فرمائیے کہ کب ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ جواب دینے والا، پوچھنے والے سے اس کو کچھ زیادہ تر نہیں جانتا۔ یعنی قیامت کی ناواقفی میں تم اور میں دونوں برابر ہیں۔ جبرائیل نے کہا تو پھر اس کی نشانیاں ہی بتلائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ قیامت کی نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک اور مربی کو جنے۔ یعنی مالکوں کے نطفے سے لونڈیاں جنیں۔ تو ان کی اولاد بھی اپنے باپ کی طرح لونڈیوں کے مربی ٹھہرے۔ خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ

قیامت کے قریب کنیزک زادوں کی کثرت ہوگی۔ اور دوسری نشانی یہ ہے کہ قیامت کی کہ تو دیکھے ننگے پاؤں ننگے بدن محتاج بکریاں چرانے والوں کو کہ بڑائیاں ماریں گے عمارت میں۔ یعنی کمینے اور بے حقیقت لوگ دولتمند ہوں گے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنا کر فخر کریں گے۔

پوری روایت اس حدیث شریف کی یوں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک مرد نمودار ہوا۔ نہایت سفید کپڑے، اور کمال سیاہ بالوں والا کہ اس پر کچھ سفر کا اثر نہ معلوم ہوتا تھا۔ اور ہم میں سے کوئی بھی اس کو نہ پہچانتا تھا۔ سو چلا آیا۔ یہاں تک کہ حضرت کے پاس بیٹھا زانوں کو حضرت کے زانو مبارک سے ملا کر اور اپنی دونوں ہتھیلیاں حضرت کے زانو مبارک پر رکھیں اور کہا کہ اے محمد! مجھے اسلام کی حقیقت بتلائیے۔ تب یہ حدیث حضرت نے فرمائی۔ حضرت عمر فاروق نے کہا، پھر وہ مرد چلا گیا۔ اور میں دیر تک حیرت میں چپکا رہا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے عمر! تو جانتا ہے کہ یہ پوچھنے والا کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسول ہی زیادہ تر دانا ہے۔ حضرت نے فرمایا، کہ یہ جبرئیل تھا۔ تمہارے پاس آیا تھا تاکہ تم کو دین سکھائے۔

اس حدیث کو حدیثِ جبرئیلؑ کہتے ہیں، اس واسطے کہ سائل جبرئیل تھے۔ ام الاحادیث اور ام الجوامع بھی اس کا نام ہے، یعنی سب حدیثوں کی یہ حدیث جڑ ہے۔ اس واسطے کہ جو مطلب احادیث میں ہیں وہ سب اس حدیث میں مجمل موجود ہیں۔ جیسے کہ سورۃ فاتحہ کو ام الکتاب کہتے ہیں۔ کہ سب قرآن کے مطلب پر شامل ہے۔

حضرت جبرئیل نے حضرت سے چار چیزیں پوچھیں۔ اوّل اسلام کی حقیقت، دوسرے ایمان کی حقیقت، تیسرے احسان کی حقیقت، چوتھے قیامت۔ سو فرمایا کہ،

اسلام کی حقیقت پانچ ارکان ہیں۔ توحید اور رسالت کی گواہی۔ اور نماز اور زکوٰۃ اور رمضان کے روزے اور حج۔ معلوم ہوا کہ اسلام ظاہری کا نام ہے۔ اور ایمان تصدیق قلبی اور اعتقاد دل کو فرمایا۔ یعنی خدا کا یوں اعتقاد کرے کہ وہ سب عیوب سے پاک ہے اور سب

خوبیوں سے موصوف ہے ۔ اور فرشتوں کا یوں اعتقاد کرے کہ وہ نوری خدا کے بندے ہیں۔ رنگ برنگ صورت بدلنے پر قادر ہیں۔ بموجب حکم کے سارے عالم کا انتظام کرتے ہیں۔ گناہوں سے پاک ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں۔ اور کتابوں کا یوں اعتقاد کرے کہ خدائے تعالےٰ کا قدیمی کلام ہے۔ جو کچھ اُن میں ہے سچ ہے۔ کہتے ہیں کہ خدا کی ایک سو چار[۱۰۴] کتابیں ہیں۔ دس[۱۰] حضرت آدم علیہ السّلام پر اتریں۔ اور پچاس[۵۰] حضرت شیث علیہ السّلام پر، تیس[۳۰] حضرت ادریس علیہ السّلام پر اور دس[۱۰] حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر اور باقی چار کتابیں تو تمام عالم میں مشہور ہیں۔ توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن مجید ہیں۔ لیکن قرآن مجید سب سے افضل ہے کہ قرآن مجید کے سوا اب کسی اور کتاب پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اوّل تو ان پر اعتماد نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ منسوخ ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ جو کچھ اگلی کتابوں میں مطلب تھے، وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں، تو قرآن مجید کے ہوتے ہوئے کسی دوسری آسمانی کتاب کی کچھ حاجت نہیں۔

اور پیغمبروں کا یوں اعتقاد کرے کہ وہ سب سے افضل اور پاک لوگ ہیں۔ خدا نے ان کو اپنی کمال رحمت سے آدمیوں کی طرف بھیجا تاکہ ان کو نیک راہ بتائیں۔ اور ان کا دین اور دنیا سنواریں۔ اور ان کو قسم قسم کے معجزات دیئے کہ ان کے راستے میں کوئی غافل آدمی شک نہ لائے۔ وہ سب گناہوں سے پاک ہیں، صغیرہ ہوں یا کبیرہ، نبوّت سے پہلے بھی اور بعد بھی۔ اور یہی مذہب ٹھیک ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السّلام کا دانۂ گندم کھانا بہ قصد نہ تھا بلکہ بھول چوک تھی۔ اور پیغمبروں کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے۔ اور سب پیغمبروں سے افضل ہمارے حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو کمالات ظاہری و باطنی انسان میں ممکن تھے۔ وہ تمام ہمارے حضرت پر ختم ہو گئے۔ اسی واسطے حضرت کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی حاجت نہ رہی۔ خلافت اور امامت کا اعتقاد نبوّت کے اعتقاد میں داخل ہے۔ ایمان کا یہ جُدا رکن نہیں، جیساکہ یہ شیعہ کہتے ہیں۔ اور پچھلے دن کا یوں اعتقاد کرے کہ بعد موت کے قیامت تک دوزخ اور بہشت کے ہونے تک جو حضرت نے فرمایا سو درست ہے۔ یعنی عذاب قبر اور قیامت کی نشانیاں اور

صور کا پھونکنا اور مُردوں کا جینا اور حساب کتاب اور عمل کا بدلہ اور ترازو عمل تولنے کی اور پلصراط اور حوض کوثر اور دوزخ اور بہشت یہ سب چیزیں حق ہیں، ان میں کچھ شک نہیں اور تقدیر کا یوں اعتقاد کرے کہ عالم میں جو ہوا اور ہونا ہے، اور ہوگا، بھلا یا بُرا سو سب تقدیر سے ہے۔ بدون اس کی خواہش کے نہ پتہ ہلے، نہ کوئی بوند ٹپکے۔ لیکن باوجود اس کے آدمی کو کچھ اتنا اختیار دیا ہے کہ اس کے سبب سے تعریف یا مذمت ثواب یا عذاب کے لائق ہوتا ہے۔ تقدیر کا اعتقاد اسی طرح مجمل چاہیئے۔ زیادہ اس میں غور اور گفتگو کرنا بدعت اور گمراہی ہے۔ اس واسطے کہ ہمارے عقل میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ خُدائی کارخانے کے بھید سمجھے۔ اسی واسطے حضرتؐ نے تقدیر کی بحث و تکرار سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ ایمان مفصّل کی حضرتؐ نے حقیقت بیان کی۔

اور ایمان مجمل کی یہ حقیقت ہے کہ یوں اعتقاد کرے کہ جو حضرت نے فرمایا اور بتلایا سو ٹھیک اور درست ہے، نجات کے واسطے اتنا بھی کفایت ہے۔ پھر حضرتؐ نے احسان یعنی اخلاص کے دو درجے فرمائے۔ اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ عبادت میں ایسا حضور ہو کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ اس کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ تصوّر کرے، کہ خدا تعالیٰ مجھ کو دیکھتا ہے، اس کو مراقبہ کہتے ہیں، اس تصوّر میں کمال تعظیم اور نہایت ادب اور حیا، اور شوق اور حضوری حاصل ہوئی، ممکن نہیں کہ اس تصور میں آدمی ادب چھوڑے اور اِدھر اُدھر التفات کرے، جیسے بادشاہ اگر کسی کو دیکھتا ہو تو کیا ممکن ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلاوے یا نظر کو اُٹھاوے۔

معلوم ہوا کہ تصوّف اور درویشی احسان کا نام ہے۔ ظاہری اعمال کو اسلام کہتے ہیں اور باطنی اعتقاد کو ایمان کہتے ہیں۔ اور حضوری اور اخلاص کو احسان کہتے ہیں۔ اور دین اور شریعت اسلام اور ایمان اور احسان کے مجموعے کا نام ہے۔ اور گاہے ایمان اور اسلام کو ایک کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ اسلام بدون ایمان کے درست نہیں۔ اور ایمان بدون اسلام

کے کامل نہیں۔ اور بعض لوگ احکام ظاہری کو شریعت اور تصفیہ باطن کو طریقت اور مشاہدہ اور مراقبے کو حقیقت کہتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ دین کی بنیاد فقہ اور کلام اور تصوّف پر ہے۔ سو اس حدیث شریف میں حضرتؐ نے تینوں کو بیان فرما دیا۔ اسلام اشارہ ہے فقہ کا، جس میں اعتقاد کا بیان فرما دیا۔ اور احسان اشارہ ہے تصوّف کا جس میں حق الیقین اور مشاہدہ اور مراقبہ مذکور ہے۔

معلوم ہوا کہ دین میں کامل وہی ہے جو فقہ اور کلام اور تصوّف کا جامع ہو۔ اور جس میں ان تینوں میں سے بعض ہو اور بعض نہ ہو، وہ ناقص اور کچا ہے۔ اس واسطے کہ درویش بے فقہ کے شیطان ہے کہ احکام الٰہی سے غافل رہا۔ حرام اور حلال کو نہ سمجھا۔ اور فقیہ بے درویشی کے زاہد خشک اور قالب بے روح ہے۔ اس واسطے کہ عمل بغیر نیّت خالص اور بغیر شوق اور حضور دل کے ناتمام ہے۔ یہی راہ مستقیم ہے اور باقی گمراہی۔

پند و نصائح حضرت مولانا شاہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا احادیث کے مطابق حضرت مولانا خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ السامی کے کلام مبارک سے چند کلمات نقل کئے جاتے ہیں کہ جن پر عمل کرنا ہر ایک سالک کے لئے لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کاتب کو اور پڑھنے والوں کو ان کے عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

اے بیٹا! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ہر حالت میں ادب اور پرہیز گاری میں رہنا تاکہ تو آثار سلف کی پیروی کر سکے۔ سُنّت و جماعت کا حاضر باش رہے۔ حدیث پڑھے۔ جاہل صوفیہ سے کنارہ کرے۔ نماز باجماعت ادا کرے، بشرطیکہ تو امام اور مؤذن نہ ہو۔ شہرت کی طلب بالکل نہ کرنا، کیونکہ شہرت بڑی مصیبت ہے۔

کسی منصب پر مقید نہ ہونا، بلکہ گمنام ہونا۔ قبالوں میں اپنا نام نہ لکھنا۔ محکمہ قضاء میں نہ آنا۔ کسی کا ضامن نہ بننا۔ لوگوں کی وصیت میں دخل نہ دینا۔ بادشاہوں اور اس کے ہمنشینوں سے الگ رہنا۔ خانقاہ نہ بنانا۔ خانقاہ میں نہ بیٹھنا۔ زیادہ سماع نہ کرنا۔ کیونکہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اور سماع زیادہ کرنے سے دل مرجاتا ہے۔ نیز سماع کا انکار بھی نہ کرنا۔ کیونکہ بہت لوگ صاحب سماع ہوتے ہیں۔ کم کھانا، کم سونا، کم بولنا۔ اور خلقت سے ایسے بھاگنا، جیسے لوگ شیر سے بھاگتے ہیں۔ خلوت میں بیٹھے رہنا، مُردوں، عورتوں، بدمذہب دولت مندوں اور عام لوگوں سے میل جول نہ کرنا۔ حلال کھانا، شبہ سے پرہیز کرنا۔ جہاں تک ہو سکے شادی نہ کرنا۔ ایسے کرنے سے تو دنیا کا طالب ہو جائے گا۔ اور دنیا کو طلب کرتے ہوئے تیرا دین برباد ہو جائے گا۔

زیادہ نہ ہنسنا، اور قہقہہ سے بالکل پرہیز کرنا۔ کیونکہ ہنسنے سے دل مرجاتا ہے تجھے مناسب ہے کہ ہر ایک کو شفقت کی نگاہ سے دیکھے۔ اور کسی کو حقیر خیال نہ کرے۔ اور اپنے ظاہر کو آراستہ نہ کرے۔ کیونکہ ظاہری آرائش سے باطنی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ لوگوں سے لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔ اور نہ کسی سے کچھ مانگ۔ اور نہ کوئی کسی سے کوئی خدمت سپرد کر۔ اور مال و تن اور جان سے مشائخ کی خدمت بجا لا۔ اور ان کے افعال کا انکار نہ کر۔ کیونکہ ان کا منکر کبھی خلاصی نہیں پا سکتا۔

دنیا اور اہل دنیا پر مغرور نہ ہو۔ یہ مناسب ہے کہ تیرا دل ہر وقت غمگین، اور تیرا دل بیمار اور تیری آنکھ رونے والی اور تیرا عمل خالص اور تیری دعا عاجزی سے اور تیرا کپڑا پرانا۔ اور تیرا رفیق درویش، اور تیرا سرمایہ فقر اور تیرا گھر مسجد اور تیرا غمخوار حق سبحانہ تعالیٰ ہو۔

لفظ فقیر میں فؔ سے مراد فاقہ، قؔ سے مراد قناعت، یؔ سے مراد یاد الٰہی، رؔ سے مراد ریاضت ہے۔ جو شخص یہ سب بجا لائے تو اُسے فؔ سے فضل خدا تعالیٰ قؔ سے مراد قرب مولا۔ یؔ سے مراد یاری اور رؔ سے رحمتِ حق مل جاتی ہے۔ نہیں تو فؔ

سے فضیحت (رسوائی)، ق سے قہر خداوندی، ی سے یاس یعنی ناامیدی اور ر سے رسوائی حاصل ہوتی ہے ۔ معاذاللہ ۔

مراقبہ اور لطائف کا بیان

واضح رہے کہ اس طائفہ کی اصطلاح میں مراقبہ معیت سے یہ مراد ہے کہ فیض الٰہی کا انتظار کیا جائے ۔ مراقبہ مفاعلت کے باب سے ہے، جس میں کوئی کام دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔ پس مراقبہ میں منشائے فیض اور اس کے مورد کا لحاظ ضروری امر ہے ۔

مراقبہ احدیت میں فیض کا منشار وہ ذات ہے کہ جس کی معیت ثابت ہے ۔ لطیفہ قلب فیض کا مورد ہے ۔

مجھے دو ذکر کی آپ نے تلقین فرمائی ۔ اوّل یہ فرمایا کہ اسم ذات کا مرکز عالم امر کے پانچ لطیفوں یعنی قلب، روح، سر خفی اور اخفی سے ہزار ہزار مرتبہ اور عالم خلق کے دونوں لطیفوں نفس اور قالب سے اس سے دوچند کرنا ۔ اور نیز فرمایا کہ نفی اثبات کا ذکر دم کو روک کر جتنا ہو سکے کرو ۔

نیز فرمایا کہ وقوف قلبی سے یہ مراد ہے کہ سالک اپنے دل سے واقف رہے ۔ یعنی اپنی توجہ دل کی طرف رہے ۔ اور دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے ۔ اور فرمایا کہ کسی وقت ان اشغال میں مشغول ہونا ۔

اور نیز ارشاد فرمایا کہ حسب ذیل چار چیزوں کو جاننا ۔

اوّل ، اسم ذات کے ذکر یا نفی اثبات کے ذکر کو لازم جاننا جسے اصطلاح نقشبند کہتے ہیں ۔

دوم ، ذکر کے وقت مذکور کا لحاظ رکھنا، یعنی دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا ، اور جب اس توجہ اور حضور کا ملکہ حاصل ہو جائے تو اسے یادداشت کہتے ہیں ۔

سوم، دل کو آئندہ اور گذشتہ خطرات سے محفوظ رکھنا اسے نگہداشت کہتے ہیں۔
چہارم، کئی سو مرتبہ ذکر کر چکنے کے بعد بڑی عاجزی اور انکساری سے یہ دعا کرنا:

اے پروردگار! تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے، تو مجھے اپنی محبت اور معرفت عنایت کر۔ ——— اس کو بازگشت کہتے ہیں۔

اور نیز فرمایا کہ اس عبارت کا دوسرا فقرہ میں نے کسی نے نہیں سنا۔ کیونکہ اس پر عمل کرنے کی لیاقت کسی میں نہ دیکھی اور نہ دیکھتا ہوں۔ اور وہ فقرہ یہ ہے کہ میں نے تیری خاطر دنیا و آخرت کو ترک کیا۔

مجھے یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا ؎

اے خدا قرباں احسانت شوم
ایں چہ احسان است قربانت شوم

واضح رہے کہ پہلے ذکر کے جاری ہونے کے لئے توجہ فرماتے ہیں۔ پھر دسوں لطیفوں میں ذکر کے جاری ہو جانے بعد عالم امر کے پانچوں لطیفوں کے ذریعہ حضور جمعیت جذبات اور واردات حاصل ہونے کے لئے توجہ کرتے ہیں۔ اور مراقبہ احدیت دائرہ امکان میں جو پہلا دائرہ ہے، تلقین کرتے ہیں۔

مراقبہ احدیت سے یہ مراد ہے کہ ذات پاک کو خیال کر کے اس مرتبہ مقدس سے فیض کا انتظار کرتے ہیں۔ اور جب کیفیت اور جمعیت چار گھڑی تک پہنچ جاتی ہے تو ولایت صغریٰ کے دائرے میں جو اولیاء کی ولایت ہے اور دوسرا دائرہ ہے۔ مراقبہ معیت تلقین فرماتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ آیت کے مفہوم کا لحاظ کیا جائے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں کہیں تم ہو۔)

اللہ تعالیٰ کی معیت کا ہر لطیفہ اور اپنے ہر جزو بدن بلکہ ذرات عالم کے ہر ایک ذرہ سے لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ؎

رافت معجنش کہ ما را ایمان است
گویم مثال تا بدانی زیساں است
کن غور بگرد کہم با دست جامیم کہم
داد است کاں قسیم جان است

اور اس دائرہ میں اسماء کے ظلال کی سیر واجب ہے۔ اور اس میں افعالی تجلی شہود وحدت درکثرت، گریہ رقت فناء و بقاء۔ اور لطائف خمسہ سے اور قسم کے حالات اور ذوق حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے آنجناب نے چھ ماہ تک ولایت صغریٰ کے دائرہ کی توجّہ فرماتے رہے اور ہر روز چار مرتبہ توجّہ فرماتے۔ اور پھر عالم حلقہ میں دو مرتبہ خاص وقت میں اور لطائف خمسہ کے مراقبات فناء و بقا کے حصول میں بڑی تاثیر رکھتے ہیں، تلقین فرماتے۔

لطیفۂ قلب کے مراقبہ سے یہ مراد ہے کہ اس بات کا لحاظ رکھے کہ افعالیہ الٰہی کا فیض اس لطیفۂ قلب سے، جو انبیاء کرام صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حاصل تھا، میرے لطیفۂ قلب میں آرہا ہے۔ اور اس وقت اپنے سلسلے کے پیروں کے قلوب کو بطور عینک ملحوظ رکھے۔

مراقبہ لطیفۂ روح سے یہ مراد ہے کہ الٰہی صفات کے تجلیات کے فیض کا انتظار کیا جائے۔ اور یہ خیال کیا جائے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے لطیفۂ روح سے حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہوا پیراں کبار کے ارواح کے وسیلے سے میرے لطیفہ سے روح میں آرہا ہے۔

مراقبہ لطیفۂ سر سے یہ مراد ہے کہ شیونات ذاتیہ الٰہیہ کے فیض کا انتظار کیا جائے۔ اور یہ خیال کیا جائے کہ اس کا کشف سرّ الٰہی جناب رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ سر سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسلام والتحیات کے لطیفۂ سر کو پہنچ کر اپنے پیران طریقت کے لطیفے کے وسیلہ سے اپنے لطیفۂ سر میں فیضِ الٰہی آرہا ہے۔

مراقبۂ لطیفۂ اخفیٰ سے یہ مراد ہے کہ صفات سلبیۂ الٰہیہ کی تجلی کے فیض کا انتظار کیا جائے۔ اس

عالم خفی حضرت نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی سے حضرت روح اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ کے لطیفہ میں ہوتا ہوا پیران طریقت کے لطیفہ کے وسیلے سے میرے لطیفۂ اخفی میں فیض الٰہی آ رہا ہے۔

مراقبۂ لطیفۂ خفی میں صفاتِ الٰہیہ تجلیات کے فیض کا آثار کیا جاتا ہے، یعنی اس بات کا خیال کیا جاتا ہے کہ فیض الٰہی آنحضرت نبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ خفی سے روح اللہ علی نبینا وعلیہ صلوات اللہ کے لطیفۂ خفی میں پہنچ کر ان پیران ذوالاقتدار کے وسیلہ سے میرے لطیفہ خفی میں نازل ہو رہا ہے۔

مراقبۂ خفی میں جامع الٰہی کے شان کے فیض کا انتظار کیا جاتا ہے، کہ گویا حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰت اتمہا ومن التسلیمات اکملہا کے لطیفۂ خفی سے پیران عالیشان کے وسیلہ سے اپنے لطیفۂ اخفی میں فیض الٰہی آ رہا ہے۔

واضح رہے کہ لطیفہ قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر پہلو کی طرف ہے۔ اور اس کا نور زرد رنگ کا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔

لطیفۂ روح کا مقام دائیں پستان کے نیچے وسط سے دو انگل کے فاصلے پر ہے اس نور سرخ ہے۔ اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے قدم کے نیچے ہے۔

لطیفۂ سر کا مقام بائیں پستان کے مقابل سینے کی طرف دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا نور سفید رنگ کا ہے۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے۔

لطیفۂ خفی کا مقام دائیں پستان کے مقابل سینے کی طرف دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا نور سیاہ ہے۔ اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے۔

لطیفہ اخفی کا مقام سینے کے وسط میں ہے۔ اس کا نور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اور یہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زیر قدم ہے۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ میں مشغول رہنے کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے پچیس مرتبہ استغفار

کہہ کر پیران کبار کے ارواحِ طیبہ پر فاتحہ کہے۔ اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے محبت و معرفت کے فیض کی خواہش کرے اور اس شخص کی صورت، جس سے اس نے تلقین پائی ہے، بڑے ادب سے اپنے دل کے سامنے رکھے۔ اپنی صورت کو اس کی صورت خیال کر کے اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہو، یا نفی اثبات کا ذکر کرے۔ مرشد کے تصور کو ذکرِ رابطہ کہتے ہیں۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ بے رابطہ تنہا ذکر کرنے سے انسان واصل نہیں بن سکتا۔ اور فقط ذکرِ رابطہ با رعایتِ ادب کافی ہے۔ اس سے انسان واصل بن سکتا ہے۔

اسم ذات کے ذکر کا طریق یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چسپاں کرے، تاکہ حرکت نہ کر سکے۔ پھر بطور لطائف سے اَللّٰہ اَللّٰہ کرے۔ اس عرصے میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھے۔ اور دل کی نگہداشت کرے تاکہ کوئی خطرہ دل میں نہ آنے پائے۔ اور بازگشت بھی کرے۔ اور جب حضور اور کیفیت حاصل ہو جائے تو ذکر چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائے۔

نفی اثبات کے ذکر کا طریق یہ ہے کہ لَا کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک پہنچائے۔ اور الٰہ کو دائیں کندھے پر لا کر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگائے۔ اس طریق پر کہ اس کلمے کا گذر پانچوں لطیفوں پر ہو۔ اور اس کلمے کے معنوں کا لحاظ رکھے۔ یعنی بجز ذات پاک کے اور کوئی مقصود و معبود نہیں۔ یہ ذکر دم کو روک کر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ذکر حضرت خضر علیہ السلام نے مولانا حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو پانی میں غوطہ لگوا کر تعلیم کیا تھا۔ کہ جس وقت سانس تنگ پڑے تو سانس کو آہستہ سے چھوڑ دے۔ لیکن ہر ایک دم میں طاق مرتبہ کہے۔ اس واسطے اس کو وقوف عددی کہتے ہیں۔ اور اگر دم کو روکنا کسی کو ضرر دے، تو اس کے لئے دم روکے بغیر بھی جائز ہے۔

بعد ازاں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے مراقبہ اقربیت یعنی اقرب الیہ من حبل الورید ؕ (یعنی کوئی ذات ہم سے زیادہ قریب نہیں) کے مفہوم کو ملحوظ رکھ کر اس مرتبہ مقدسہ سے فیض کا انتظار کرنا تلقین فرمایا۔ اور لطیفہ نفس پر کہ جس کا مقام

پیشانی ہے۔ توجہ فرمائی۔

اور یہاں سے ولایت کبریٰ کے دائرہ کی سیر و سلوک جو کہ انبیا علیہم السلام کی ولایت ہے، اور تیسرا دائرہ ہے، شروع ہوتی ہے۔ اور اس دائرے میں تین دائرے اور ایک قوس شامل ہے۔ پہلے دائرہ میں یہ مراقبہ ہے کہ اس مراقبہ کا فیض لطیفہ نفس معہ عالم امر کے پانچوں لطیفوں کے حاصل ہوتا ہے۔ اور عالم امر کے لطائف کے فنا و بقا یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ اور زبانی ذکر تہلیل ترقی بخشتا ہے۔ اور عروج نزول حضور اور جذبات مقام قلب کی طرح ہوتے ہیں۔ بلکہ ہوتے ہوتے سارے بدن میں انجذاب پیدا ہوتا ہے۔ اور کیفیتیں اگرچہ قلب کی نسبت یہاں کم ہیں۔ لیکن جب اس مقام کی نسبت میں زور ہوتا ہے، تو پہلے حالات فراموش ہو جاتے ہیں۔ اور بعد ازاں مراقبہ محبت یعنی یُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّونَهٗ یعنی اس ذات کی محبت کا لحاظ رکھ کر اس مرتبہ مقدسہ سے فیض کا انتظار کیا جاتا ہے۔ اور یہاں پر فیض کے وارد ہونے کا مقام فقط لطیفہ ہی ہے کہ اس میں اور کوئی لطیفہ شریک نہیں ہوتا۔

یہ مجھے بھی تلقین فرما کر تینوں دائروں اور قوس کی طرف توجہ فرمائی کہ ان میں سے اڑھائی دائرے تو یہی مراقبہ ہے۔ اور اس مقام پر فنا حقیقی بشرح صدر اور اسلام حقیقی نظر بدیہی اور استدلالی اور کشفی ہو جاتی ہے اور قضا و قدر پر چون و چرا نہیں کیا جاتا۔

پھر مجھے آنجناب نے اسم ظاہری کا مراقبہ تلقین فرمایا، اور اس مراقبہ کا فیض پچھلے تمام لطائف یعنی لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطیفوں پر آتا ہے۔ یہاں تک تو اسم ظاہری کے سیر کا مقام تھا۔ اور یہاں سے آگے اسم باطن کی سیر و سلوک شروع ہوتی ہے۔ تو پھر آنجناب نے مجھے اسم باطن کا مراقبہ تلقین فرمایا۔ اور خاک کے سوا باقی تمام عناصر آگ ہوا پانی پر توجہ فرمائے۔ اور یہ دائرہ ولایت علیا کی سیر ہے کہ جو فرشتوں کی ولایت ہے۔ اور یہ چوتھا دائرہ ہے۔ اس مقام پر تہلیل لسانی اور نفلی نمازیں ترقی بخشتی ہیں۔ اور

عناصر ثلاثہ آگ ہوا پانی کو توجہ حضور عروج اور نزول حاصل ہوتا ہے۔ اور خود پسندی تکبر اور خواہشات اور تلون مزاجی سب زائل ہو جاتے ہیں۔ کہ اس دائرے کو طے کرنے کے بعد جس میں اسم ظاہری اور اسم باطن کی سیر و سلوک ختم ہوتی ہے اور عالم قدس میں اڑنے کے لئے پر لگتے ہیں۔ گویا کہ راہ مقصود سے ابھی ایک قدم بھی طے نہیں کیا۔ اور یہاں سے اصلی مقصود کی سیر شروع ہوتی ہے، جو ذات بحت ہے۔ اور یہ کمالات نبوت کے دائرہ کی سیر ہے۔ جو پانچواں دائرہ ہے۔ یہاں پر اس ذات کا مراقبہ کیا جاتا ہے، جو تمام عبادات سے مبرا ہے۔ اور یہ بھی آنجناب نے مجھے تلقین فرمایا۔ اور عنصر خاک کی طرف توجہ فرمائی۔ اس مقام پر خاص مورد فیض ہے۔

اب خاک کا مرتبہ دیکھنا چاہیے۔ کہ جتنا اس میں بلند مرتبہ ہوگا، اُتنا ہی مقامات قرب میں اس کا درجہ بلند ہوگا۔ ؎

خاک شو تا برآید زگلے
کہ بجز خاک نیست مظہر گل

اس مقام پر پہلی شورش اور ولولہ زائل ہو کر عریانی وصل اور یقینی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے کہ یہاں پر معرفت بکارت ہے اور علم جہالت ہے کہ یہاں پر ادراک اور یافت نارسائی کی علامت ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔ ؎

بطراز دامن ناز او چہ زخاکساری ما رسد
نزد آں مژہ بہ بلندئی کہ زگرد سرمہ دعا رسد

اور یہاں پر معارف فقط شرعیتیں ہیں۔ اور یہ مقام اصل میں تو انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے۔ لیکن تابعین کو پیروی اور وراثت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہاں سے شریعت کا مرتبہ معلوم ہو سکتا ہے، کہ یہ طریقت اور حقیقت سے کس قدر بلند ہے۔ گویا شریعت کے مقابلہ میں ان دونوں کی کچھ حقیقت ہی نہیں۔ اور اس دائرے کا لفظ تمام دلائنوں سے

افضل ہے۔ کیونکہ یہاں اسمادی صفات کا پردہ کے بغیر ذاتی دائمی تجلیات کی سیر حاصل ہوتی ہے۔ اور ولایت میں صرف صفاتی تجلیات ہوتے ہیں۔ اور اگر ذاتی تجلیات ہوتی بھی ہیں تو وہ بجلی کی طرح ہوتے ہیں کہ جن کو قیام نہیں ہوتا۔

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی

بازار خویش و آتش ما تیز می کنی

کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ میں لمبی قنوت سے نماز ادا کرنا اور کلام مجید کی تلاوت کرنا ترقی بخشتا ہے۔ بعد ازاں کمالات رسالت کا مراقبہ ہے۔ یعنی اس ذات کا لحاظ رکھ کر جو رسالت کا منشا ہے، اس مرتبہ مقدس سے فیض کا انتظار کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی مجھے آنجناب نے تلقین فرمایا اور وحدانی توجہات عطا فرمائیں۔ اور یہ چھٹا دائرہ ہے۔ یہاں سے لے کر سلوک کے آخر تک، جو کہ معبود اور یہ صرف لاتعین ہے، سالک کی ہیئت وحدانی ہی فیض کا مورد ہے، جو کہ عالم امر کے پانچوں لطیفوں اور تزکیہ نفس اور تجلیات ہیئت جامع سے حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد کمالات اولوالعزم کا مراقبہ ہے۔ یعنی اس ذات کا لحاظ رکھ کر، جو کہ کمالات اولعزم کا منشار ہے، اس مرتبۂ مقدسہ سے فیض کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ بھی آنجناب نے مجھے تلقین فرمایا، اور ہیئت وحدانی کی توجہات فرمائیں۔ یہ ساتواں دائرہ ہے کہ ان تینوں کمالات کی نسبت یہ لطیفہ کمال ہے، اور ادراک اس کے حاصل کرنے سے قاصر ہے۔ یہاں پر حصول ہے۔ حصول نہیں۔ اور بے کیف۔ ایصال ہے، کہ یہاں پر حقیقی ایمان اتباع نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کمال درجہ صفائی وقت نسبت باطنی کے وسعت بے کیفیتی بے مزگی نا امیدی اور محرومی حاصل ہوتی ہے۔

اب یہاں سے دو راہیں ایک حقائق الٰہیہ کی طرف اور دوسری حقائق انبیاء علیہم السلام کی طرف۔ آنجناب نے اس بندہ کو پہلے حقائق الٰہیہ کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اس ذات کا

مراقبہ جو ممکنات کا مسجود ہے۔ اور حقیقت کعبہ سے جس سے مراد ذات الٰہی کی کبریائی اور عظمت کے سر پردے ہیں، اور یہ آٹھواں دائرہ ہے۔ تلقین فرمایا۔ اور بعد ازاں حضرت ذات کی بے چونی و وسعت کا مبدا، جس سے مراد حقیقت قرآنی ہے تلقین فرما کر توجہ کی۔ اور یہ نواں دائرہ ہے۔

اور بعد ازاں حضرت ذات کی بے چونی و وسعت کی تلقین فرمائی اور توجہ کی۔ اس دائرے کو حقیقت صلوٰۃ کہتے ہیں۔ اور یہ دسواں دائرہ ہے۔

پھر ذات معبودیت صرف کا مراقبہ، جو کہ گیارہواں دائرہ ہے، تلقین فرمایا۔ اور یہاں قدمی سیر گم ہے۔ لیکن ہاں نظری سیر باقی ہے۔

پھر حقائق انبیاء علیہم السلام کے بارے میں توجہات فرمائیں۔ پہلے اس ذات کا مراقبہ جو اپنے آپ سے انس اور محبت موانست رکھتا ہے، تلقین کر کے توجہ فرمائی۔ یہ بارہواں دائرۂ خلت کہلاتا ہے۔ اور اسے حقیقت ابراہیمی بھی کہتے ہیں۔ کہ یہاں پر درود ابراہیمی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

بعد ازاں اس ذات کا مراقبہ تلقین فرمایا، جو اپنا محب ہے، اور توجہات فرمائیں کہ یہ دائرہ محبت ذاتیہ کہلاتا ہے اور تیرھواں دائرہ ہے۔ اور حقیقت موسوی کہلاتا ہے۔

پھر اس ذات کے مراقبہ کے لئے جو اپنا اور محبوب ہے، توجہات فرمائیں۔ اور یہ دائرہ محبت ممتزجہ محبوبیت کہلاتا ہے۔ اور حقیقت محمدی بھی۔ اور یہ چودھواں دائرہ ہے۔ یہاں پر یہ درود پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلَ صَلَوٰتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَذَالِکَ ۔

پھر اس ذات کا مراقبہ تلقین فرمایا، جو اپنا محبوب ہے، توجہات فرمائیں۔ اور یہ محبوبیت

صرف حقیقت احمدی ہے۔ یہ پندرھواں دائرہ ہے۔ اس مقام پر بھی مذکورہ بالا درود شریف پڑھتے جس سے ترقیات حاصل ہوتی ہیں۔

پھر جب صرفہ کا مراقبہ تلقین فرما کر توجہات کیں۔ اور یہ سولہواں دائرہ ہے۔ پھر لاتعین مراقبہ فرما کر توجہات کیں۔ یہ سترھواں دائرہ ہے۔ یہاں سیر قدمی کوتاہ ہے۔ لیکن نظری سیر کی یہاں گنجائش ہے۔

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالاتِ الٰہیہ کے جامع ہیں۔

واضح رہے کہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم تمام کمالات الٰہیہ کے جامع ہیں۔ اور جو علوم اور فیض علماء اور اولیائے کرام میں رائج ہوئے، وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا پرتو ہیں۔ سرورِ کائنات کے فیض کا کمال جب صحابہ کرام کے دلوں پر چمکا، تو انہیں قربِ الٰہی کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا دیا۔ یہ دائمی ذاتی تجلیات کا ظہور ہے۔

پس صحابہ کرامؓ کو احسان، یقین، محبت و معرفت حق کا اعلیٰ درجہ ملا۔ دُنیا سے روگردانی، آخرت کا خیال رکھنا، اور سنت کی پیروی کرنا اُن حضرات کی پاکیزہ عادت تھی۔ مسنون طریقہ کے موافق نماز سے حظ اُٹھاتے، جو کہ مومن کا معراج ہے۔ اور قرآن پاک کی تلاوت اور اذکارِ ماثورہ سے لُطف اٹھاتے۔ اور ملک املاک چھوڑ کر کافروں کے ساتھ جنگ کرتے۔ اور اللہ کی راہ میں شہادت کی آرزو کرتے۔ اور دلجمعی اور اطمینان انہیں اس درجے کا حاصل تھا، کہ گویا جانور ان کے سروں پر بیٹھے ہیں۔ حضور کا کمال اُنہیں اس قدر حاصل تھا، کہ گویا وہ عین جمال الٰہی دیکھ رہے ہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کُنَّا نَرَی اللّٰہَ ھٰھُنَا۔ (ہم اللہ تعالیٰ کو اسی جگہ دیکھ رہے ہیں۔)

اولیائے کرام کو خیالی شہود ہوتا ہے، اور صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے قوی مشاہدہ کے انعکاس کے بدلے عین مشاہدہ حاصل تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے،

کہ صحابہ کرام اولیائے کرام سے افضل ہیں۔ اور یہی سبب تھا کہ انہوں نے راہ خدا میں دنیا اور آخرت دونوں کا خیال چھوڑ دیا۔ اور انہیں احسان، صفا، اور لطافت حالات کا وہ کامل مرتبہ حاصل تھا، جس کا ادراک نہیں کر سکتے۔

فنار و بقا، استغراق بے خودی، توحید وجودی کے آثار اور خوارق عادات کی کثرت ان اکابر سے معمول نہیں۔

پہلے یہ کمال آنحضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوا۔ اور اس کمال کے قائل صوفیائے کرام مثلاً حضرت مولانا ذوالنّون مصریؒ، مولانا بایزید بسطامیؒ، مولانا جنید بغدادیؒ وغیرہ ہوئے ہیں۔

اور ذوق شوق اور استغراق حتی کہ آہ وزاری، اسرار توحیدی اور وجد اور رقص حسن جمال ہے، اور اس کمال کا مقتضا ہے۔ کم کھانا۔ کم سونا وغیرہ، اور محو حق میں حیران رہنا۔ سُکر مستی، فنا، اور جہان کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا مظہر جاننا، اور اس کے توابع کو پالینا اس کمال کے معارف ہیں۔

یہ کمال اسرار قلبی کے کمال سے ہے۔ یہاں پر افعالی اور صفاتی تجلّیات ظاہر ہوتے ہیں۔ اس قلبی ذوق اور شوق سے ہر طرف نور توحید کا جلوہ گر ہوا۔ اور شورش کا ولولہ گرمی اور دلی بے تابی جہان میں ظاہر ہوئی۔ شور آہ دلگداز اور آہ وزاری آسمان تک پہنچ گئے۔ اور آسمان کا وجود پر ہو گیا۔ جان کو جلا دینے والی محبّت کے آثار سے فرشتوں کو بھی وجد ہوا۔ عشق کے غلبات کے تجلّیات کی بجلیاں مدہوشوں سے نکل کر جہان کو جلانے میں مشغول ہوئیں۔ قرار و آرام کے درخت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا۔ اور محبّت شوق اور حیرانی کے اشعار کے روح کی کیفیّت ظاہر ہوئی۔ ؎

اے عجب آن عہد و آں سوگند تو وعدہ ہائے آں لب چوں قند تو
چوں بہانہ میدہی شیدات را اے بہانے شکر لبہات را

اسں گرمی و آہ و زاری اور جان کو گھلانے والے نعروں سے فرشتے بھی سرگرداں ہیں۔ اور مقدّس بھی ان معنوں کے سمجھنے سے عاجز۔ فرشتوں کو عشقِ آدم کی آگ کی جلن کی کیا خبر۔ اور جنّوں کو اس سوز گرمی کا کیا اثر۔ تعینات۔ اور طرح طرح کے اذکار، اگرچہ وہ جوگیہ ہوں۔ انہوں نے اختیار کیئے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ٥ (پروردگار! اس سے پاک ہے، جس سے وہ اُسے متصف کرتے ہیں۔)

لیکن صحابہ کرام کا طریقہ کہ وہ صفا اور احسان تھا۔ اور جس میں فقط اذکار ماثورہ ہی داخل تھے، گم ہوگیا۔ انہیں حالات طلبی کی وجہ سے ولایت کو نبوّت پر فضیلت دیتے ہیں، کیونکہ ولایت میں اللہ تعالیٰ کے چہرے پر توجہ ہوتی ہے اور نبوّت میں خلقت کے چہرے کی طرف۔

ولایت افعالی تجلیات سے فائض ہے۔

واضح رہے کہ ولایت افعالی و صفاتی تجلیات سے فائض ہے، اور نبوّت ذاتی تجلیات سے کیونکہ نبوّت والا مقامات قرب کی نہایت کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اور اُسے توجّہ اور انتظار نہیں ہوتا۔ اور ولایت میں ابھی توجّہ ہوتی ہے۔ جو کمال مقصود کو نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّاهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (اے پروردگار! ہمیں حق دکھا، جیسا کہ حق ہے اور ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت کر۔)

یہاں سے اولیا نکل کر اس کی تابعداری کے محتاج ہیں۔ کیونکہ ابھی انہیں مقامات نبوّت حاصل کرنے باقی ہوتے ہیں۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مقدس لطیفہ نفس کا ظہور ہوا۔ جس میں کافی حصّہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت ہوا۔ بلکہ یہ کمال محض انہیں کی خاطر

ہوا۔ اس کمال کے ظہور میں توجہ اور مشاہدہ جو دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف دوام توجہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور جذبات اور واردات اور توجہات اور پرہیزگاری، شرع پر قائم رہنا، اور عمل باعزیمت کا مدنظر رہنا، کھانے پینے عادات اور عبادات میں متوسط رہنا حضرت خواجہ صاحب کا خاصہ ہے۔ اور دعا سے دل کو ذاکر اور نورانی بنانا اور غیر کے خطرات سے خالی کر دینا، کاموں کو سرانجام دینا، حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ سرہ کا خاصہ ہے۔ اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

توجہ قلب سے ذکر خفی کرنا، اور مرشد کی صحبت کو لازم جاننا، آپ کو بہت پسند تھا۔ مرشد ایسا ہونا چاہئے جو کسب کمالات میں کثیر الاحوال قبلۂ حاجات و حالات ہو۔ اور اس میں استہلاک اور اضمحلال پائے جاتے ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو ناقص ہے۔ اور ناقص سے کبھی کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے شریعت ظہور پا کر انسان کو بارگاہِ الٰہی کا مقرب بنایا۔ اسی طرح حضرت خواجہ خواجگان مولانا شاہ نقشبند کے طریقے نے سیر و سلوک کی کمالیت اور احوال باطنی کی سہل الحصولی سے کامیاب کیا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ یہ طریقہ باقی تمام طریقوں کی نسبت احوال باطنی کے افاضہ میں کثیر النفع ہے۔ اور علماء سے مستند ہے۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمال سے اللہ تعالیٰ نے مولانا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ حصہ عنایت فرمایا۔ حضرت مجدد صاحب کے طریقہ میں تصفیہ قلب اور لطائف عالم امر تزکیہ نفس اور استقامت بدن ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہے کہ کمالات اور حقائق کی نسبت اور لطافت عنایت کرے۔ اُسے یہ طریقہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ طریقہ ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان مقامات کی بلندی اور نسبت کی کثرت بہت ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، انہیں پہنچا دیتا ہے۔ اس واسطے علوم اور حالات میں اختلاف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، تو اس طریقہ کے بعض درجوں کے سیر میں توحید

وجودی اور توحید شہودی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور پھر عنایت الٰہی وجذبات الٰہی سے ان بلند درجوں کو پہنچ جاتا ہے، جہاں پر اسرار توحید اور بے خودی اور سکر صوفیہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

سبحان اللہ! یہ نالائق قرب اولیاء کے مراتب کے بارے میں تقریر کرنے کے تو لائق نہیں، لیکن محض سعادت اور افتخار کے لئے یہ چند حروف بزرگوں کے مقامات کی نسبت لکھے گئے ہیں۔ ؎

گر ندارم از شکر جز نام بہر
زاں بسے خوشتر کہ اندر کام زہر

ان کمالات الٰہیہ کی کثرت کا بیان کس طرح ممکن ہے، جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے امت کو حاصل ہوئے۔ ہر ایک اولیاء میں خاصیتیں ہیں۔ اور ہر ایک انسان کو نسم قسم کے تجلیات کی سیر حاصل ہے۔ صرف ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ اولیاء اللہ کے طریقوں میں مولانا حضرت شاہ نقشبند کا طریقہ صحابہ کرام کے موافق ہے۔ اور اس میں صحابہ کرام کے احوال اور مقامات کافی ہیں۔ اور اس سے کامل ذوق شوق نصیب ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ شاہ نقشبند اور آپ کے خلفاء سے عنایت، پس ماندگان شامل حال ہوتی ہے۔

اس طریقہ میں علم کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور طالب ہمت سے کلام کرنے لگتا ہے۔ ہمیں خواجہ صاحب کے ارشاد پر کامل یقین ہے۔ اور اسی ارشاد کے موافق ہم عنایت الٰہی کے بھی امیدوار ہیں۔

قرآن مجید عقائد اور اعمال کی درستی کیلئے نازل ہوا ہے۔

واضح رہے کہ قرآن مجید عقائد کے صحیح کرنے، ایمانیات کے قوی کرنے اور اعمال صالحہ

اور اخلاق حسنہ اور باہمی معاملات کو بخوبی سرانجام دینے کے لئے نازل ہوا ہے۔ اور اثر سے مؤثر کی طرف جانا، دلیلوں سے توحید ایمانی کو قوی رکھنا، جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اس کی تصدیق کرنا، قیامت کا خوف کرنا۔ واقعات کو تقدیر جان کر راضی ہونا اور اس کا اجر حاصل کرنا، ہمیشہ ذکر میں رہنا، جان و دل سے عادات میں احسان کے مرتبے کو لازم جاننا۔ دل میں جہاد کی پکی نیت کرنا، اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر توکل قناعت تسلیم، تفویض اور اعتبار کر کے خوف اور رضا کو کام میں لا کر درستی کے لئے تیار رہنا۔ الٰہی ماموارت اور اکابر دین کی پسند کردہ باتیں ہیں کہ جس شخص کو امور دینی میں ظاہر میں، یا باطن میں کمی ہو، وہ قصوروار ہے۔ تمام اُمّت اسی طریق کے لئے مامور ہے۔

لوگوں نے کثرت، اذکار اور ریاضتوں میں مشغول رہنے کے سبب خیال میں اُسے وحدت وجودی مقرر کیا ہے۔ یہ نیّت پر موقوف ہے، ان غالب مذاہب میں وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ شرع کی بنا ر غیریت پر ہے۔ اور ذاتی و دائمی تجلیات کے عالی مقامات میں جس درجے پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہنچے ہیں۔ حالات ان اکابر سے کچھ معلوم نہیں۔

ہم امام العلماء والمحققین مولانا حضرت مجدد صاحب کا اتباع رکھتے ہیں۔ آنجناب کو جو بارگاہ الٰہی جو رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کے صادق قول کا قبول کرنے والا ہے، معارف مرحمت ہوئے۔ آپ نے عالموں اور داناؤں پر وہ معارف ظاہر کر دیئے، تقلید اور وہم کے موافق بات کرنا قابل اعتبار نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و نکات

حضرت مولانا مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے توحید کے رسائل اپنے والد بزرگوار مولانا شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شیخ عبدالقدوس سے پڑھے ہیں۔ اور یہ معرفت حاصل کی ہے۔ اور پھر شیخ المشائخ حضرت باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ کی محبت تلقین

اور تربیت کے ضمن سے وہ معرفت عیان اور شہود میں بدل گئی۔ اور ذاتی تجلیات کا غلبہ بہت حضرت شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا۔ اور اس سے معرفت کے علوم اور اسرار بہت حاصل ہوئے۔ اور ان کا ظن مغلوب ہوگیا۔

پھر عنایت الہٰی اور حضرت خواجہ صاحب کی توجہات سے مجھے بہت ترقیاں نصیب ہوئیں۔ اور مذکورہ بالا معرفت کے علاوہ اور معرفت حاصل ہوئی۔ اور وہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی وحدت شہود اس معرفت کے اثنا میں ممکنات کے آئینوں میں غیریت باقی ہے۔ آئینہ آفتاب کی شعاعوں سے پر ہو جاتا ہے۔ اور اس میں سورج کی ٹکیہ اور حرارت دونوں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس حالت میں کہ سورج میں ہی ہوں تو بلحاظ فرض آفتاب کے انعکاس اور طبقات کے اسے کاذب نہیں کہہ سکتے۔ لیکن پھر بھی اس میں آئینے کا وجود باقی ہے۔ یہی آئینے کی غیریت ہے۔ معرفت اولیٰ کی آفتاب سے اتحاد کرنے سے لطیفہ کی سیر میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہ جست سکر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس معرفت والا سکر سے معذور ہے۔

لطائف فوقانیہ اور پردائے کی سیر میں قلب اور معرفت ثانیہ پیش آتی ہے۔ سکر صحو سے مبدل ہو جاتا ہے۔ پھر عنایت الہٰی کے جذبات سے ترقی ہوتی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے مذاق کے موافق مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور توحید وجودی کا جو تجلیات افعالی کے سیر میں ظاہر ہوتی ہے، اور توحید شہودی کا جو تجلیات صفاتی کی سیر میں ظاہر ہوتی ہے۔ نشان تک نہیں رہتا۔ ان معنوں سے تجلیات دائمی میں فروگذاشت کرنے سے عبودیت، و ذل عبدیت حاصل ہوتی ہے۔

صوفیوں کے تخیلات پر کم اعتقاد کرنا، شرعی طریقے کے خلاف ہے، کہ علماء کی مقرر کردہ اعتقادات واجبات سے ہیں۔ تاکہ یہ ٹھیک طور پر حاصل ہو جائے۔

آئینوں کے جو معانی انبیاء علیہم السلام کے مذاق کے موافق فرمائے ہیں، انہیں غلبۂ اوہام کے موافق تاویل سے خیالات میں لانا ہرگز جائز نہیں۔ وحدت شہود کو وحدت

وجودی سے مطابقت دینا اور اسے اس معرفت کے تابع بنانا۔ یہ ملکہ علمی کی قوت کسی خاص مقام سے ناشی ہوتا ہے، اور معرفت کسی اور مقام سے حاصل ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتیں۔

توحید وجودی تو تصفیہ قلب کی سیر میں ہے اور توحید شہودی لطائف فوقانی کی سیر میں حاصل ہوتی ہے۔

کہ جس شخص کو مولانا حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کی تمام مقامات حاصل ہوں۔ اور وجدان صحیحہ اور علم صحیح بھی اُسے حاصل ہو۔ اس کے لئے ذاتی اور دائمی تجلیات میں ان دونوں کا اثر تک نہیں رہتا۔ اور سوائے عبودیت اور عبدیت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ظاہر ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ سے محض نسبت رکھنا ہی اس طریقہ کے انوار سے مذکورہ بالا بلند معارف کو نہیں پہنچا سکتا۔ ظن اور تقلید کی بات معتبر نہیں ہو سکتی۔ صوفیوں کے طریقہ کی غرض یہ ہے کہ باطنی فیض اور قلبی کیفیتیں حاصل ہو جائیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو کسی اور جگہ بیعت کرلے۔

نقل ہے کہ دین کے بزرگوں اور حق الیقین کے طالبوں نے محبت کے غلبات کے سبب ترک تجرید اور کثرت ریاضات اور اذکار کو اپنا طریقہ بنا کر مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے موافق لذات نفسانی سے ہاتھ اُٹھایا ہے۔ اور اپنی فنا، اور بقا، حق کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اخلاق سے بڑا قوی تخلق کرکے اس معرفت کو جو سکر محبت ہے حاصل کیا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں جو انہوں نے رسالے لکھے ہیں، اور اپنے مقصود کے موافق بطور تاویلات آیات پیش کی ہیں۔ اور اس معرفت کے سبب کہ دوست کے ساتھ ایک ہو جانا بندگی سے بہتر ہے۔ غیرت شوری جہان میں برپا کی اور مغلوب لوگ محبوب کے دھن استہلاک کو پہنچ کر از خود رفتہ

ہو گئے ۔ اور لاچیوں سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَ اَنَا اللّٰہ (میرے سوائے کوئی معبود نہیں اور فقط میں ہی معبود ہوں) پر تقویٰ کر کے ہمہ اوست کے نام سے توحید متخیلہ کو رواج دیا۔

ہمارے پیر کو یہ معرفت حاصل ہے، وہ ہمارا مقتدا ہے۔ ہمیں اس کی پیروی کرنی لازمی ہے۔ پیر اول جو انبیاء کا پیر اور پیشوا ہے، وہ عنداللہ منظور ہے اگر مجددیہ فوقانی لطائف پر پہنچنے والی معرفت میں مستغرق ہوا کرتی تھی۔ تو وہ مجنوں کی طرح اس خیال میں کہ اَنَا لَیلیٰ (میں لیلیٰ ہوں) گرفتار ہو جاتے تھے۔ اگر سیر قلب کی گرفتار ترقی کرتے تھے، وہ اتحاد اور عینیت سے برئیت چاہتے تھے۔ سوائے معرفت معروضہ کے جو جہاں میں مشہور ہے۔ اور ہر زمانے میں موجود ہے۔ یعنی،

اتوں تُوں اُتوں تُوں، توں ہی توں ہیں
توُں ہیں توُں، توں ہی توں ہے، یَلسی

یہ دوسرے علوم کے معارف ہیں۔ اس سے صرف عارفوں کے ارواح اور قلب مستفیض ہوئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے مذاق اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا (اے پروردگار! مجھے حق کے موافق واقعی کیفیت دکھا۔ کہ جسے علما نہیں سمجھ سکتے۔ یہ درویشی کے لئے باعث عار اور ننگ اور سخت حیرانی اور پریشانی ہے کہ دیکھئے انجام کیا ہو۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مُؤْمِنًا وَّ اَمِتْنِیْ مُؤْمِنًا وَّ احْشُرْنِیْ مُؤْمِنًا

(اے پروردگار! مجھے بحالت مومن زندہ رکھ اور بحالت مومن مجھے موت دے، اور میرا حشر بھی بحالت مومن کر۔)

شہنشاہِ نقشبند اور مجدّد الف ثانی کا طریقہ

حضرت غوث الثقلین حضرت شاہ نقشبند اور حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ

عنہم کے طریقوں کا وسیلہ ڈھونڈنا محض اس واسطے ہے کہ لوگوں کو ایمان کا ثبوت بدرجہ کمال ہو سے

مصحف دیا برہ دیدہ بدوست
یا پیک اجل خندہ زناں بیرون شد

زندگی کا ماحاصل کیا ہے۔ علم دین اور یاد حق سبحانہ تعالیٰ اور خدا تعالیٰ اور رسول کی محبت اور اس کے اسباب دو ہیں۔

اول علم کے موافق عمل کرنا اور دوسرا ہمیشہ ذکر میں رہنا۔ پس اپنے اوقات کو تحصیل علم اور انفاس کو یاد الٰہی سے آراستہ کرنا چاہیئے۔ رات کے آخری حصہ سے لے کر اشراق کی نماز تک۔ توبہ کرنا چاہیئے۔ اور تہجد کی نماز کے بعد استغفار اور دعائے تلاوت اور ذکر میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اور دو رکعت نماز شکر النہار اور دو رکعت استخارہ ادا کر کے کتاب کا شغل کرنا چاہیئے۔ صرف و نحو کا علم حاصل کرنے کے بعد تلویح توضیح اور علم معقولات قطبی، شرح عقائد، خیالی وغیرہ سے جتنا ہو سکے حاصل کرنا چاہیئے اور علم حدیث اور تفسیر اور علم صوفیہ کی واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور کتاب کے شغل کے وقت ذکر الٰہی کی آگاہی اور یادداشت سے غفلت نہیں کرنی چاہیئے۔

چاشت کی نماز کے بعد تھوڑی دیر سو جائیں۔ پھر زوال کے بعد اگر توفیق ہو تو چار رکعات نماز لمبی قرأت سے ادا کریں۔ اور یہی نماز ہے، جیسے سحر کے وقت بھی ادا کرتے ہیں۔ پھر عصر کی نماز تک، کتاب کا شغل رکھے۔ عصر کے بعد پھر ذکر اور استغفار میں مشغول ہونا چاہیئے۔ نماز شام کے نفلوں کے بعد رات کی چوتھا حصہ تک کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

مرتبہ احسان اور یادداشت اور ہمیشہ حضرت حق کی طرف متوجہ رہنے کے حصول کے لیئے اور دل کو خطرات آئندہ گذشتہ سے محفوظ رکھنے کے لیئے چند مرتبہ خیال

کی زبان سے ذکر کرنا چاہیئے۔

کہ اے پروردگار! تو ہی میرا مقصود ہے، اور تو ہی میری رضا ہے۔ مجھے اپنی محبت اور معرفت عطا کر۔

کلمہ کے یہ معنے ہیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ذوق و شوق کے لئے حبس دم کے ساتھ جہر متوسط مقرر ہے۔

غیر محل اور جاہلوں کی صحبت کے بغیر محبت آمیز اشعار کا سُننا جائز ہے۔

حاجت برآری کے لئے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس کا ثواب اپنے پیروں کی ارواح کو بخشے۔ اور ان کی ارواح مقدسہ کے وسیلے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے۔ اور اپنے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے یاد داشت اور علم دین میں مشغول ہونا چاہیئے۔ دنیا سے نجات پانے اور روگردانی اور موت کے لئے تیار رہنے کو اپنا شعار بنانا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو ادا کرنا اور ساداتِ کبار کی تعظیم اور علماء و فقراء کی عزت کو لازم جاننا چاہیئے کہ اپنے حق کو چھوڑ دینا چاہیئے اور دوسرے کا حق ادا کرنا چاہیئے۔ اور دوسرے کا حق ادا کرنا چاہیئے۔

اور مرنے سے پہلے دنیا ہی سے روگردانی اور موت کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیئے۔

کثرتِ ذکر، توجہ اور نگہداشت اگر حاصل ہو، تو اس کی علامت حق سبحانہ تعالےٰ کی عظمت اور کبریائی سے گھیرے ہوئے سمجھنا چاہیئے۔ اور تقویٰ کا اصلی کام شریعت نبوی کی پیروی ہے۔ از روئے اعتقاد اخلاق اعمال اور احوال اس بات کی کوشش کی جانی چاہیئے کہ ترک تجرد، توکل، تسلیم اور رضا، متابعت مصطفوی ملکہ اور عادت ہو جائے۔

اللہ تعالےٰ اس عمر ضائع کردہ کو اور آپ کو اس عمل کی توفیق عطا کرے۔

نقل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت نہیں کرنی چاہیئے اور اپنے مذہب کو دوسرے مذہب پر فضیلت نہیں دینی چاہیئے۔ اور مشائخ عظام کو ایک دوسرے سے افضل خیال

نہیں کرنا چاہیئے۔ اور سُنّی اور شیعہ کے عقائد کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور سماع نہیں سننا چاہیئے۔ کیونکہ صوفیاء کرام کی اس بارہ میں مختلف رائے ہے۔

نقل ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ ۔ دین نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ اس لئے میں بھی اپنے دوستوں کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ اس میں سُنّت کی پیروی اور بدعت، سے کنارہ کشی لازم ہے۔ اگرچہ وہ بدعت مفید ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے وصیت کرتا ہوں کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی کہ یہ سنت کے موافق ہے۔

اس آیت شریف اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ (آج تمہارے لئے تمہارا دین میں نے کامل کر دیا) کے مطابق دین متین نے کمال پالیا ہے۔ پس عقائد اعمال اخلاق اور احوال اور درد اور ہمیشہ کی تسکین انوار اور کیفیات باطنی طالب کے باطن پر پرتو فگن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے نسبت حاصل کرنے کے لئے انہیں معاملات کا صدق جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے مروی ہیں کافی ہیں۔

طاعت واعمال میں محنت شاقہ یعنی اعمال جوگیہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس یادداشت کی نسبت حاصل کرنا لازمی ہے، جسے صحابہ کرام کے طبقہ میں مرتبۂ احسان کہتے ہیں۔ اور صوفیاء اسے ہمیشہ کی آگاہی حضور شہود اور مشاہدہ کہتے ہیں کہ جس سے دل کو اللہ تعالےٰ کی طرف بسیط پیدا ہوتی ہے۔ یہ توجہ اکثر اوقات مجمل طور پر ہوتی ہے۔ اور کبھی مفصل ظاہر ہوتی ہے۔

چنانچہ ممکنات کا ہر ایک ذرہ شہود حق کے لئے آئینے کا کام دیتا ہے۔ جس وقت توجہ اور آگاہی بغیر کسی اور خیال کے ہو یا قلبی کیفیتوں میں سے کوئی کیفیت پیدا ہو، تو اس حالت کو اندراج نہایت در بدایت کہتے ہیں۔ اور جس وقت حضور چھپی ہوئی توجہات کا احاطہ کرے تو پھر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ نسبت نقشبندیہ

سے مراد بھی یہی حضوری مع سمت ہے۔

حدیث شریف: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ (میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پورا کروں۔)

پس سالک کو اپنے حال کی طرف دیکھنا چاہیئے۔ اگر اس میں کوئی رذیلہ صفت غالب ہو تو نفی اثبات سے اس کو دور کرنا چاہیئے۔ مثلاً اگر حسد کو دور کرنا ہے، تو اس طرح سے کہے لَآ اِلٰهَ (نہیں ہے مجھ میں حسد مگر الٰہی) چند ہی روز میں ذکر الٰہی کی برکت سے حسد زائل ہو گیا۔

اسی طرح تمام بری صفتیں ذکر کے انوار سے پوشیدہ ہو جائیں گی۔ اور ممکن ہے کہ جب ذکر اور یاد الٰہی تمام بدن کو ظاہر اور باطن میں گھیر لے تو خود بخود بری صفات زائل ہو جائیں گی۔

رذائل حسب ذیل ہیں،

حسد، بخل، تکبر، کمینگی، مرتبے کی محبت، کبر، ریاء، خود پسندی، غیر سے تعلق رکھنا، حرص، طمع، خواہش، بڑی بڑی امیدیں کرنا، فضول کلامی، پس گوئی، عیب جوئی، لا یعنی باتیں کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سے پرہیز واجب ہے۔

نقل ہے کہ اللہ تعالٰے کے اخلاص سے متخلص ہونا مامور ہے۔ پس تہذیب اخلاص کرنی چاہیئے۔ اور نیک اخلاص سے موصوف ہونا چاہیئے۔

خلق ایک ملکہ ہے، جس سے نیک کام اور پسندیدہ آداب اور رزائل سے پرہیز اور بغیر تکلف کے نیک اخلاق کی پابندی حاصل ہوتی ہے۔

حسن خلق حسب ذیل ہیں،

قول و فعل میں لوگوں سے ڈرنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، اور اعلیٰ اور ادنیٰ سے بین دین اور حقوق اور ترک وغیرہ میں نرمی اور صلح کرنا، ان میں ایک حلم اور تواضع

ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ نظر ہمیشہ نیک کام پر رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ ہی نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی رزق دیتا ہے۔ اور وہی حفاظت کرتا ہے۔ اور اسی سے وہ قائم ہے۔ ممکنات پر نظر کرنا واجبات سے ہے۔ اور شرع کے موافق حفظ مراتب واجب ہے۔

نصیحت و شفقت گنہگار کو شفقت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ معذور ہے۔ اور چونکہ وہ نفس اور شیطان کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔ اس کے لئے استغفار کرنے چاہیئے۔ اور توجہ کرنی چاہیئے۔

خلوت میں امر معروف کے بجالانے میں قبولیت کا احتمال ہو سکتا ہے۔

موافقت، جو کام شریعت اور طریقت کے موافق ہو، اس میں رفیقوں سے موافقت کرنی چاہیئے۔ اور جو ان کے برخلاف ہو اس سے کنارہ کشی لازم ہے۔ اور ہمیشہ اس بات کو مدّ نظر رکھنا چاہیئے کہ بذریعہ احسان دلوں سے دکھ درد دور کیئے جائیں۔

مدارات، لوگوں کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کرنا، اور انہیں تنگ نہ کرنا۔

ایثار، اپنے عزیز کی خاطر کو اپنے سے مقدّم سمجھنا، اور نفع پہنچانا۔

اُلفت، دوستوں سے رابطہ پیدا کرنا۔ اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے اس سے ملنا۔

بشاشت، خندہ پیشانی سے لوگوں سے پیش آنا۔

کرم وعطا، بغیر سوال کرنے کے لوگوں کو کچھ عنایت کرنا یا بخشنا۔

مروّت، پاس خاطر کرنا اور ایسی چیز سے پرہیز کرنا کہ جس سے کسی کا دل دُکھے۔ اگرچہ اس میں اپنے آپ کو تکلیف ہی پہنچے۔ ؎

اگر مردی اَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَاءَ

(اگر تو مرد ہے تو جو تجھ سے بُرائی کرے، تو اس سے نیکی کر۔)

تودّد، تلطّف، تفقّد، اس بات کی جستجو کرنا، کہ کوئی شخص کس حالت میں ہے۔ اور پھر اس کی مدد کرنا، اور اس کی رعایت کرنا۔

مودّت: ہمیشہ نیک آدمیوں سے محبت کرنا۔

مجوّد: بغیر سوال کے کسی کو بخشنا۔

عفو: کسی کے گناہ سے درگذر کرنا۔

صفح: کسی کو نہ جھڑکنا۔

سخا: سوال کے بعد کچھ بخشنا۔

حیا: شرم کے سبب حضرت حق سبحانہ تعالٰی یا ملائکہ کرام علیہم السّلام یا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور میں احوال نہ عرض کر سکے یا لوگوں کو اطلاع ہو جانے کے ڈر سے کسی بُرے کام سے باز رہنا۔

وفا: وعدے کو پورا کرنا۔ اگر اس میں غیر کا فائدہ یا کسی سے ضرر رفع ہوتا ہو۔ اور وہ خود ہو سکتا ہو، تو واجب ہے، ورنہ مستحب۔

سکینہ: حکم کے ماتحت ہو کر تسکین رکھنا واجب ہے۔ اور رونا اور آہ و زاری اور داویلا کرنا منع ہے۔ حکم الٰہی پر نظر رکھنے سے دل کو رضاء بالقضاء حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ تکلیف کے سبب سے آہ و زاری زبان سے نکل آتی ہے۔

وقار: سہج اور تمکین سے کام کرنا، اور احکام تقدیر کے جاری ہونے میں اطمینان کو لازم جاننا۔

الثناء والدّعاء: جو نعمت کسی شخص سے تجھے ملے، تو اسے حقیقی منعم یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا فرض سمجھے۔ اگر ممکن ہو، تو اس کا نیک بدلہ دے۔ نہیں تو اس شخص کے حق میں دعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اجْزِہٖ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

حُسنِ ظنّ: نیک ارادوں سے دوسروں کی برائیوں کو نیکیاں خیال کرنا، اور اپنی نیکیوں کو قابل قبول نہ جاننا۔

التغیر: تو اس بات کا یقین کرے کہ نفس شرارتوں کا محل ہے۔ اس سے کبھی

نیکی نہیں ہوسکتی۔ اگر نیکی کا خیال آ بھی جائے تو وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے مستعار ہے۔

استحقار: جو تیری طرف سے ہے، اُسے حقیر سمجھنا۔ کیونکہ شاید نفس نے اس میں بدنیتی، خودپسندی، غرور اور تکبر سے کیا کیا ہے۔ اور جو تیرے غیر کی طرف سے ہے، اس کو بُرا نہ سمجھنا، کیونکہ شاید اس نے اس عمل میں کسی نیک نیت سے کام لیا ہو۔ اور شاید اسے درگاہ الٰہی میں بہ سبب اخلاص کے کیسا مرتبہ حاصل ہو۔

حسن رضی اللہ عنہ کی سند سے عبداللہ ابوالحسن رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے روایت کی، کہ حضرت حسنؓ کے جدّ بزرگوار حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِنَّ اَحْسَنَ الْحُسْنِ الْخُلُقِ۔ (سب سے عمدہ خلق حسن کا خلق ہے۔)

اللہ تعالےٰ ہمیں تمہیں ان اخلاق سے متخلق کرے۔ آمین۔

مقامات: اس سے یہ مراد ہے کہ بندہ جب عبادت کے لئے مستعد ہو تو اسے اپنی غفلت کی حد سے واقف ہونا چاہیئے۔ کہ میں کس کام کے لئے آیا ہوں، اور کس قدر عمر میں نے خراب اور ضائع کر دی ہے۔

توبہ: اس سے مراد گناہوں کا چھوڑ دینا، گذشتہ سے نادم ہونا، اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکّا ارادہ کرنا۔

انابت: غفلت کو چھوڑ کر ذکر میں مشغول ہونا۔

ورع: مشتبہ چیزوں کو ترک کرنا۔ اس زمانے میں جو چیز صریح حرام ہے۔ اس کے ترک کو تقویٰ کہتے ہیں۔ شبہات نے بہت رواج پایا ہوا ہے۔ اور حلال میسر نہیں ہوسکتا۔ جس چیز میں شبہ غالب اور صریح ہو، اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ روٹی کے ٹکڑے اور اتنے کپڑے پر قناعت کرنی چاہیئے کہ جس سے ستر ڈھانپا جاسکے۔

محاسبہ نفس: اس سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ نفس کے لئے لازم ہے، اس کی دیکھ بھال کی جائے۔ آیا کہ جو کچھ مجھ پر واجب ہے، میں اُسے بجا لاتا ہوں کہ نہیں۔

اور وقت ضائع تو نہیں کر رہا۔

ارادت، آرام اور دنیاوی مرادوں کو ترک کرنا۔

زهد، حلال کو ترک کرنا اور گوشہ گیری اختیار کرنا۔ دنیا میں حلال کی طلب کرنا تو سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ لیکن حلال کا بھی ترک کر دینا طالبان حق کے لئے واجب ہے۔

صدق، اس سے یہ مراد ہے کہ ظاہر اور باطن میں قائم رہے۔

تبصّر، مکروہات کو اختیار کرنا، اور کڑوی باتوں کو لے جانا۔

بصبر، غیر کی طرف شکوہ کرنا اور مصیبت میں آہ و زاری۔

رضا، بلاء میں لذت حاصل کرنا۔

اخلاص، معاملات الٰہی سے خلق اللہ کو نکالنا۔ یعنی ان میں دخل نہ سمجھنا۔

توکّل، اللہ تعالیٰ کے وعدوں یعنی ذوق محبت اور نصرت، و معیت، پر بھروسہ کرنا اور ماسوائے اللہ سے طمع اٹھالینا۔

لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کے دلی معاملے ہیں۔ اور حالات اذکار کی صفائی سے دل پر اترتے ہیں۔

اَلْحَالُ نَازِلَۃٌ تَنْزِلُ عَلَی الْقَلْبِ وَلَا تَدُوْمُ۔ (حال ایک اترنے والی چیز ہے، جو دل پر اترتی ہے۔ لیکن ہمیشہ نہیں رہتی۔)

ان میں سے ایک مراقبہ ہے۔

مراقبۃ، اس سے یہ مراد ہے کہ یقین کی صفائی سے مغیبات کی طرف دیکھا جائے۔ اور ممکنات کے آئینے میں فعل الٰہی کے مظاہر کا مشاہدہ کیا جائے۔ کہ اس کے وسط میں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی جمالی صفات حاصل ہوتی ہیں۔ اور انتہا میں مشاہدۂ ذات حق حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی جلوہ گر معلوم ہوتا ہے۔ ملائکہ کرام

اور ارواح کا دیکھنا اتنا معتبر نہیں۔

قرب، ماسوی اللہ تعالےٰ سے دل ہٹا کر ساری ہمت شہود حق سبحانہٗ تعالےٰ میں صرف کرنا۔

محبّت: مکروہات اور مرغوبات میں محبوب کی موافقت کرنا۔

رجا: اللہ تعالےٰ کے وعدوں کو سچا جاننا۔

خوف، دل کو اللہ تعالےٰ کے دبدبے سے ڈرانا۔

حیاء، خوشی سے دل کو روکے رکھنا۔ اس واسطے کہ قرب ان احوال کو چاہتا ہے۔ پس سالکوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جو حالِ قرب میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عظمت دیکھتا ہے۔ اور اس پر خوف و حیا غالب آجاتی ہے۔ اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ جو حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ کا لطف، اور احسان قدیم دیکھتے ہیں۔ اور ان کے دل پر محبّت اور رجاء غالب آجاتی ہے۔

شوق: اس سے یہ مُراد ہے کہ محبوب کے ذکر کے وقت دل کا ہلنا۔

انس، دلی آرام اور اللہ تعالےٰ سے افتخار کرنا۔ اور تمام کام اس سے طلب کرنا۔

طمانیت، مجازی اقتدار کے ماتحت اللہ تعالےٰ سے افتخار کرنا۔ اور دلی آرام کا حاصل کرنا۔

یقین، اللہ تعالےٰ کی مواعید کی دل سے تصدیق کرنی اور شک کو دور کرنا۔

لطائف و مراقبہ کا بیان

لیکن نقشبندیہ طریقہ کے بزرگ ذکر الٰہی اور توجہ کے طریقہ جذب کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں۔ کہ مقامات سلوک کی رعایت کے بعد مجمل وقت ذکر اور توجہ سے معمور رکھنا چاہیئے۔ اور مشاہدہ، شہود اور یاد داشت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور مقامات کا خلاصہ

الٰہ کے طریقہ میں لکھا ہوا ہے کہ ولایت بغیر مقامات سلوک اور جذبہ حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت مجدّد صاحب علیہ الرحمۃ کے طریقے میں دسوں لطیفوں میں سے ہر ایک لطیفہ سے مشاہدہ اور شہود حاصل ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ ذکر میں مبدء فیاض کی طرف توجہ رکھنا ضروری شرط ہے۔ اور نیز معنوں کا لحاظ رکھنا۔

اس لیے مراقبات کے مرتبے مقرر ہیں۔

چنانچہ لطیفہ قلبی کے مراقبہ میں مراقبہ اسم ذات کا ہوتا ہے، جو جامع جمیع صفات کاملہ و منزہ از سمات جمیع نقصانات ہیں۔ اور جس پر ہمارا ایمان ہے۔ پس اس مفہوم کا لحاظ رکھ کر دل کی طرف توجہ کرکے ذکر کرنا چاہیئے۔

اسم ذات کا اشارہ نفی اور اثبات میں إِلَّا اللّٰہ کی طرف ہے: اور اسی کے مفہوم کا لحاظ رکھنا چاہیئے، یہاں تک کہ قرار پکڑ جائے، اور جس وقت اس مراقبہ میں قوت حاصل ہو جاتی ہے، تو جمعیت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جذبات اور واردات آن پہنچتے ہیں، اور ان واردات کو عدم وجود کہتے ہیں۔ اور نیز یہ واردات تواتر سے تواصل پر ختم ہوتے ہیں۔

پھر مراقبہ معیت ہے۔ اس میں اشارہ إِلَّا اللّٰہ کی لا سے یہ ہے کہ اپنی اور نیز تمام ممکنات کی ہستی کو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے معیت رہے۔ یہاں تک کہ معیت الٰہی بصیرت سے جلوہ گر دکھائی دے۔ اور جو مراقبات سیر قلبی کے بعد مقرر ہیں، وہاں پر ذکر توجہ مورد فیض اور اللّٰہ اور إِلَّا اللّٰہ کے اشارات اور جو کچھ کے لحاظ میں ملحوظ ہے، ضروری ہے، اور اس کی مشغولی کا طریقہ یہ ہے کہ،

پہلے استغفار کرے۔ اور پھر مشائخ رحمۃ اللّٰہ علیہم کی ارواح پر جو کہ فیض الٰہی کا وسیلہ ہیں۔ فاتحہ پڑھ کر مرشد کی صورت اپنے دل کے مقابل رکھے۔ اور ذکر کی شرائط سمت صحت الفاظ اور معنوں کا لحاظ رکھ کر اور افتقار کرکے ذکر کرے۔

اس میں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے احسان کا ملاحظہ جس نے توفیق دے کر اپنے ساتھ سرفراز کیا ہے، ضروری ہے۔ اور اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ناقابل خیال کر کے انکسار اور عاجزی کرے۔ اور پھر جس وقت کوئی کیفیت، جمعیت یا بے خودی حاصل ہو تو اسے ملحوظ رکھے۔ اور اگر حاصل نہ ہو تو پھر ذکر کرے۔ اور اسی طرح کرتا رہے۔ یہاں تک کہ وہ کیفیت ملکہ ہو جائے۔ اور ہمیشہ رہے۔ یہی طریقہ ہمیشہ کے حضور اور مشاہدہ سے ملا دیتا ہے۔

اور شرائط سمیت ذکر کرنا مرشد کی صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ مرشد کا ادب بجا لانا چاہیئے۔ اور اس کی خدمت کرنی چاہیئے۔ اور جو کیفیت اور توجہ مرشد کی صحبت سے حاصل ہو اُسے ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور اس کی غیر حاضری میں، اس کی صورت کو بذریعہ مراقبہ دل میں محفوظ رکھنا چاہیئے، جس سے یہ مطلب ہے کہ مبداء فیاض سے فیض کا انتظار لازم ہے کہ مرشد کی طرف توجہ دینے وقوف قلبی اور ذکر میں مداومت کرے۔ اور یادداشت کا ملکہ حاصل ہو جانے اور جہت فوق کی طرف توجہ نہ رہنے کے بعد اگر ساتوں لطیفوں پر با ترتیب مشغول ہو جائے اور ذکر اور توجہ سے ہر ایک لطیفہ پر مداومت کرے تو ہر ایک لطیفہ میں آگاہی یادداشت، کیفیات انوار اور اسرار عنایت الٰہی سے ظاہر ہوں گے۔

ایسے عزیز کی صحبت جو اس کا ہمنشین ہو، اور اس کی صحبت سے اُسے توجہ اور دل کی جمعیت حاصل ہو، یادداشت کی نسبت زیادہ طاقت بخشتی ہے۔

مراقبہ معیت یعنی **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ** (وہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں کہیں کہ تم ہو۔ یعنی تمام ممکنات کے وجود کی نفی اور حق تعالیٰ کے اثبات سے **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ** کا کثرت، ذکر کرنے سے وقوف قلبی، ذوق شوق، استغراق، بے خودی اور آہ و زاری اور گریہ حاصل ہوتے ہیں۔ اور نیز دوسرے حالات بھی میسر ہونے۔ اور توحید وجودی کے اسرار لطیفہ قلبی کے سیر میں ظاہر ہوتے ہیں۔

مجنون عامری نے اپنے مالوفات کو ترک کر کے لیلیٰ لیلیٰ کہا، یہاں تک کہ ہر جگہ لیلیٰ کی صورت کا عکس اسے دکھائی دیا۔ اور بعد میں اس نے اَنَا لَیلیٰ (میں ہوں لیلیٰ) کہہ دیا۔

محبت کے طریقے میں ذکر کی کثرت اور اپنے مرغوبات کی ترک جسے صوفیا نے اختیار کیا ہے، اس راہ میں پیشوا ہے۔ جب کہ مجنون نے ایک فانی چیز کے خیال میں جان دے دی، اور اتحاد کے غلبات کی وجہ سے اس نے اپنے اپنے محبوب سے کمال اتحاد پیدا کرلیا۔ تو ان مدعیوں پر افسوس ہے، جو نہ زائل ہونے والی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور وہ محبت ہر جگہ حسن و خوبی ہے۔ اور الٰہی جمال کی تجلی کا پرتو ہے۔ اس کی طلب کے لئے نہ جانفشانی کرتے ہیں۔ اور نہ اپنے مالوفات و مرغوبات کو ترک کرتے ہیں۔ افسوس صد افسوس!

توحید وجودی کے ظہور سے یہ مطلب ہے کہ ممکنات کے دیکھنے اور پالینے میں عین حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کا وجود نظر آئے۔ اور ممکنات کے وجود ہستی مطلق کے دریا کی لہریں دکھائی دیں۔ اور غیر کے نقوش ہستیٔ مطلق کے صفحہ پر اس طرح دکھائی دیں کہ جس طرح موم کے صفحہ پر نقش کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس قسم کی دید فقط ذکر نفل عبادت، اور ریاضت کی کثرت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور خیال اور وہم سے وہمی توحید پیدا کرلینا شرع شریف میں منع ہے۔ اس عمل کی شامت سے شریعت نبوی کی پیروی میں سستی آجاتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ خطرناک باتوں کا بھی ارتکاب کرنے لگے۔ معاذ اللہ۔

واضح رہے کہ ایک ملحد اپنے آپ کو موحد خیال کر کے بھنگ پیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ مجھے اس کام سے کوئی مذہب نہیں روک سکتا۔ کسی بزرگ نے اس کے جواب میں کہا کہ شاید تو مذہب محمدی سے مخالفت کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہوگیا، اور

اسے کچھ جواب نہ بن آیا۔

ایسے ادیبوں کا بھی حال ہوتا ہے کہ اپنے تئیں صلح کل اور سب مذہبوں سے ہمرنگ بنا کر اپنے گھر میں ہی بیٹھے یہ سبق دیا کرتے ہیں کہ ہمیں حق تعالیٰ کے ظہور دکھائی دیتے ہیں۔ اور ہم انہیں سنتے ہیں۔ معاذاللہ۔

شرع شریف کی اس قسم کی بے حرمتی متقدمین میں سے تو کسی نے بھی نہیں کی۔ ہاں البتہ بندگان دین ذکر، مراقبہ اور عبادات کی کثرت کے سبب ضرور اُن اسرار تک پہنچے ہیں۔ اور پھر انہوں نے یہ اسرار جاہلوں سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ اگر اُن سے ایسا ظہور میں آئے تو قابل اعتبار بھی ہے۔

جب ذکر اور توجہ کی کثرت سے محبت غلبہ کرتی ہے تو یہ توحید حاصل ہوتی ہے اور اُس توحید سے احوال قلبی حاصل ہوتے ہیں۔ ہر لطیفے کی سیر میں ایک خاص قسم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

کمالات نبوت، حقائق الٰہیہ اور حقائق انبیا علیہم السّلام کی نسبتوں کی کیفیتیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ شاید ہی کسی کو یہ سب ملی ہوں۔ ہر ایک شخص کسب مرد میدان ہوسکتا ہے۔ مجھے تو صرف ان حالات پر تقویٰ کر لینا کافی ہے۔ ؎

گر ندارم از شکر جز نام بہر

زاں بسے خوشتر اندکام زہر

وحدت توحید وجودی لطیفہ قلبی کے سیر کی مقتضیات سے ہے۔ اور توحید شہودی لطائف فوقانی کے سیر سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان دونوں کی مطابقت ان کے حاصل کئے بغیر بہت مشکل ہے۔ وہ معرفت کسی اور مقام کی ہے۔ اور وہاں پر اور ہی قسم کے حالات اور واردات پیش آتے ہیں۔ دونوں کے حال احوال، اسرار، دید اور ریاضت ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اور جو لوگ ان کو ملا لیتے ہیں، ان پر بڑا تعجب

ہے۔ لیکن جو کچھ معرفت فرماتے ہیں تو اسے جاہل ادراک نہیں کر سکتے۔

وصیت، واضح رہے کہ مولانا حضرت مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کی تمام نسبتیں مع کیفیات، حالات اور ان کے علوم جو ہر مقام حال ذوق اور اسرار جدا جدا رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت نایاب ہیں۔ یہ عالیہ نسبتیں آنجناب کے فرزندان اور آپ کے بڑے بڑے خلفاء میں جلوہ گر تھیں۔ اور آنجناب کے صاحبزادہ صاحب حضرت مولانا زبیر ختم المشائخ تھے۔ اور ہمارے مرشد صاحب ان بلند مقامات کے جو حضرت مجدد صاحب کے لیے مخصوص ہیں، خاتم تھے۔ اور ان دونوں بزرگواروں نے طریقہ احمدیہ کی انتہا تک سلوک کیا ہے۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

واضح رہے کہ سیر و سلوک کا حاصل کرنا، جو صوفیاء کا معمول ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے رنگا جانا رزائل کو دور کرنا، نیک خصائل کو حاصل کرنا اور انوار اور کیفیتوں سے جو مقامات جذبیہ میں پیش آتے ہیں، منور ہوتا ہے۔ اور جس شخص کو فنا اور حالات قویہ کا کوئی مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور اس کی بشریت کو جمعیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی محبت بہ نسبت خلق کی محبت کے اس کے دل پر غالب آگئی۔ اور عمدہ پر اُسے، تسلیم، رضا، توکل اور صبر کو بہم پہنچایا ہے۔ وہ بے شک اس شخص کی نسبت افضل اور اشرف ہے۔ اور جسے یہ باتیں حاصل نہیں۔

اے پروردگار! جس سے تو محبت کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے وہ چیزیں ہمیں نصیب کر۔

واضح رہے کہ کیفیات کے تاریک ہو جانے اور فیض باطنی کا یہ علاج ہے، کہ تلاوت کی جائے، اور نماز کمال خضوع اور خشوع سے ادا کی جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں اعمال کی وجہ سے ہمیشہ خوش رہتے تھے۔ اور اوران کا یہ معمول نہ تھا کہ قصیدوں اور اشعار کی مجلسیں منعقد کریں۔ اگر کوئی ایسا کرتا تھا، تو اُسے طعنہ دیا کرتے تھے اور ملامت کیا کرتے تھے۔

نغمہ کے سننے میں صوفیوں کا اختلاف ہے۔ مولانا حضرت ابوالحسن شاذلی، اور مولانا حضرت حماد دباس سخت انکاری تھے۔ لیکن تاہم بغیر مزامیر اور مجلس منعقد کرنے کے خلوت میں محبت آمیز اشعار کے سننے میں کچھ مضائقہ نہیں خیال کرتے تھے۔ مولانا حضرت شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ نہ ہم کرتے ہیں۔ اور نہ ہم اس سے انکاری ہیں۔ اس واسطے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ کام نہیں ہے۔ اور ہم بزرگوں کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔

مولانا مجددیہ نسبت میں نغمے کے سننے کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہاں قرآن مجید کے سننے سے جو کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ دل کی صفائی اور جمعیت اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بڑھتی ہے۔ اور نغمہ اور تار سے اہل قلب کو ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اور مولانا حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک میں بانسری وغیرہ ہرگز استعمال نہ ہوتی تھی۔ اور کبھی اہل غفلت کا مجمع نہ ہوا تھا۔

فوائد الفواد اور سیرالاولیاء میں اس طرح لکھا ہے کہ ذکر جہر متوسط اور غمگین آواز سے اگر باطنی گرمی اور ذوق وشوق کے لئے کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کہ جس وقت کشش دل میں پیدا ہوتی ہے بے اختیار غم اور ذکر کی آواز بلند ہوجاتی ہے۔ اس قسم کا جہر ہرگز منع نہیں۔ ذکر جہر کے لئے حبس نفی اور نفی اثبات جو گرمی اور دل گدازی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں بمنزلہ دواء ہیں، جو سستی اور کاہلی کو دور کرتی ہیں۔

حضور پر نور کے صحابہ کرام کے ساتھ عقیدہ درست رکھنا چاہیے

واضح رہے کہ سلف صالحین مثلاً حضرت مولانا غوث الثقلین اور حضرت مولانا مجدد صاحب رضی اللہ عنہما کے عقاید کی پیروی کرنی چاہیئے۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ وسلم کے اصحاب کی شان میں اختلاف نہیں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ جنہوں نے کامل درجہ کی تہذیب حاصل کی اور نفسانیت سے بالکل پاک ہوگئے۔ اور ان واقعات میں ان کی نیت بالکل نیک تھی۔ اگر ایسا نہیں تو لازم آتا ہے کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پاک نے اس جماعت میں جنہوں نے اپنا مال و اسباب اور جان تک خدا اور رسول کی راہ میں خرچ کر دیا، اور جن کی تعریف قرآن مجید میں جا بجا ہے، کچھ اثر نہ کیا۔ اور یہ کہ دنیاوی محبت اور مرتبے کی محبت اُن کے دلوں سے نہ گئی۔

بس ہم پسماندوں کو کیا توقع ہوسکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق، اعمال اور عقائد، خدا اور رسول کی کلام مبارک اور اہل بیت نبوت کے مناقب میں کفر اور فسق کریں۔ ایسا کرنے سے معاذ اللہ دین سے اٹھ جاتا ہے اور جو نیتیں کافروں اور فاسقوں کی تھیں، اُن پر کچھ اعتبار اور وثوق نہیں ہوسکتا۔

حضرت امیر اپنے وقت میں امام بحق اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق نائب تھے کہ اُن کی نسبت مخالفوں کو شبہ ہوا۔ اور وہی شبہ مصر اور شام والوں کی لعنت کا موجب ہوا۔ اور فساد برپا ہوا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایک تھے۔ چنانچہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ان کی شان میں وارد ہے۔ رُحَمَاء صفت مشبہ کا صیغہ ہے کہ جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس آیت شریف سے ان کی باہمی دوستی اور یگانگت ثابت ہوگئی۔

اور نیز اصحاب کے بارے میں وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وارد ہے۔ اور نیک

وعدہ صرف نیکوں کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ ان سب کو حضرت جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک صحبت اور قرابت کا شرف حاصل ہونا ثابت ہے۔ اس لئے ان واقعات کی حرص نہ کرنا اور چپ رہنا واجب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم عرب کے قبیلوں سے ناطہ رشتہ اور قرابت رکھتے تھے۔ اور آنحضرت جناب کی تلقین ان سے ثابت ہے۔ اور اس لئے سب پر فضیلت بھی آپ کی ثابت ہے۔ اور اس لئے ان اکابر کا پاس ادب لازم ہے۔ اور جن میں محبت کا غلبہ حفظ مراتب میں گویا ہوا ہے، ایک مذہب کو دوسرے مذہب یا ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد یا ایک طریقے کو دوسرے طریقے پر ترجیح دیتے وقت فضولی کو کام میں نہیں لانا چاہیئے۔ کیونکہ ان سب کی نیتیں نیک تھیں۔ اور ان کا ارادہ محض سنت نبوی علیہ التحیۃ والثنا اور رضا رالٰہی کی پیروی اور تحقیق کرنے کا تھا۔

کسی مسلمان کو حقیر جاننا اور اس پر نکتہ چینی کرنا، اپنے مرتبے کو زیادہ سمجھنا بالکل فضول ہے۔ اس سے بالکل کنارہ کشی کرنی چاہیئے۔ بلکہ لازم ہے کہ اپنی ہستی کو عدم خیال کرے، اور کمالات کو اصل سے پیوند دے۔ اور اپنی نیکیوں کو قبولیت کے لائق خیال نہ کرے۔ اور اپنی برائیوں کو پہاڑ کی طرح اپنے سر پر سمجھے اور دوسروں کی برائیوں کو نیک تاویل سے خیال کرنا چاہیئے۔ اور روزمرہ کے واقعات کو ارادہ الٰہی کے موافق سمجھ کر چون و چرا نہیں کرنی چاہیئے۔ اور نہ کسی سے بحث اور جھگڑا کرنا چاہیئے۔

اس قدر جھگڑا بھی دلوں کو ناراض کر دیتا ہے کہ مخالف کہے کہ بات اس طرح ہے، اور تو کہے کہ نہیں، اس طرح ہے۔ بلکہ اگر پھر وہ کہے کہ نہیں، یہ تو اس طرح ہے، تو تجھے کہنا چاہیئے کہ ہاں اب میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹھیک اسی طرح ہے۔ میں غلطی پر تھا۔ صرف اتنی بات کہنے سے نہ تکرار ہوگی، نہ فساد برپا ہوگا۔ اور نہ ہی دل ناراض ہوں گے۔

اور اہل معرفت کا طریقہ بھی یہی ہے۔

حضرت خواجہ گنج شکر کی خدمت میں چند درویشوں کا حاضر ہونا

منقول ہے کہ ایک دفعہ چند درویش مولانا حضرت گنج شکر قدس اللہ سرہ کی خدمت مبارک میں آئے کہ ہم آپس میں کشیدہ خاطر ہیں۔ اور آپ ہمارا قصہ سُن لیں، اور فیصلہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں اس بات کے سننے کا دماغ نہیں۔ تمہارا فیصلہ مولانا بدرالدین اسحاق اور بابا نظام الدین کریں گے۔ پھر وہ درویش ان دونوں بزرگواروں کے پاس گئے اور بیٹھ کر جس بات پر جھگڑا تھا، بیان کی۔

ایک نے دوسرے کو کہا کہ آپ نے اس مقدمہ میں یوں ارشاد فرمایا تھا۔

دوسرے نے کہا کہ آپ نے یوں فرمایا تھا۔

اہل منازعت نے بڑے حسن ادب سے کلام کیا۔ جسے سن کر سلطان المشائخ اور مولانا بدرالدین صاحب دونوں روئے۔ اور فرمایا کہ جب حالت نزاع اور ناخوشی میں تمہارے کلمات سب ادب و تعظیم سے پر ہیں، تو خوشی کی حالت میں کس قدر ایک دوسرے کی رعایت کرتے ہونگے۔ اور انہوں نے حضرت گنج شکر کے حضور میں عرض کی کہ یہ عزیز تربیت کے لئے آئے ہیں تاکہ درویشوں میں سخت کلامی اور خصومت نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ بزرگوں کی تابعداری فرمائے۔

واضح رہے کہ نماز کو اول وقت میں جماعت کے ساتھ بڑی طمانیت، رکوع سجود قومہ اور جلسہ کی رعایت سے ادا کرنی چاہیئے۔ اور قومہ جلسہ بعض کے نزدیک فرض ہیں۔ اور بعض کے نزدیک واجب۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کبھی کوئی نماز بغیر قومہ اور جلسہ کے ادا نہیں کی۔ جو جان بوجھ کر ترک کرے۔ اسے پھر نماز ادا کرنی واجب ہے۔ اگر بھول کر رہ جائے تو

سجدہ سہو بجا لائے۔ اور اہل سنّت و جماعت کے عقائد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سنّت کو حقیر سمجھنا کفر ہے۔

ہر مہینے کے تین روزے رکھے۔ اور عرفہ اور عاشورے کے روزے رکھے۔ اور پندرہ ماہ شعبان کا روزہ سب حدیث سے ثابت ہے۔ اور شوال کے روزے، جن کی تعداد چھ منقول ہے۔

روزے کی حالت میں غیبت، جھوٹ، طعن، فضول کلامی سے احتیاط کرنا ضروری امر ہے۔ نہیں تو روزہ قابل ثواب نہیں ہوسکتا۔ کہ وہ احمق ہے، خواہ مخواہ جو بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ اور ان باتوں سے روزہ برباد کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک کسی کی چغلی کرنے سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مذہب ہے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آزاری کو دوبارہ وضو کرلینے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ مسہلی کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

واضح رہے کہ توجہ اور جمعیّت کی نسبت کا فی سری اعتماد بغیر حاصل ہونا محال ہے۔ اعمال کے نور کا باطنی اطمینان پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ باطن توجہ اور عظمت سے آراستہ اور باہر نیک اعمال اور اخلاق سے آراستہ کرنا بہت اچھی بات ہے۔ اور یہ ایک قسم کا کمال ہے۔ پس لازم ہے کہ تو بھی اِن اعمال اور اخلاق کو جو آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے صحیح حدیثوں میں ثابت ہے لازم جانے اور ویسا ہی کرے، تاکہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلسنّت کہلانے کا مستحق ہو۔

فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ يُطِيْعُ

(محبّ جس سے محبت کرتا ہے، اس کی تابعداری کرتا ہے۔)

حضرت شاہ نقشبندؒ نے قرآن و حدیث کے خلاف کوئی عمل مقرر نہ کیا

حضرت مولانا خواجہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقے میں اوراد و اعمال مقرر نہیں کئے۔ بلکہ جو کچھ حدیثوں سے ثابت ہوا ہے، اسی کو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے قرب و محبت کے حصول کا وسیلہ سمجھا ہے اور اسی کی پیروی کی ہے، اور تجھے بھی اسی کی پیروی کرنی چاہیئے۔ اور تمام حرکات و سکنات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیئے۔ فرائض اور سنت کے ادا کرنے میں خدا تعالےٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیئے۔ کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں، وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجھ پر فرض ہے۔ اور حضرت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی پیروی کر رہا ہوں۔

مندرجہ ذیل باتوں میں بھی حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیئے۔ دوستوں کی زیارت کرنا، ایک دوسرے سے بدلہ لینا دینا۔ اور کھانے میں گوشت کدو، سرکہ، مٹھائی اور پینے میں دودھ اور سرد پانی اور غسل، پوشاک میں پیراہن، قمیص، چادر سبز اور سرخ حُلّہ جسے علمائے حنفیہ نے مفید تحقیق کیا ہے۔

یہ عبادات اتباع کی نیت سے کرنی چاہیئے۔ اس سے ایمانی نور زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مندرجہ بالا سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم سے ثابت ہے۔

اور نماز تہجد و اشراق و چاشت و اوّابین، سنّت عصر اور عشاء کی سنّت کے بعد چار نفل پڑھنا۔ اور وتروں کے بعد نفلوں میں بیٹھ کر سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ اور قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کا پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

تہجد کے وقت کے بعد قرآن مجید کی تلاوت بہتر ہے۔ اور کلمہ تمجید اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سو سو بار اور سوتے وقت درود شریف اور استغفار کا پڑھنا حدیث شریف میں وارد ہے۔

صبح شام اور سوتے وقت کی تمام دعائیں جتنی کر سکے، صحیح حدیثوں سے دریافت کر کے ان پر عمل کرے۔ اور ان سب اعمال میں حضرت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پیروی کی نیت رکھے۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف باطنی توجہ رکھنا۔ اس طریقے میں معمول ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ حق سبحانہ تعالیٰ سے آگاہی رہے۔ اور توجہ اور باطنی حضور کے حاصل ہو جانے کے بعد تمام افعال کا صادر ہونا فاعل حقیقی کی طرف سے جاننا چاہیئے۔

ے تو درد گم شو وصال ایں است و بس
تو بکمالش اصلاً کمال ایں است و بس

اپنی طاقت اور قدرت کو چھوڑ کر اپنی تدبیر اور اختیار کو کارسازِ حقیقی کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ اور یہی مراد ہے، جیسا کہ اس مصرعہ سے ظاہر ہوتا ہے:

تو مباش اصلاً کمال ایں است و بس

اور ہر وقت ہر کام میں حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تابعداری کی نیت کرے۔

توجہ دو قسم کی ہے۔ پس تجھے لازم ہے کہ ان دونوں قسم کی توجہ کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھے۔ اور ان دونوں قسم کی توجہ کو لازم جانے۔

اولیائے کرام کی تصنیفات کے مطالعہ سے محبت پیدا ہوتی ہے

جو شخص ذکی اور فارغ ہو تو صرف ونحو، کافیہ، منطق قطبی تک، علم کلام، فقہ اور اصول پڑھے۔ اور علم حدیث اور علوم صوفیا، جو آداب واخلاق اور مقامات سلوک کے بارے میں مختلف رسالے لکھے گئے ہیں، جیسا کہ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں مذکور ہے۔ اور دوستان حق سبحانہ تعالیٰ کے دوستوں کی سیر کی کتابیں وغیرہ پڑھنے سے تہذیب

نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ لیکن حقائق کے رسائل کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جو شخص طریقہ میں کوشش، مجاہدہ اور کثرت ذکر کرتا ہے، اس پر اسرار اور معارف خود بخود عیاں ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر اولیائے کرام نے زہد اور عبادت نافلہ کے طریقے کو لازم پکڑا ہے، اور انہیں غلبات احوال اور کیفیات بمقدار کثیر حاصل ہوئیں پھر بھی اسرار و معارف کے بارے میں انہوں نے خاموشی اختیار کی ہے۔ اور یہ طریقہ سب سے زیادہ سلامتی والا ہے۔

مولانا حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ کے مطالعہ سے حضرت حبیب خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی توفیق سے دل وجان کی روشنی اور معارف کی تحقیق حاصل ہوتی ہے۔

وصیت

واضح رہے کہ درویشی کا طریقہ محبت کی راہ ہے۔ اور محبت ایک جان کو جلانے والا شعلہ ہے۔ جو محبوب کے سوا سب کو جلا دیتا ہے۔ اور محبت ہمیشہ کے ذکر، خلوت تنہائی اور آرزؤں کے ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب

حضرت خواجہ صاحب باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیخ احمد ایک ایسا آفتاب ہے کہ ہمارے جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں ماند ہیں۔ آج ان جیسا دنیا بھر میں کوئی نہیں۔ پہلے چند ایک شخص ان جیسے اس امت میں ہو گزرے ہیں۔ اور وہ اس زمانہ میں اکمل محبوب ہیں۔ اور انہیں کے وسیلے مجھے آخرکار یہ بات معلوم ہوئی کہ توحید کا کوچہ تنگ ہے۔ شاہراہ اور ہی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کے خلیفے حسام الدین احمد نے پیغمبر صاحب صلی اللہ تعالےٰ

علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم آپ کی مدح کر رہے ہیں۔ اور حضرت میر محمد نعمان نے واقعی دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ،

"جو شخص شیخ احمد کا مقبول ہے، وہ ہمارا مقبول ہے۔ اور جو شیخ احمد کا مردود ہے، وہ ہمارا بھی مردود ہے۔"

اور شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ چار سو سال بعد ایک شخص احمد نام کا پیدا ہوگا، جس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کے آثار ظاہر ہوں گے۔ اور اس بات کو ساری خلقت دیکھے گی۔

یہ خوشخبری آپ ہی بابت دی گئی تھی۔ کیونکہ احمد جام کی وفات چھٹی صدی میں ہوئی۔ اور آپ کا ظہور ایک ہزار سات ہجری میں ہوا۔ اور اسی طرح دوسرے اکابر نے بھی آپ کے ظہور کی بشارت دی ہے۔

چنانچہ برکاتِ احمدیہ اور حضرات القدس میں مفصّل لکھا ہے، کہ آپ تین مرتبہ سرہند شریف سے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت مبارک میں پہنچے۔

پہلی مرتبہ آپ کو دولت کمال وتکمیل اور ترقی درجات اور قرب کے حصول کی بشارت دی گئی۔

دوسری مرتبہ ارشاد اور افادۂ طالبان کی اجازت دیکر خلافت کے خلعت عنایت فرمائے۔ اپنے اور بعض احباب کو تربیت کے لئے آپ کے حوالے کیا۔ اور رخصت بت فرمائی۔

تیسری مرتبہ حضرت خواجہ صاحب دو تیروں کے فاصلہ سے آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ اور فرمایا کہ ہندوستان میں آنے کا ہم نے جس وقت ارادہ کیا تھا، تو استخارہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک شیریں سخن طرح دار طوطی میرے ہاتھ پر آ بیٹھی

ہے۔ وہ طوطی آپ ہی ہیں۔ اور جس وقت میں سرہند کے قریب پہنچا، تو واقعی میں نے دیکھا کہ مجھے کہہ رہے ہیں کہ تو قطب زماں کے پاس ہی آملا ہے۔ اور اس کا حلیہ بھی مجھے بتایا۔ شہر میں نے بہتری دیکھ بھال کی، لیکن کوئی ایسا شخص نہ ملا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کی شکل وشمائل اس سے ملتی جلتی ہے۔

اور نیز میں نے دیکھا کہ ہم نے ایک بڑی مشعل آفتاب کی سی سرہند میں روشن کی ہے۔ اور اس کی روشنی سے مشرق سے لے کر مغرب تمام منور ہو گیا ہے۔ اور دمبدم اس کی روشنی تیز ہوتی جاتی ہے۔ اور لوگ اس سے اپنے اپنے چراغ روشن کرتے ہیں۔

اور نیز میں نے دیکھا کہ شہر سرہند کا جنگل انوار اور شعلوں سے روشن ہے۔ یہ سب کچھ آپ ہی کے معاملہ کا فرد خیال کرتا ہوں۔

نیز فرمایا کہ ہم نے یہ چند سال شیخی نہیں کی، بلکہ طراری اور کھیل کی دکان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسا موتی ہمارے ہاتھ آگیا۔

اور نیز فرمایا کہ یہ تیرا ہی عزیز الوجود بیج تھا، جو ہم سمرقند اور بخارا سے لا کر ہندوستان کی سرزمین میں بویا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ عنایت الٰہی سے شجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السّماء (پاک درخت ہے، جس کی جڑ مضبوط ہے، اور اس کی شاخ آسمان پر پہنچ گئی ہے) ظاہر ہوا۔

پھر حضرت خواجہ صاحب نے طالبوں کی تربیت آپ کے حوالے کی۔ اور آپ نے حضرت خواجہ صاحب کے روبرو ہی حلقہ کو توجہ کرنے لگے۔ اور آپ کی توجہ سے سالوں کا کام گھڑیوں میں محسوس ہوتا تھا۔ پھر حضرت خواجگان کا منصب آپ کو مسلّم ہوا۔

کہتے ہیں کہ آپ کے ارشاد کا شہرہ تمام جہاں میں پھیل گیا۔ اور ہدایت کی شہرت

تمام جہان والوں میں ہو گئی۔ اور قطبیّت کا ڈھول اور غوثیت کا نقارہ آپ کے نام بجایا گیا۔ اور آپ سے ولایت کے انوار، برکات کرامات اور خرق عادات اس قدر ظاہر ہوئے کہ تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتے۔ اور قرب الٰہی کے مقامات، کا کشف آنجناب پر اس قدر ہوا، کہ بیاں نہیں ہو سکتا۔

گروہ در گروہ خلقت جو غفلت کے بھنور میں غرق تھی۔ وہ آپ کے وسیلے شہود اور حضور کے کنارے لگی۔ اور جہاں اہل جہاں گمراہی کے راہ گم کردہ شاہراہ پر آپہنچے۔ اور دور دور کے عالم فاضل چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ اور مشائخ وقت شیخیت کو ترک کر کے آنجناب کی صحبت کا فخر حاصل کرتے تھے۔ اور زمانہ بھر کے اولیار آپ کی فرمانبرداری کرتے اور اس کو قرب الٰہی کی سر بلندی خیال کرتے تھے۔ اور بادشاہ اور امرار پروانہ کی طرح غوثیت کے راہ کے کمال کی شمع پر گرتے تھے۔ اور آپ کی صحبت مبارک میں طالبان خدا تعالیٰ کا مجمع اس قدر ہو گیا کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کی برکتوں اور فیوض پر رشک کرتے تھے۔

صیت فیوضش شدہ زنیسان بلند
غلغلہ در گنبد خضرا، افگند

آنجناب کے تمام اعمال حدیثوں کے موافق تھے۔ اور اختیار اولیٰ عمل بعزیمت بدعت سے کنارہ کشی کی سخت کوشش کرتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کو اس بات کا حکم دیتے تھے۔ اور تہجد، اشراق، ضحیٰ، فیُ الزوال اور اوابین کی نماز میں ٹھیک اس طرح، جس طرح کہ حضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم سے روایت کی گئی ہیں۔ بڑی خشوع اور خضوع سے ادا کرتے تھے۔

ان نوافل نمازوں میں اول اول آپ آٹھ مرتبہ سورہ یٰسین شریف پڑھا کرتے تھے۔ اور پھر قرآن شریف حفظ کر کے، ان نفلوں میں اس قدر لمبی قرأت کرتے تھے کہ

غلبات میں آدھی رات سے لے کر صبح تک ایک ہی رکعت میں کھڑے رہتے، اور خادم شور کر اٹھتا کہ صبح ہو گئی ہے۔ پھر آپ دوسری رکعت چھوٹی سی ادا کر کے سلام پھیرتے۔

پھر دوگانہ کے بعد آپ مراقبہ کرتے۔ اور مراقبہ سے فارغ ہو کر سو مرتبہ استغفار اور دوسری دعائیں اور درود پڑھتے تھے۔ اور فجر کی نماز سے لے کر اشراق کی نماز تک آپ یاروں کے ہمراہ مراقبہ کرتے، پھر گھر تشریف لاتے اور بال بچوں کا احوال پوچھتے۔ اور پھر خلوت میں تلاوت قرآن شریف کرتے۔ نماز ضحیٰ کے بعد کھانا لایا جاتا۔ تھوڑا اپنے لیئے رکھ کر باقی فقیروں کو بانٹ دیتے۔

پھر دعائے ماثورہ میں مشغول رہ کر خواب، قیلولہ کرتے۔ اور نماز فی الزوال کے بعد نماز ظہر مستحب وقت میں ادا کرتے۔ حافظ قرآن سے قرآن سنتے۔ عصر اور عشاء کی پہلی سنتوں کو بہت کم ترک کرتے تھے۔ عصر کی نماز دو مثلوں کے وقت اور نماز مغرب سورج غروب ہوتے ہی اور عشا کی نماز سفیدی اور سرخی غائب ہو جانے کے بعد ادا کرتے تھے۔ اور نماز عشاء، اکثر رات کی پہلی چوتھائی گذر جانے کے بعد اور فجر کی نماز اول وقت میں بڑے آداب سے ادا کرتے تھے۔ اور رکوع سجود کی تسبیحات سات سے لے کر گیارہ تک پڑھتے۔ اور تسمیع اور تحمید دونوں اکٹھے پڑھتے تھے۔

قیام لیل کے چار نفل اور وتروں کے بعد دو نفل اور بعض دفعہ وتر عشاء کے بعد اور بعض دفعہ تہجد کے ساتھ ادا کرتے۔ اور سوتے وقت سورہ تبارک، الم سجدہ، سورہ دخان اور ماثور دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

اور نماز میں آپ کے احوال لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ، جُعِلَتْ لِیْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اور اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ، کے مصداق تھے۔ اور کیفیات جو نماز ادا کرتے وقت یا قرآن شریف سنتے وقت ہوتی تھیں، دوسرے وقتوں میں نہیں پائی جاتی تھیں، اور عصر کی نماز سے پہلے آپ طالب علموں کو سبق پڑھایا کرتے تھے۔ اور حلقہ باندھ کر

حافظ قرآن سے قرآن شریف سنا کرتے تھے۔

مریض کی بیمار پرسی بھی کیا کرتے تھے۔ اور رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اور ذو الحجہ کے عشرہ میں گوشہ نشینی و ذکر اور روزے آپ کا معمول تھا۔ اور عاشورہ وغیرہ کی نماز بے جماعت خلاف سنت جانتے تھے۔ ہر ایک کام استخارہ سے شروع کرتے۔ بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔ قبروں پر بوسہ دینے سے منع کرتے تھے۔ اور اُسے اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی آپ نے والد بزرگوار اور پیر کی قبر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

دعوت خاص کو آپ قبول فرماتے لیکن دعوت عام پر نہیں جاتے تھے۔ اور مجلس سماع، سرود اور مولود خوانی میں آپ نہیں جایا کرتے تھے۔ اور ذکر جہر کو ترکِ ادب جانتے تھے۔ اور نبوت کو ولایت سے اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو، افضل جانتے تھے۔ صحو کے غلبہ کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ اور آپ کا خیال تھا کہ صحو خالص عوام کے نصیب بھی ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو تمام اولیاء اللہ سے افضل جانتے تھے۔ اور حنفی مذہب کو باقی مذاہب پر ترجیح دیتے تھے۔ اور ماتریدیہ کو پسند کرتے تھے۔ اور مشائخ کے طریقوں میں سے نقشبندیہ طریقے کو افضل جانتے تھے۔ اور تحصیل علم کو سلوک صوفیہ سے مقدم خیال کرتے تھے۔ اور سفر کے لئے ہفتے یا جمعرات کے دن کو اختیار کرتے تھے۔ اگرچہ سارے دنوں کو آپ سفر کے لئے بہتر سمجھتے تھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَلْاَیَّامُ اَیَّامُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللّٰہِ۔ (دن بھی اللہ کے ہیں، اور بندے بھی اللہ کے ہیں۔)

اور ماثورہ دعائیں مقررہ اوقات پر پڑھتے تھے۔ ماہ رمضان میں دُور دُور سے طالب فائدہ اٹھانے کے لئے آتے تھے۔ تراویح میں آپ قرآن شریف کا

ختم سُنا کرتے تھے۔ اور زکوٰۃ میں آپ وقت کا یا صاحبِ نصاب ہونے کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ حساب کے موافق اس کے واجب ہونے سے پیشتر ہی اسے خروج کر دیتے تھے۔ اور ہمیشہ حج کا ارادہ رکھتے تھے۔

آپ کا خلق، خلقِ محمدی کے موافق تھا۔ تسلیم، رضا، صبر، مجازی، قضا، سب نیک خصلتیں آپ میں پائی جاتی تھیں۔ ہر ایک شخص سے اس کے مرتبے کے لحاظ سے سلوک کرتے تھے۔ اور خلقِ خدا پر شفقت کرتے۔ ان سے بتواضع پیش آتے اور اہل حقوق کی رعایت کرتے اور صلۂ رحم میں نہایت کوشش کرتے تھے۔ اور سلام کہنے میں ہر شخص پہ سبقت لے جاتے تھے۔ تقریباً ایک سو شخص عالم حافظ آپ کی خدمت عالیہ میں ہوا کرتے تھے۔ سب کو آپ کے ہاں سے کھانا ملتا تھا۔

آنجناب کی مجلس حضور اور آگاہی سے پُر تھی۔

آپ کا لباس، آستین پھٹی ہوئی۔ قمیص اور سنت کے موافق دستار تھی۔ جمعہ اور دونوں عیدوں کے روز آپ فاخرہ لباس پہنا کرتے تھے۔ اور عادات میں بھی آپ سنتِ نبوی کی رعایت کرتے تھے اور ہر وقت عبادت اور طالبانِ حق کو فائدہ رسانی میں مشغول رہتے۔

آنحضرت مولانا مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس واسطے پھٹی ہوئی آستین والی قمیص پہنتے تھے، کہ قول و فعل میں تابعداری حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بجا لاتے تھے۔

جیسا کہ روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس ایک پھٹی پُرانی گودڑی تھی۔ وہ اپنی گردن میں ڈال لی۔ اور جہاں جہاں سے پھٹی ہوئی تھی، وہ کھجور کے پتوں سے ڈھانپ لی، تاکہ بدن ننگا نہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت ابوبکر صدیق کے حاضر ہوئے

کے پیشتر حضرت جبرائیل علیہ السلام ویسے ہی لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدس میں حاضر ہوئے۔ آنجناب فداہ، امّی وابی وروحی نے پوچھا، کہ یہ کیسا لباس ہے کہ جو تم نے پہنا ہے۔ اس نے عرض کی کہ آسمان کے تمام فرشتوں کو اللہ تعالےٰ نے حکم کر دیا ہے، کہ ایسا لباس پہنو۔ اس واسطے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایسا لباس پہنا ہے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق بھی اسی لباس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت مقدس میں حاضر ہوئے۔

واہ سبحان اللہ! کہ ایسا عظیم الشان مرتبہ خداوند کریم نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تابعداری کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو عنایت کیا تھا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اور خرق عادات کا بیان

سالکان الٰہی اور فیض نامتناہی کے طالبوں پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے، کہ کوئی کرامت یا خرق عادات اللہ تعالےٰ کی محبت اور سید للانبیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات کی تابعداری کے برابر نہیں۔ اور یہ دونوں باتیں جناب میں مرتبہ کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔

سب سے بڑی کرامت اور خرق عادت یہ ہے کہ طالبوں کے باطن میں تصرف کیا جائے۔ اور فیض اور برکتوں کا ان کے باطن میں القا کیا جائے۔ سو یہ باتیں حضور سے اس قدر ظہور میں آئیں ہیں کہ اگر لکھی جائیں تو ان کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔

ہزاروں ارادتمندوں کے دلوں کو ذاکر بنایا۔ اور سینکڑوں کو جذبات اور واردات الٰہیہ تک پہنچایا۔ اور بہتیروں کو اعلیٰ مقامات اور حالات تک پہنچایا۔ پوشیدہ چیزوں پر تصرف کرنا، اور غیب کی خبر دینا، یہ دونوں الہام الٰہی سے کئے۔ اور لوگوں کی حاجتیں

اور مشکلات آپ کی دعا سے حل ہوئیں۔ اور اکثر لوگوں کے کام آپ کی دعا سے سرانجام پاتے۔ اور ان کی عقدہ کشائی ہوتی۔ بارہا آپ کے فرمان مبارک کے مطابق ظہور میں آیا۔ واقعی آپ اس شعر کے مصداق تھے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آنجناب کی کرامت کا نشان کلام سراسر الہام تھا۔ اولیاء اللہ کے خوارق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے کا پرتو ہیں۔ بہت سے لوگوں سے آپ کو خواب میں دیکھ کر آپ سے طریقہ اخذ کیا، اور حضوری سے شرفیاب ہوئے۔ اور عالی مقامات کو پہنچ کر اپنے وطنوں کو چلے گئے۔ باوجود طالبوں کی کثرت سے ہر ایک کی طرف متوجہ ہو کر ایک مقام سے دوسرے مقام میں، اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے تھے۔ اور آپ کی توجہ سے سالوں کے کام دنوں میں ہو جایا کرتے تھے۔ بہت سے بدکار اور زناکار آپ کی توجہ کرنے سے توبہ کر کے سیدھی راہ پر آئے۔ اور بعض کافر آپ کی معمولی توجہ سے مشرف باسلام ہوئے۔

کرامت

ایک روز ایک برہمن کا لڑکا، جو نہایت حسین اور خوبصورت تھا، آپ کی مجلس شریف میں آیا۔ سب اہل مجلس اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے اس پر توجہ فرمائی، تو اس نے فوراً جنجو توڑ ڈالا اور مشرف باسلام ہوا۔ اور ایمان کی خلعت پہن کر کلمہ شہادت کے زیور سے آراستہ ہوا۔ اور حسن کو اسلامی نور سے جلا دے کر اٹھا۔ ؎

بنشیں باگدایاں کہ ہر کس بنشست
بایں طائفہ شاہے شدہ برخاست

کرامت

مولوی کرامت اللہ صاحب جو آپ کے خادم تھے، ایک روز پسلی کے درد سے سخت لاچار ہوئے۔ آنجناب نے اپنا دست مبارک پسلی پر رکھا۔ اور دعا کی، تو مولوی صاحب کو فوراً آرام ہو گیا۔

کرامت

ایک دفعہ آپ نے چلتی کشتی پر توجہ فرمائی تو وہ ٹھہر گئی۔

کرامت

آنجناب کے بڑے دوست میاں احمد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں تجارت کے لئے جا رہا تھا کہ اثنائے راہ میں جنگل میں میں نے آنجناب کو دیکھا کہ تشریف لا کر میری بہلی کے پاس کھڑے ہو کر مجھے فرماتے ہیں کہ بہلی کو تیز کر لو، اور دوڑاؤ۔ اور اس قافلے سے جدا ہو جاؤ۔ کیونکہ ڈاکو اس قافلے کو لوٹ لیں گے۔ یہ بات فرما کر نظر سے غائب ہو گئے۔ اور میں بہلی دوڑا کر قافلے سے الگ ہو گیا۔ قضائے الٰہی سے سارے قافلے کو لٹیروں نے لوٹ لیا۔ اور میں خیر و عافیت سے منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔

کرامت

آپ کے مخلص میاں زلف شاہ اوائل حال میں، جب کہ آپ کی خدمت سے مشرف نہ ہوئے تھے۔ آنجناب کا نام سن کر اپنے وطن سے بیعت کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک بیابان میں راستہ بھول گئے۔ اتفاقاً ایک بزرگ نے میاں زلف شاہ کا ہاتھ پکڑ کر سیدھے راہ پر لا کھڑا کیا۔ میاں زلف شاہ نے اس بزرگ سے نام پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ میں وہی شخص ہوں، جس کی توجہ اور بیعت کے لئے تو جا رہا ہے۔ دو مرتبہ زلف شاہ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا۔

کرامت

ایک مرتبہ آپ کے چند خلیفے دور کی راہ سے آپ کی خدمت میں آ رہے تھے۔ اثنائے راہ

ہیں انہوں نے کہا کہ آنجناب کا معمول ہے کہ آپ کی قدمبوسی کرتے وقت کچھ بطور تبرک عنایت فرمایا کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھے اس مرتبہ مصلیٰ کی خواہش ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں کلاہ چاہتا ہوں۔ تیسرے نے کہا، میں عصا چاہتا ہوں۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ہر ایک کو حسب منشا، چیزیں عنایت فرمائیں۔

ایسے واقعات آنجناب سے بارہا ظہور میں آئے۔ اور خطرات قلبی کے موافق ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

کرامت

ایک روز حکیم نامدار خان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ مریض جان کنی کی حالت میں آنکھیں بند کئے بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے رشتہ داروں نے آپ سے سلب مرض کے لئے التماس کی۔ آنجناب نے ایک لمحہ اس کی طرف توجہ فرمائی، تو اس نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں۔ اور بہت سی باتیں عرض کیں۔ جونہی آپ نے قدم گھر سے باہر رکھا، اسی وقت مر گیا۔

کرامت

ایک سوداگر کابل سے ہندوستان آرہا تھا۔ دریائے اٹک میں اس کا اونٹ معہ اسباب کے غرق ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اگر اونٹ معہ اسباب کے بچ نکلے، تو میں ایک روٹی آپ کی نیاز دوں گا۔ حکم الٰہی سے وہ اونٹ، دریا سے سلامت باہر نکل آیا۔ جب وہ سوداگر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور واقعہ بیان کیا، تو آپ نے پوچھا کہ کیا تو نے نیاز دی تھی۔

کرامت

میاں احمد یار کے چچا کو بادشاہ نے روپیوں کے عوض قید کر دیا۔ اس لئے میاں احمد یار صاحب روتے ہوئے آنجناب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ آنجناب نے فرمایا کہ

تم تھوڑے سے آدمی جمع ہو کر قلعہ میں جاؤ۔ اور اسے چھڑا لاؤ۔ میاں احمد یار نے عرض کی کہ قلعے کے دروازے پر چوکی بیٹھی ہے۔ اور پلٹن کے سپاہی نگہبانی کر رہے ہیں۔ ہم کس طرح سے آجا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں اس سے کیا واسطہ۔ تم میرے کہنے کے مطابق عمل کرو۔ جب وہ گئے، تو پہرے والوں میں سے کسی نے انہیں نہ دیکھا، کہ کون آدمی ہیں۔ اور کہاں جا رہے ہیں۔ آخر اسے قید سے چھڑا لائے۔ اور کسی نے بھی نہ روکا۔

کرامت

مولوی فضل امام کا لڑکا بیمار ہوا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ آنجناب تشریف لائے ہیں۔ اور کوئی چیز پلائی ہے۔ جب صبح ہوئی، تو اسے شفاء حاصل ہو گئی۔ اور آنجناب کی خدمت عالیہ میں کچھ روپے لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ شکرانہ ہے۔

کرامت

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا لڑکا دو مہینے سے گم ہے۔ آپ توجہ فرمائیں کہ آجائے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا بیٹا تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ شخص بہت حیران ہوا، کہ ابھی تو میں گھر سے آرہا ہوں۔ اس وقت تو نہیں تھا۔ آنجناب نے فرمایا، کہ گھر میں ہے۔ غرض آپ کے فرمان مبارک کے مطابق جب وہ گھر پہنچا تو اپنے لڑکے کو گھر میں بیٹھا پایا۔

کرامت

ایک عورت نے آکر عرض کی کہ میرا لڑکا سپاہ میں نوکر تھا۔ نوکری چھوڑ، لنگوٹی باندھ ملنگ ہو گیا ہے۔ اور بھنگ پیتا ہے۔ آنجناب نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ جب وہ بیٹھ گئی، تو ذکر کے تمام لطیفے اس کے جاری ہو گئے۔ پھر اس کے بیٹے کی طرف توجہ کی،

تو وہ بھی ملنگ پن چھوڑ کر راہِ راست پر آ گیا۔

کرامت

عزیب اللہ نام سقا، آپ کے زیر سایہ آپ کا ہمسایہ تھا۔ ایک روز مارے تپ کے اس کی حالت نزع کی سی ہوگئی۔ آخر اس کے رشتہ داروں نے آنجناب سے التماس کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ اور توجہ فرمائی کہ وہ عنایت الٰہی سے بالکل تندرست ہوگیا اسی طرح کی بے شمار کرامات آپ کی ہیں۔

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

سلطان الاولیاء برہان الاصفیاء مجدد شریعت و طریقت خواجۂ خواجگا امام الطریقۃ دردمند دلوں کے مرہم حضرت مولانا خواجہ بہاؤ الحق والدین حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات درج کیے جاتے ہیں۔

آپ کی ولادت ماہ محرم الحرام ۷۱۸ھ کو ہوئی۔ اور اکثر اولیاء اللہ نے آپ کی پیدائش سے پیشتر ہی آپ کے ظہور کی خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی پیدائش سے پہلے دو سال فرمایا تھا کہ عنقریب بخارا سے ایک محبوب الٰہی پیدا ہوگا۔ اور سلوبیہ خاندان سے حضرت خواجہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت سے تیس سال پہلے اپنے ایک طالب کو فرمایا تھا کہ تیرا حصہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے۔ عنقریب ہی اس کے انوار و اسرار اور حالات جہان میں پھیل جائیں گے۔

ایک اور طالب الٰہی نے کسی اولیاء اللہ کی مزار پر جا کر عرض کی کہ مجھے کسی مرشد کا پتہ دیا جائے تو صاحب مزار نے فرمایا کہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ کے ظہور کا وقت اب قریب ہے۔ تجھے وہاں سے باطنی فیض حاصل ہوگا۔

آنحضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہٗ نے آپ کی پیدائش سے پیشتر ہی

خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ جب کبھی خواجہ صاحب کا گذر قصر ہندواں کی طرف ہوتا، تو آپ فرماتے کہ عنقریب ہی قصر عارفاں بن جائے گا۔ کیونکہ اس مقام سے ایک مرد کی خوشبو میرے دماغ میں آتی ہے۔

جب حضرت خواجہ صاحب پیدا ہوئے تو حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبو زیادہ ہوگئی ہے۔ شاید وہ مرد پیدا ہوگیا ہے۔ آپ کے جد بزرگوار آپ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کے پاس سے گئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ مجھے مدت سے ولایت کی خوشبو آرہی تھی۔ پھر حضرت سید امیر کلال قدس اللہ سرہٗ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میرے بیٹے بہاؤ الدین کی تربیت میں دریغ نہ کرنا۔ حضرت سید امیر نے ویسا ہی کیا۔

جب حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کی عمر چار سال کی ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہماری گائے سفید پیشانی والا بچھڑا جنے گی، چنانچہ چند مہینوں کے ویسا ہی بچھڑا پیدا ہوا۔

ظاہر میں تو حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم اور طریقہ حاصل کیا، اور حقیقت میں روحانیت اور اویسیت کا طریقہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ اور انہیں سے باطنی فیض اور برکتیں حاصل کیں۔

حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فرمایا کہ میں نے اپنے پیر بزرگوار کی وصیت کے مطابق تمہاری تربیت تو کی ہے، لیکن تمہاری استعداد اس سے بہت اعلیٰ واقع ہوئی ہے۔ اس واسطے کہ جن سے تمہیں باطنی فیض حاصل ہوسکے کرلو۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ بات سنی تو توقف میں پڑ گئے۔ پھر حضرت سید امیر کلال نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی طرح ہے۔

پس حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فتح شیخ اور خلیل آقا

کی خدمت میں جا کر باطنی فیض حاصل کیا۔ اور بارہ سال خلیل آقا کی خدمت میں رہے اور دو دفعہ انہیں کے ہمراہ حجاز کے سفر کو گئے۔ اور حضرت فتح شیخ سے بہت سی ترقیات حاصل کیں۔ حضرت فتح شیخ نے فرمایا کہ طلب کی آگ اور شوق کا شعلہ جو بہاؤالدین کے سینے میں بھڑکایا گیا ہے، بخارا کی سرزمین میں شاید کسی کو عطا ہوا ہو۔

حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہٗ حضرت فتح شیخ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ جب آپ کے انتقال کا وقت نزدیک پہنچا، تو آپ اس وقت بالکل صحیح و سالم تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ قبر کھودو۔ اور کفن لاؤ، اور پانی گرم کرو۔ اور کسی نے آپ سے یہ نہ پوچھا کہ یہ تجہیز و تکفین کس کی ہے۔ پھر آپ چند آدمیوں کے ہمراہ ذکر جہر میں مشغول ہوئے، اور ذکر و شہود کی کیفیات میں ہی جان بحق تسلیم کی۔

حضرت مولانا خواجہ شاہ نقشبند قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! اپنی محبت کے دریا میں سے، جو تو نے اپنے دوستوں کو عنایت کیا ہے، اس میں سے ایک قطرہ مجھے بھی عنایت کر۔ آواز آئی کہ اے کم ہمت! تو ہم سے ایک قطرہ طلب کرتا ہے، اور ہم تجھے دریا ہی عنایت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے اپنے رخسارے پر طمانچہ مارا، کہ جس کا اثر چند روز تک رہا۔

اور نیز فرمایا کہ جہاں پر مولانا حضرت بایزید کی نگاہ پہنچی ہے، اگر وہاں پر بہاؤالدین کا قدم نہ پہنچ جائے، تو بہاؤالدین پر خدا کی محبت خدا کرے، حرام ہو۔

سبحان اللہ! کیا ہی اعلیٰ مقامات اور طاقتور جذبات تھے، کہ جو آپ کو حاصل تھے کسی اور کو کم ہی ایسے مقامات اور جذبات نصیب ہوئے ہوں گے ؎

سکہ کہ بر یثرب و بطحی زدند — نوبت آخر بہ بخارا زدند
از خط آں سکہ نہ شد بہرہ مند — جز دل بے نقش شہ نقشبند
ایں گوہر پاک نہ ہر جا بود — معدن آں خاک بخارا بود

اوّل و آخــر ہر منتہی ز آخــر او جلیبؐ تمنا تہی

اور آپ کے نقشبند کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آپ کے آبائے کرام میں سے کوئی قالین بُنا کرتا تھا۔ اور اس میں نقش بنایا کرتا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ بابا سماسی قدس اللہ سرہ نے آپ کی تربیت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی تو فرمایا کہ بہاؤ الدین کا نقش باندھ۔ اسی واسطے آپ نقشبند کے نام سے مشہور ہوئے۔

بعض کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت خواجہ سیّد امیر کلال قدس اللہ سرہٗ کی خدمت عالیہ میں جاتا تھا، اس کے دل پر فیضانِ الٰہی کا نقش بندھ جاتا۔ اسی واسطے آپ کو نَقْشبَنْد کہتے تھے۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ آپ طالبوں کو اسم اَللّٰه کا تصوّر صنوبری دل پر تلقین فرماتے تھے۔ اسی سبب سے آپ نقشبند کے نام سے مشہور ہوئے۔

اور نیز اس واسطے کہ آپ طالب کے دل سے تھوڑی توجہ سے غیر کا نقش مٹا دیتے تھے، اس لیے بھی آپ اس نام سے موسوم ہوئے۔

اور آپ کی ایک توجہ سے طالبوں کے دلوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ حاصل ہو جاتی تھی، اور چند ہی روز میں باطنی حالات کے غلبے کی وجہ سے کڑواہٹ اور مٹھاس میں تمیز نہ کر سکتے تھے۔ اور آپ کی توجہ کا شہرہ سارے اسلامی شہروں میں ہو گیا۔ اور آپ کی دعا کی قبولیت نے چاروں طرف جہان میں نقّارہ بجا دیا۔ اور جو کرامات اور خوارق عادات ظہور میں آئیں، شاید ہی کسی اور سے ظاہر ہوئی ہیں۔

طبیبِ حاذق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

آنجناب کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب صادق ہے۔ کہ آپ دین و مذہب کے امام اور

شریعت و طریقت کے ہادی ہیں۔ اور صاحب شوق کے راہنما و اصحاب ذوق کے پیشوا اور زاہدوں کے پیش رو اور عابدوں کے سردار، حقائق الہٰی اور تفسیر قرآنی و لطائف کے مصنف اور تمام علوم کے جامع ہیں۔ اور سلسلۂ نقشبندیہ کے امام تھے، اور اکثر طرق عالیہ کے مدار المہام تھے، اور حضرت مولانا امام اعظم ابو حنیفہ کوفی صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی صحبت سے مشرف ہو کر بیعت کی اور باطنی فیض حاصل کئے۔ چنانچہ حضرت امام صاحب فرماتے ہیں،

لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ

(اگر نعمان کی دو سال کی عمر نہ ہوتی (جو امام جعفر صادق کے ہاں گذاری تھی) تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔)

کہتے ہیں کہ آنجناب نے امام اعظم صاحب سے پوچھا، کہ عقلمند کون ہے؟

آپ نے فرمایا کہ جو خیر و شر میں تمیز کرے۔

آنجناب نے فرمایا کہ خیر و شر میں تو چوپائے بھی تمیز کر سکتے ہیں۔ بلکہ عقلمند وہ ہے کہ جو دو خیروں اور دو شروں میں تمیز کر سکے، تاکہ دو نیکیوں میں سے جو اچھی ہو اُسے اختیار کرے، اور دو شر سے جو خراب ہو، اسے چھوڑ دے۔

اور نیز آنجناب نے امام صاحب سے پوچھا کہ نماز کی چابی اور اس کا افتتاح اور استفتاح کیا ہے؟

امام صاحب نے فرمایا کہ نماز کی چابی وضوء ہے، اور افتتاح تکبیر اولیٰ اور استفتاح رو بقبلہ ہونا اور سبحانک اللّٰھم پڑھنا ہے۔

اور آنجناب کی تمام کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حکم الہٰی کے مطابق مُردہ گائے زندہ گائے بن گئی۔

آپ کی ولادت مدینہ سکینہ میں ۸۰ھ کو ہوئی، اور ارسٹھ [۶۸] سال کی عمر میں ۱۴۸ھ کو رحلت فرمائی، اور جہاں پر آپ کے والد ماجد، دادا بزرگوار صاحبان کے مقبرے تھے، وہیں

مدفون ہوئے۔

آنجناب کی تاریخ وفات لفظ " ناصح " سے نکلتی ہے۔

اور آنجناب کا سلسلہ طریقت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر سے، کہ جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

آنجناب کی کنیت ابویعقوب تھی۔ اٹھارہ[۱۸] سال کی عمر تک اپنے ظاہری علوم کی تحصیل کر کے وعظ کرنا شروع کیا۔ آپ حنفی المذہب تھے۔ اور ارادت کا خرقہ حضرت مولانا شیخ بوعلی فارمدی سے پہن کر فیض باطن اخذ کیے، اور خلافت کا مرتبہ حاصل کر کے ساٹھ سال سے زیادہ شیخی اور ارشاد کے سجادہ پر بیٹھے۔

آپ مقبول عوام تھے اور مدت تک آپ نے کوہ آذر میں خلوت اختیار کی۔ اور خلوت کی اثنا میں آپ صرف جمعہ کے روز باہر نکلتے۔ آپ اپنے زمانہ کے غوث اور امام تھے۔ اور پانچویں صدی کے مجدد اور صاحب حالات روشن اور کرامات ظاہرہ تھے۔ بغداد، اصفہان، خراسان، سمرقند اور بخارا میں آپ لوگوں کو ہدایت کرتے رہے۔

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم مولانا شیخ سلطان سید محمد عبدالقادر الجیلانی قدس اللہ سرہ اور ابن سقا آپ کی زیارت کے لئے گئے۔ راستے میں انہیں ایک شخص ملا جس نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم فلاں غوث وقت کی ملاقات کو جاتے ہیں۔ تو اس شخص نے کہا کہ چلو میں بھی آپ کے ہمراہ آزمائش کے لئے چلتا ہوں۔ اگر وہ صاحب کشف ہوگا تو میرے دل کی بات بتا دے گا۔

تینوں آپ کی خدمت میں گئے۔ تو آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ عنقریب ہی منبر پر چڑھ کر قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ کہیں گے۔ اور اس سقے کو فرمایا کہ تیرا خاتمہ بایمان ہوگا۔ اور اس تیسرے شخص کو فرمایا کہ کانوں تک دنیا میں غرق رہے گا۔

جس طرح سے آپ نے فرمایا تھا، ٹھیک ٹھیک ویسا ہی وقوع میں آیا۔ یعنی مولانا حضرت غوث الاعظم نے وہی کہا۔ اور سقے کا خاتمہ بایمان ہوا۔ اور تیسرا شخص ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہو کر دنیا میں غرق ہوا۔ نزع کے وقت اس شخص سے لوگوں نے پوچھا کہ تو مسلمان تھا، عالم تھا، کیا اس وقت اسلام کی بابت تجھ کو کچھ یاد ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے قرآن یاد تھا، وہ تو سب بھول گیا ہے۔ مگر ایک آیت مجھے یاد ہے اور وہ یہ ہے،

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔ (وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں بسا اوقات اس بات کی خواہش کرتے ہیں کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔)

معاذ اللہ! اولیاء اللہ کی آزمائش اس طرح کی ہوتی ہے۔

آپ نقشبندی ہیں۔ اور آپ کی ولادت ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۵۳۵ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک مرو میں ہے۔ اور آپ کی تاریخ وفات شجرہ طیبہ صاحب مدارج قدسی بود سے نکلتی ہے۔ اور دوسرے قول کے موافق تاریخ وفات کَانَ اِمَامَ الْعِرْفَانِ ہے۔

چنانچہ رحلت کے وقت اپنے اصحاب میں سے چار شخصوں کو جو ارشاد کے مرتبے کو پہنچ چکے تھے، خلافت اور نیابت عطا فرمائی۔ یعنی حضرت مولانا خواجہ عبدالخالق غجدوانی اور خواجہ عبداللہ برقی اور خواجہ حسن اندانی اور خواجہ یسوی رحمۃ اللہ علیہم کو۔ اور آپ کی تاریخ وفات مولوی غلام محی الدین صاحب کنجاہی نے اس طرح پر لکھی ہے۔

سال تاریخ خواجہ ہمدان　　گفت دل بہ عزیز مصر جہاں　　ھ

حضرت مولانا خواجہ عُبیدُ اللہ احراری رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

مقربوں اور ابرار وں کے سر دفتر اور اولیائے کبار کے مفخر حضرت مولانا خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احراری رضی اللہ عنہ کے حالات ذکر کئے جاتے ہیں کہ آپ قطب وقت اور سابقہ صدی کے مجدد تھے۔ اور فاروقی نسب حنفی المذہب اور نقشبندی مشرب کے تھے۔ آپ کو تین سال کی عمر میں حضور حق حاصل تھا۔ فرماتے تھے کہ لوگ کس طرح گناہ میں آلودہ ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے کہ آپ جانتے تھے کہ میری طرح سب کو حضرت حق کی حضوری حاصل ہے۔

نقشبندیہ نسبت اپنے حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت سے حاصل کی تھی، اور خلافت کا مرتبہ حاصل کیا تھا اور نیز دوسرے مشائخ سے بھی صحبت کا فیض حاصل کیا تھا اور توحید وجودی کی نسبت اپنے آباء و اجداد سے حاصل کی۔ اور آپ اعجوبۂ روزگار تھے۔ آپ کی ریاضتیں اور عبادتیں بیان سے باہر ہیں۔ اور کرامات اور خرق عادات بے شمار ہیں۔ اور آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔

ایک روز آپ نے آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ وسلم پاک کو خواب میں دیکھا، کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس پہاڑ پر لے چل۔ میں نے ویسا ہی کیا۔

واقعی شریعت اور طریقت کی ترقیاں آپ کے وسیلے سے جہان میں پھیل گئیں۔ اور مشرق سے مغرب تک تمام جہان آپ کی نسبت سے پُر ہو گیا۔ اگر مخدوم اعظمی کی نسبت شور و حرارت سے پُر ہے، تو بھی انہیں کی طرف سے ہے۔ اور اگر ابو العلائیہ طریقہ ہے، کہ جس میں طاقت اور زور سے چلا جاتا ہے، تو وہ بھی انہیں کی طرف سے ہے۔ اگر نعمت یافت ہے کہ حضور اور یاد داشت کمال تقویٰ اور طہارت سے ہے تو بھی ان کی طرف سے ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں شریعت کو رواج دینے اور بدعت کی توہین کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اگر میں لوگوں کو مرید کروں، تو کوئی شخص بھی دنیا میں کسی کا مرید ہونے کے لئے نہ بچے۔

آپ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک روز جنگل میں آفتاب چھپنے کے وقت آپ نے سورج کی طرف توجہ کی، تو آفتاب حرکت کرنے سے ٹھم گیا۔ اور جب آپ گھر پہنچ گئے تو ایک ہی دفعہ چھپ گیا اور اندھیرا چھا گیا۔

آپ کے دنیاوی اسباب اور کارخانہ بہت تھا۔ چنانچہ گھوڑوں کی میخیں سونے چاندی کی تھیں۔ لیکن ان سے تعلق ایک بال بھر بھی نہ تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ یہ میخیں مٹی میں گاڑی جاتی ہیں، نہ کہ عارف کے دل میں۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چو فقر اندر لباس شاہی آمد
بہ تدبیر عبید اللّہی آمد

آپ نے سوموار کی رات شام اور عشاء کی درمیانی رات، ربیع الاوّل کی آخری تاریخ ۸۹۵ھ کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار مبارک سمرقند میں ہے۔ اور آنجناب کی تاریخ وفات اس عبارت سے نکلتی ہے۔

(قامع قلاع بدعت بود۔)

حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

آپ محدث، عالم حافظ محقق عارف حنفی المذہب زمانہ کے عارفوں کے خلاصہ محققان وقت کے پیش رو اور حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ آپ صاحب تصانیف بھی تھے۔ چنانچہ تفسیر فصل الخطاب، تحقیقات فصول ستہ وغیرہ آپ کی تصنیفات ہیں۔ آپ کا اسم شریف محمد ہے۔

ایک روز آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ صاحب آئے اور لونڈی سے پوچھا کہ دروازے پر کون ہے ؟ اس نے کہا کہ پارسا منتظر کھڑا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے باہر آکر دیکھا تو آپ کھڑے ہیں۔ فرمایا، تم پارسا ہو۔ چنانچہ اسی روز سے آپ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔

آپ عشاء کی نماز سے لے کر صبح تک عصا پکڑے کھڑے ہو کر حالات اور کیفیات میں غرق رہتے تھے۔

مسجد بناتے وقت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو دوپہر کے وقت نیند کرنے کے لئے اجازت دی تھی۔ باقی لوگ تو تھکے ماندے ہو کر دوپہر کو آرام کرتے لیکن آپ ہاتھ پاؤں مٹی سے آلودہ دھوپ میں مراقبہ کرتے۔

خواجہ صاحب آپ کے پاؤں پر سر رکھ کر جناب الٰہی میں دعا مانگتے کہ اے پروردگار ! اس پارسا جوان کو بدولت بہاؤالدین، رحم کر۔

خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ پارسا کہتا ہے، اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ لیکن پارسا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے۔ اور اس کے خلاف کچھ نہیں کہتا۔ اور قرب الٰہی کے جو مراتب ہمیں بارگاہ الٰہی سے حاصل ہوئے تھے، وہ سب پارسا نے حاصل کئے۔ ہمارے ظہور سے مقصود **محمد** کا تھا۔

اور ایک روز خواجہ صاحب نے حوض میں غوطہ لگا کر آپ کے مبارک پاؤں پر سر رکھ کر یہی دعا کی۔

آپ کی وفات بدھ کے روز ۲۳ ذی قعدہ ۸۲۲ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک مدینہ منورہ سکینہ میں حضرت عباس کے مرقد منور کے قریب سفید پتھر کا بنا ہوا ہے۔

آپ کی تاریخ وفات ان الفاظ سے نکلتی ہے۔

(اجابت داعی فرمود)

غزل فراقیہ

داغوں سے باغباں ہے بستاں سرائے دل — کیا ہی بے خزاں بہار ہے گلچیں فضائے دل
مر جائے بھول کر نہ کسی سے لگائے دل — یارب کسی بشر کا کسی پر نہ آئے دل
قسمت سے نقش پائے صنم کو جو پائے دل — سو جان سے فدا ہو وہیں کر لوٹ جائے دل
لوٹا جو کوئی یار سے ہوں گا فدائے دل — لوں گا قدم میں آنکھوں سے چوموں گا پائے دل
سنیئے گا آپ مجھ سے اگر ماجرائے دل — جائے نہ کہیں ہاتھوں سے بیٹھے بٹھائے دل
بزمیں وہ گل جو آئے تو گل ہو قبائے دل — گل کی طرح خوشی سے نہ پھولا سمائے دل
بوسہ وہاں یار کا لے منہ کی کھائے دل — اور فرط شوق سے نہ کہیں منہ کو آئے دل
دیکھے نظر دل آئے ہی عین خطائے دل — پامال عشق میں ہو یہی ہے سزائے دل
ناصح خطائے معاف کسی پر نہ آئے دل — جی چھوٹ جائے ہاتھ جس وقت جائے دل
وسعت یہ ہے کہ کون و مکاں تک سمائے دل — حسرت ہے تنگ بلبلے ترا سنگ نائے دل
درماں ہے درد ہے غم جاناں دوائے دل — عاشق کو عشق کا ہے مرض ہی شفائے دل
دل میں ندائے غم ہے تو غم میں صدائے دل — دل غم پکارتا ہے، تو غم ہائے ہائے دل
دلدار کام کرنی ہے آہ رسائے دل — ناداں نہ دل شکستوں کی لے بددعائے دل

آنکھیں بھی رو کے پھوٹ گئیں دیکھ لا علاج
شامل رہا نہ درد بیں کوئی سوائے دل

حمد باری تعالےٰ

حمد اس خدا کی ہے ثنا کہ جس نے روشن کر دیا — مصباح دل انوار سے ایمان کے ہر گردید کا
پیدا کیا جس نے جہاں کو قائم کرے بقدرت آں — یہ دیکھا عجوبہ بمار ششدر ہے عقل انبیاءً

بے مثل ہے ذات خدا گردوں مثال اس کی کیا ۔۔۔ گردوں منور کر دیا جس نے کواکب کو لگا

جس نے بنایا کون و مکاں وہ کون ہے اے مومناں ۔۔۔ بے مثل ہے وہ بے چوں بے نشاں ہے وہ بے چرا

وہ خالق افلاک ہے ہر عیب سے وہ پاک ہے ۔۔۔ پہنچے کہاں ادراک ہی تا کنہ ذاتِ کبریا

کوئی شریک اس کا نہیں وہ ایک ہی ہے بالیقین ۔۔۔ سمجھو کہ ہے ایمان و دیں یہ بات بے ریب و ریا

قل ھو اللہ احد ہے وصف اللہ الصمد ۔۔۔ پڑھ اس کو تو با جہد و جد وحدت سے ہوتا آشنا

نے ضد نہ ند اس کا کوئی، والد ولد سے وہ بری ۔۔۔ نے جسم رکھتا ہے نہ جی جو سمجھو اس سے ہے ورا

ہو جو درود اس ذات سے جو دن نکالے رات سے ۔۔۔ خارج کرے ظلمات سے روز آفتابِ پر ضیا

ببر احمد سارِ دیں، محبوب رب العالمیں ۔۔۔ سردار جملہ مرسلیں فخر رسول انبیا

وہ راہنمائے گمرہاں، وہ پیشوائے عارفاں ۔۔۔ وہ مقتدائے مرسلاں وہ تاجدار کل اَتی

شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ، نور العلیٰ فیض الہدیٰ ۔۔۔ درّ اصفیا، درج عطا، بحر سخا کانِ وفا

مہر سپہر معرفت از بس کہ عالی منزلت ۔۔۔ از جملہ والا مرتبت یعنی وہی بعد از خدا

بعد از ثنا و نعت کے اے مومنو سمجھو اسے ۔۔۔ یعنی نہ چھوڑو ہاتھ سے یک لحظہ ذیلِ اتقیاء

اپنے گناہوں سے ڈرو، حق نے کہا جو وہ کرو ۔۔۔ دن رات میں تم مت رہو یک وقت بے یادِ خدا

روز قیامت آئے گا، آفات سر پر لائے گا ۔۔۔ جانے کیا دکھلائے گا ڈرتے رہو اس سے سدا

مرتے ہوئے حال کیا، قبر میں احوال کیا ۔۔۔ پل پر چلیں گے چال کیا رکھتے ہیں بارِ جرم ہا

توبہ کرو توبہ کرو، قہر خدا سے نت ڈرو ۔۔۔ امید رحمت کی کرو چھوڑو یہ سب حرص و ہوا

خالص خدا کے واسطے، طاعت عبادت کیجئے ۔۔۔ نیت خدا کی ہو رہے ہر کام ہووے بے ریا

احسن کلاموں کا اجی قرآن کو سمجھو سبھی ۔۔۔ بطلان شخصی ہے بری نازل پیغمبر پر ہوا

مسنون ہووے کام جو اس کو سدا کرتے رہو ۔۔۔ بدعت سے بھاگو مومنو! یہ ضال ہے سرتاپا

دستِ راست ہو درود، بیکراں بر سید پیغمبراں ۔۔۔ احمد امام مرسلاں محبوب ذاتِ کبریا

دستِ چپ ہو جو تجلیات خدا بر پیشوائے انبیاء ۔۔۔ یعنی محمد مصطفےٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

تحفہ درود پاک کا بھیجو پیغمبر پر سبھی — اُن سے رکھو سب التجا تا ہووے حاصل مدعا
کل انبیاء و مرسلیں کل اصفیاء و صادقین — کل عارفین و واصلین کل مومناں باصفا
رحمت سے تیرے پر ضیاء یارب رہیں جوں سما — کہ مرتبہ ان کا بڑا اور دین بڑھے ان سے سدا
یارب منور کیجئے انوار سے قرآن کے — اور سب مسلمانوں کو دے تن من یہ اس کی ہے ضیاء
رافت سے رحمت سے تیرے مہر و سخاوت سے تیرے — بخشش عنایت سے تیرے آباد ہے عالم سدا

محقق تو جواد ہے، عالم جو یہ آباد ہے
تیری یہ سب امداد ہے اے خالق ہر دو سرا

مولود شریف

الصلوات اے مہر چرخ ابتدا — الصلوات اے نور ذات کبریا
الصلوات اے مقبول درگاہ رب — الصلوات اے خلق عالم را سبب
الصلوات اے سرور عالی صفات — الصلوات اے بادشاہ شش جہات
الصلوات اے مستغیثین را غیاث — الصلوات اے ستر فریائے غراث
الصلوات اے مومناں را ابتہاج — الصلوات اے مومناں را احتیاج
الصلوات اے جان و جسم و روح و روح — الصلوات اے کان الطاف فتوح
الصلوات اے قصورت عرش کاخ — الصلوات اے از تجلت سدرہ شاخ
الصلوات اے سائر چرخ کبود — الصلوات اے زائر نور ورود
الصلوات اے باد لعلت لب لذیذ — الصلوات اے حب تو بہ از نبیذ
الصلوات اے سرور خیر البشر — الصلوات اے کان خیر و دفع شر
الصلوات اے سید عالی تمیز — الصلوات اے حق تعالیٰ را عزیز
الصلوات اے نام تو فریاد رس — الصلوات اے کام تو عفو است و بس

الصلوات اے بے تو دل شد قاش قاش — الصلوات اے بر تو ظاہر سرّ فاش
الصلوات اے محرم خاص اخص — الصلوات اے مہبط آیات نص
الصلوات اے شافی جملہ مرض — الصلوات اے شاہ جوہر ہم عرض
الصلوات اے عاشقاں را انبساط — الصلوات اے شاہدنا الصراط
الصلوات اے معطیٔ اسرار و خط — الصلوات اے کاشف انوار و خط
الصلوات اے نور اللہ السمیع — الصلوات اے مظہر سرّ بدیع
الصلوات اے از تو جان را صد فروغ — الصلوات اے ماحی شرک و دروغ
الصلوات اے درّ عرفاں را صدف — الصلوات اے در احسان را شرف
الصلوات اے نور از تا پا بفرق — الصلوات اے بادشاہ غرب و شرق
الصلوات اے باعث مثر فلک — الصلوات اے سرور جن و ملک
الصلوات اے ساقیٔ آب زلال — الصلوات اے منبع خیر و کمال
الصلوات اے شافع جملہ امم — الصلوات اے دافع جرم و سقم
الصلوات اے رحمۃ للعالمین — الصلوات اے قطب افلاک و زمین
الصلوات اے انبیاء را پیش رو — الصلوات اے نور کان جسم تو
الصلوات اے مطلع فیض اِلٰہ — الصلوات اے نور بخش مہر و ماہ
الصلوات اے پیشوائے انبیاء — الصلوات اے راہنمائے اولیاء
الصلوات اے فخر جملہ عالمی — الصلوات اے البطحی و ہاشمی

صد صلوٰۃ و صد سلام لایزال
باد بر تو یا رسول ذو الجلال

السلام اے افضل پیغمبراں — السلام اے اکرم ہر دو جہاں
السلام اے لعل کان عزّ و جود — السلام اے لیس مثلش در وجود

السلام اے لجۂ فیضِ ہدیٰ — السلام اے لجۂ نورِ خدا
السلام اے ہادیٔ گم گشتگان — السلام اے ہوش افزائے روان
السلام اے مصطفیٰ و مجتبیٰ — السلام اے مالکِ ہر دو سرائے
السلام اے صاحبِ لطف و عطاء — السلام اے صاحبِ حلم و حیا
السلام اے لولوئے بحرِ کرم — السلام اے لجۂ فیضِ قدم
السلام اے عالمِ علمِ قدیم — السلام اے عارفِ سرِّ کریم
السلام اے لبِّ حُسنِ کائنات — السلام اے موجِ خوبی ہائے ذات
السلام اے یادِ تو آرامِ جاں — السلام اے سیر فرمائے جہاں
السلام اے منبعِ علم و حکم — السلام اے جود منشائے کرم
السلام اے حُبِّ تو جانِ جہاں — السلام اے حامدِ تو در جہاں
السلام اے مخزنِ اسرارِ حق — السلام اے معدنِ انوارِ حق
السلام اے دافعِ کرب و بلاء — السلام اے داروئے اسقام ہاء
السلام اے باعثِ ایجادِ خلق — السلام اے بہرِ تو بنیادِ خلق
السلام اے عینِ فیضِ لم یزل — السلام اے عارفِ حق بے بدل
السلام اے دردِ تو داروئے ما — السلام اے دارِ تو دار الشفا
السلام اے دُرِّ دریائے صفا — السلام اے داروئے اہلِ وفا
السلام اے عابدِ حق بے نظیر — السلام اے حاکمِ حکمِ قدیر
السلام اے لولوِ مکنونِ غیب — السلام اے لائحِ ہر رمزِ غیب
السلام اے مہبطِ فیضِ رحیم — السلام اے موردِ سرِّ کریم

السلام اے کحلِ چشم گردِ تو
السلام اے کانِ راحت دردِ تو

عورتوں کی بیعت کا بیان

در بیان آنکہ عورتوں کی بیعت کی نسبت شرائط مقررہ بیان کی جاتی ہیں، کہ جن کی نسبت خداوندکریم اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دیتا ہے:

قولہ تعالیٰ۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

ترجمہ، اے پیغمبر! جس وقت تیرے نزدیک مومن عورتیں آویں یعنی مسلمان کر تیرے ساتھ بیعت کریں اور تو ان کو ان شرائط کے ساتھ بیعت کر کہ خدا پاک کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور نہ چوری کرو۔ اور نہ زنا کرو۔ اور ناحق خون نہ کرو۔ اور تم بناوٹی بات کے نزدیک نہ آؤ، کہ وہ بناوٹی بات کہ جس کو تم نے خود بنایا ہو۔ یعنی سخن دروغ۔ اور نافرمانی نہ کرو امر معروف میں نیکوئی کے ساتھ۔ پس اے محمد! ان عورتوں کی بیعت کر ان شرائط کے ساتھ۔ اور ان عورتوں کے لئے طلب بخشش کر اپنے پروردگار سے۔ تحقیق خداوندکریم ان کے گناہوں کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ساتھ توبہ کے۔

مفسروں نے اس آیت شریف کا شان نزول اس طرح سے بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مکہ معظمہ کو فتح کر کے مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہوئے تو عورتیں بھی بیعت کی محبت کرتی ہوئی آئیں۔ اور آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ تو پھر خداوندکریم نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ حضرت وحی جبریل علیہ السلام کے خبر دی کہ اے محمد! جو یہ عورتیں تیرے پاس بیعت ہونے کے واسطے آئی ہیں۔ اگر یہ عورتیں ان چھ

شرائط کے ساتھ اقرار کریں، تو پھر تم ان کو بیعت کرو۔ اور ان کے ماضی کے گناہوں کے لئے طلب بخشش کرو۔ اپنے پروردگار سے، اس واسطے کہ تیرا پروردگار بخشنے والا ہے گناہوں کو، جو کہ ان شرائط کے ساتھ توحید کے تیرے ساتھ بیعت کرتی ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں قولاً بیعت کرتے تھے۔ یعنی بطور واعظ فعلی سے بالکل منع کرتے تھے۔

قَوْلُهُ تَعَالٰی، اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ .....

حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ بِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذِهِ الشَّرَائِطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا وَلَا وَاللّٰهِ مَامَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يُبَايِعُهُنَّ اِلَّا بِقَوْلِهٖ قَدْ بَايَعْتُكِ عَلٰى ذٰلِكَ۔ تَابَعَهٗ يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ اِسْحٰقُ ابْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ۔

ترجمہ، کی تفسیر ہم سے اسحاق ابن منصورؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے، کہا ہم سے ابن شہاب کے بھتیجے نے انہوں نے اپنے چچا ابن شہاب سے کہا مجھ کو عروہ نے خبر دی، ان کو حضرت عائشہ ام المومنین نے، انہوں نے کہا کہ جو عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آئیں، آپ اس آیت کے موافق

ان کا امتحان لیتے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ اِلٰی اٰخِرِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ کہتی تھیں، پھر جو مسلمان عورتیں ان شرطوں کو قبول کرتیں، جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے زبان مبارک سے فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت کی۔ خدا کی قسم! آپ کا ہاتھ مبارک بیعت لینے میں کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا۔ آپ عورتوں سے بیعت کے وقت صرف زبان مبارک سے فرما دیتے کہ میں نے تم سے اس بات پر بیعت لے لی۔ زہریؒ کے بھتیجے کی یونسؒ اور معمرؒ اور عبدالرحمٰنؒ بن اسحاق نے زہری سے روایت کرنے میں متابعت کی۔ اور اسحاق راشد نے کہا زہری سے، انہوں نے عروہ اور عمرہ سے صحیح بخاری اور حاشیہ والی صحیح کی بیان کرتے ہیں کہ،

آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاک ان عورتوں کو جانچتے تھے کہ وہ خدا اور رسول کی رضامندی کے لئے نکلی ہیں یا لڑجھگڑ کر چلی آئی ہیں۔

اب ام عطیہ کی جو حدیث میں ہے کہ آپ نے گھر کے باہر سے ہاتھ دراز کیا اور ہم نے گھر کے اندر سے ——— اس سے بھی مصافحہ ثابت نہیں ہوتا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا——— تو اس سے بھی مصافحہ کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔

اور ابوذر نے مراسیل میں شعبی سے نکالا کہ آپ نے ایک چادر ہاتھ پر رکھ لی، اور فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں۔

ان حدیثوں کو دیکھ کر بھی جو مرشد عورتوں کو مرید کرتے وقت ان سے ہاتھ ملائے، وہ بدعتی اور مخالف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہے۔ اسی طرح جو مرشد غیر محرم عورتوں مریدنیوں کو بے ستر اپنے پاس آنے دے، مثلاً سر اور سینہ کھلے ہوئے، تو وہ مرشد نہیں، بلکہ مضل یعنی گمراہ کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔

قولہ تعالیٰ :

إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ ..... الآيَة

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ عَلَيْنَا أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ فَقَبَضَتِ امْرَأَةٌ يَدَهَا فَقَالَتْ أَسْعَدَتْنِي فُلَانَةٌ أُرِيدُ أَنْ أَجْزِيَهَا فَمَا قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ فَبَايَعَهَا.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ، قَالَ إِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ اللهُ لِلنِّسَاءِ.

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَاهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَسْرِقُوا وَقَرَأَ آيَةَ النِّسَاءِ وَأَكْثَرُ لَفْظِ سُفْيَانَ قَرَأَ الْآيَةَ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْهَا شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَسَتَرَهُ اللهُ فَهُوَ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ فِي الْآيَةِ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمٍ

اَخْبَرَہٗ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيْهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ حِيْنَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتّٰى اَتَى النِّسَآءَ مَعَ بِلَالٍ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاٰيَةِ كُلِّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ اَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكَ وَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ وَلَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَا يَدْرِي الْحَسَنُ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ وَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهٗ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ   وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ کی تفسیر ہم سے ابو معمر نے بیان کی، کہا ہم سے عبد الوارث نے کہا ہم سے ایوب سختیانی، انہوں نے حفصہ بنت سیرین نے انہوں نے ام عطیہ سے، انہوں نے کہا، ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، تو آپ نے یہ آیت سنائی۔ وَلَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ اور ہم کو مُردے پر نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ تو ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ خود (ام عطیہ) بھی کہنے لگی۔ فلاں عورت نے میری نوحہ کرنے میں مدد کی تھی، اس کا بدلہ کر لوں۔ یہ سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ وہ چلی گئی۔ نوحہ کرکے پھر لوٹ آئی آپ نے اس سے بیعت لی۔

صحیح بخاری کے حاشیے والے لکھتے ہیں کہ اس کے نوحہ میں شریک ہو جائیں۔ پھر نوحہ نہ کریں گی۔

ف: دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس کو اجازت دی۔ یہ ایک خاص حکم

تھا، جو ام عطیہ کو دیا گیا ورنہ نوحہ عموماً حرام ہے۔ اور اس کی حرمت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور بعض مالکیہ کا قول کہ نوحہ حرام نہیں ہے، شاذ ہے۔ اور مردود ہے قسطلانی نے کہا کہ نوحہ پہلے مباح تھا، پھر مکروہ تنزیہی ہوا، پھر حرام ہوا۔ اور ممکن ہے کہ ام عطیہ کے بیعت کرنے وقت مکروہ تنزیہی ہو۔ اس لئے آپ نے اجازت دی ہو۔ اس کے بعد حرام ہوگیا ہو۔ حافظ نے کہا کہ نوحہ کرنا مطلق حرام ہے، اور یہی مذہب ہے، سب علماء کا۔ ۱۲۔ منہ۔

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہب بن جریر نے، کہا ہم سے والد جریر بن حازم نے کہا، میں نے زبیر سے سنا، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے ابن عباس سے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ یہ ایک خاص شرط تھی، جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے لگائی ۱۲۔ منہ

ف قولہ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ سے یہ مراد ہے، ہوگا کہ نوحہ نہ کریں، یا غیر مرد سے خلوت نہ کریں، یا شوہروں کی نافرمانی نہ کریں۔ اگر یہ معنیٰ ہوں کہ اچھی بات میں تیری نافرمانی نہ کریں، تب تو عورتوں اور مردوں سب کے لئے یہ حکم عام ہوگا۔ جیسے کہ آگے کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ نے لیلۃ العقبہ میں انصار سے انہی شرطوں پر بیعت لی تھی۔

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، انہوں نے کہا، ہم سے زہری نے بیان کیا۔ کہا ہم سے ابو ادریس خولانی نے انہوں نے عبادہ بن صامت سے سنا انہوں نے کہا، ہم سے لیلۃ العقبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرتے ہیں؛ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَسْرِقُوا، اور عورتوں کی آیت جو سورہ ممتحنہ میں عورتوں کے حق میں اتری ہے، وہ پڑھی۔ سفیان نے اس حدیث میں اکثر یوں کہا کہ آپ

نے جب یہ آیت پڑھی۔ پھر جو کوئی تم میں سے ان شرطوں کو پورا کرے، اس کا ثواب اللہ پر ہوگا۔ اور جو کوئی ان کاموں میں سے کچھ کر بیٹھے، پھر دنیا میں اس پر حد پڑ جاوے تو اس کے گناہ کا اتار ہو جائے گا۔ اور اگر ان کاموں میں سے کچھ کر بیٹھے۔ اور اللہ اس کے گناہوں کو چھپائے رکھے، حد سے بچ جاوے، تو اب قیامت کے دن اللہ کا اختیار ہے، چاہے تو اس کو عذاب دے۔ چاہے معاف کر دے۔ سفیان کے ساتھ اس حدیث کو عبدالرزاق نے بھی معمر سے روایت کیا۔ انہوں نے زہری سے اور یوں ہی کہا کہ آیت پڑھی۔

ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہارون بن معروف نے کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے کہا، مجھ کو ابن جریج نے خبر دی، ان کو حسن بن مسلم نے، انہوں نے طاؤس سے سنا، انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ میں نے عید کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان سب کے ساتھ پڑھی۔ سب پہلے نماز پڑھتے تھے، پھر خطبہ سناتے تھے۔ ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خطبہ سنا کر منبر پر سے اترے گویا کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ہاتھ مبارک کے اشارے سے لوگوں کو بٹھلا رہے تھے۔ پھر اُن کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ عورتوں کے پاس آئے بلال آپ کے ساتھ تھے آپ نے یہ آیت پڑھی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ ۝

اور پوری آیت پڑھی۔ پھر فرمایا، اے عورتو! تم ان شرطوں پر قائم ہوتی ہو۔ ایک عورت کے سوا اور کسی نے زبان سے جواب نہ دیا۔ (شرما گئیں) ایک عورت اسما بنت یزید نے کہا، ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حسن بن مسلم راوی کو معلوم نہیں ہوا کہ وہ جواب دینے والی عورت کون تھی، خیر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تو خیرات نکالو، انہوں

نے خیرات دینی شروع کی۔ حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ وہ چھلّے اور انگوٹھیاں حضرت بلال کے کپڑے پر ڈالنے لگیں۔

اگر اس مسئلہ شریف حدیث نبوی کو کوئی ملاحظہ دیدہ نظر سے کرنا چاہے تو صحیح بخاری شریف کے باب بیعت النساء، پارہ بیسواں سورہ الممتحنہ صفحہ ۵۴ کو زیر مطالعہ کر لے۔

قبلہ عالم مرشدنا شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ولی مشکل کشا کے حالات

دربیان آنکہ مختصر حالات و اوصاف حمیدہ اخلاق پسندیدہ و کرامات خوارق عادات آنحضرت جناب قبلہ عالم خواجہ خواجگان پیشوائے سالکان شاہنشاہ مولانا نظام الدینؒ ولی مشکل کشا کے تحریر کئے جاتے ہیں کہ مسکین خادم روسیاہ کو درزمانہ طفولیت جو کہ قبل بیعت لینے سے بارہا جلوہ گر ہوکر ہر ایک مشکل کی عقدہ کشائی کرتے تھے۔ وہ حالات بھی مختصر تحریر کئے جاتے ہیں۔ اگر تمامی حالات آنحضرت جناب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو کہ مسکین خادم کو ظاہری باطنی معلوم ہیں۔ تحریر کئے جاویں تو ان کے لئے ایک خاص دفتر ہونا چاہیئے۔ اس واسطے مختصر طور پر تحریر کئے جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک دن درزمانہ طفولیت مسکین روسیاہ بباعث قحط سالی کے غلّہ خریدنے کے واسطے ایک ساتھی کے ہمراہ مسافت ایک منزل کے مقدار دور چلا گیا۔ اور جب غلّہ خرید کر گھر کو واپس ہوئے کہ ایک نہر کے کنارے پر بیٹھ کر ہم نے روٹی کو طیار کیا۔ مبادا کہ آگے راستے میں کہیں پانی ملے یا نہ ملے، تو پھر طیار شدہ روٹی کو ہمراہی نے اپنے پاس رکھ لیا کہ جس وقت رستے میں فاقہ کشی نے ستایا تو اس وقت دونوں مل کر ایک جگہ پر بیٹھ کر کھالیں گے۔ مگر جس وقت کھانے کی طلب ہوئی، تو ہمراہی کو میں نے کہا کہ بیٹھ کر کھانا کھالیں۔ ہمراہی نے جواب دیا کہ روٹی تو میرے پاس سے کہیں راستے پر گر

گئی ہے۔ پھر بھوک کے مارے روٹی سے نا امید ہو کر چل دیئے۔ جب ظہر کا وقت قریب آیا تو ہمراہی نے کہا کہ دردِ شکم نے ہم کو بہت ستایا ہے۔ مگر وہ اپنے بوجھ کو بھی اٹھانے سے لاچار ہو گیا۔ تو پھر مسکین نے ہر دو بوجھ اٹھا کر رستے پر چلنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ بوقت ایک گاؤں میں پہنچے۔ لیکن اس گاؤں میں ہمراہی کا کوئی آشنا رشتہ دار بود و باش رکھتا تھا۔ اور اس نے خیال کیا کہ میں آشنا کے گھر میں رات بسر کروں۔ اسی لئے ہمراہی نے مجھ کو صاف جواب دیا کہ اے لڑکے! تم چلے جاؤ۔ تو میں نے ہمراہی کو کہا کہ تم کو رستے میں بیمار چھوڑ کر میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ کیونکہ یہ کام خردمندوں کا نہیں ہے۔ مگر آخر کار بطریقہ سابقہ ویسا ہی بندہ کو صاف جواب دیا۔ تو پھر مسکین نا امید اور خاطر شکستہ ہو کر اکیلا ہی رستے پر چل پڑا۔ اور شام نزدیک آگئی، اور گرسنگی نے بھی لاچار کیا ہوا تھا۔ دوسرا آبادی سے بھی دور چلا آیا تھا، تو اس وقت بباعث گرسنگی و صدمہ رات گذارنے کی وجہ سے مارے نکان کے رفتار کے واسطے پاؤں زمین سے نہ اٹھ سکتا تھا، تو اس ہولناک وقت میں ناگاہ ایک شخص خوب سیرت شکل شاہانہ لباس مردانہ پہنے ہوئے میرے سامنے سے آکر فصیح زبان سے کہا "السلام علیکم"۔

تو بندہ نے "وعلیکم السلام" سے جواب دیا۔ پھر اس شخص نیک سیرت نے کہا کہ اے لڑکے تم اس وقت کہاں جاتے ہو

ہم نے جواب دیا کہ میں مسافر راہ گذر ہوں۔ اور گھر کو جاتا ہوں۔ پھر اس نیک سیرت شخص نے مجھے کہا کہ اے لڑکے تیری پیشانی سے ہم کو گرسنگی کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اس وقت کھانے کے واسطے میرے پاس بھی کچھ نہیں۔

پھر یہ بات کہتے ہی وہ شخص بزرگ میرے ساتھ آگے آگے ملائمت گفتگو کے ساتھ چلتا تھا۔ تو ناگاہ مسکین کے دل میں یہ خیال آیا، شاید یہ کوئی قزاق راہزن نہ ہو، تاکہ یہ میرے بوجھ کو نہ چھین لے۔ مگر جب بندہ نے اس کی سیرت و صورت شاہانہ کی طرف غور

سے دیکھا تو میرے دل میں تسکین و یقین آگیا کہ یہ شخص خاص بزرگ عالی شان معلوم ہوتا ہے۔ تو پھر عنقریب ہی اس بزرگ نے کہا کہ اے لڑکے انم کو گرسنگی کی وجہ سے بہت ہی تکلیف ہے۔ اس لئے تو اپنے ہم کو دے دے۔ اور فلاں پل پر سے تو اپنے بوجھ کو لے لینا۔ تو میرے بوجھ کو اٹھا کر وہ شخص تیز ہوا کی طرح چلا گیا۔ اور میں اس سے بہت دور پیچھے رہ گیا۔ کیونکہ مجھے اس کے ہمراہ چلنے کی کچھ طاقت نہ تھی۔

خیر جس مکان کا پتہ نشان اس بزرگ نے مجھے دیا تھا کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے اپنے بوجھ کو صحیح سلامت موجود پایا۔ مگر اس بزرگ شخص نیک سیرت کا کچھ پتہ و نشان نہ پایا، تا وقتیکہ عرصہ چار پانچ سال گذشتہ کے بعد آنحضرت خواجہ صاحب شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا کی خدمت میں طریقۂ عالیہ میں داخل ہونے کے واسطے حاضر ہوا۔ مگر قدمبوسی حاصل کرتے ہی بندہ نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جنہوں نے فلاں وقت اور فلاں جگہ میں میرے سے بوجھ اٹھایا تھا۔ یہ خیال کرتے ہی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے لڑکے! ہم ہی اجاڑ ویران بیابانوں میں یتیموں کی امداد کرتے ہیں۔ ؎

الٰہی بحرمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین
ولی مشکل کشا کہ بنو داشت

نقل ہے کہ ایک روز مسکین ایک ساتھی کے ہمراہ سفر میں کسی کام کے واسطے چلا گیا۔ اور ایک شہر کی کسی مسجد شریف میں واسطے رات بسر کرنے کے قیام پذیر ہو گئے۔ تو پھر شام کے بعد ہمراہی نے مجھ کو کہا کہ چلیں، شہر میں گدائی کر کے روٹی کھا لیں۔ میں نے اپنے ہمراہی سے گدائی کرنے سے انکار کیا، کیونکہ میں بباعث شرم و حیا کے گدائی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر ساتھی کو میں نے کہا کہ تم جا کر گدائی کر کے روٹی کھا لو۔ لیکن مجھے اس وقت روٹی کی طلب نہیں ہے۔ آخر کار ہمراہی میرے سے ملول ہو کر واسطے گدائی کے شہر میں چلا گیا۔ معلوم نہیں کہ اس کو کچھ روٹی میسر ہوئی تھی کہ نہیں، لیکن دو تین گھڑی گزرنے کے بعد آ کر وہ کہنے لگا

کہ اے رفیق من! اس شہر سے گدائی کرتے ہوئے مجھے کچھ روٹی نہ ملی تاکہ لاکر ہم دونوں مل کر کھا لیتے۔ تب میں نے کہا کہ بہتر توکل بر خدا پاک کہ اس وقت بندہ کو روٹی کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اے یار! مسجد شریف میں آرام سے بیٹھ جا، تو وہ بھی بیٹھ گیا، کہ ناگاہ ایک اور مسافر اسی مسجد شریف میں آکر داخل ہوا۔ اور اس مسافر نے بھی میرے ہمراہی کے قریب بیٹھ کر چند باتیں شروع کیں۔

پھر اس مسافر نے میرے ساتھی کو کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ اور شہر میں جاکر گدائی کر کے روٹی کھا کر واپس آجاؤں گا۔ مگر تو میرے اسباب کی نگہبانی کرتے رہنا۔ میرے ساتھی نے کہا، بہتر، تم جاؤ۔ پھر وہ مسافر گدائی کے واسطے شہر میں چلا گیا، تو عنقریب ہی واپس آکر اس مسافر نے اپنے اسباب کی دریافت کی، تو کیا دیکھتا ہے کہ اپنے اسباب میں بجائے گوشت کے ٹکڑوں کے پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس ماجرا کی بندہ کو کچھ خبر نہ تھی۔ کیونکہ میں مسجد شریف کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ مسافر اور میرا ہمراہی دونوں دوسرے گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

آخر کار اس مسافر نے شور و غل مچایا کہ اے اہل مسجد! ان مسافروں نے میرے اسباب میں سے گوشت چوری کر لیا ہے۔ اور میں مسکین بے کس مسافر ہوں۔ اب کیا کروں گا۔

خیر جب اہل مسجد شریف نے تحقیقات شروع کی تو انہوں نے میرے ہمراہی کے پاس سے گوشت کو نکال لیا۔ پھر اہل مسجد شریف نے ہم کو زجر و توبیخ سے دشنام دہی شروع کیں۔ تو اس وقت میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مصداق ہو کر ندامت کرتا تھا۔ مگر گذشتہ وقت ہاتھ نہ آتا تھا۔ جیسا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زینہار از قرینِ بد زینہار

تو اسی اثنا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ناگاہ ایک شخص بابرکت فقیرانہ سیرت مسجد شریف کے دروازہ پر آکھڑا ہوا۔ تو پھر دریافت کرنے لگا کہ تم ایسا شوروغل کس لئے کرتے ہو، تو اہل مسجد شریف نے سب ماجرا بیان کیا۔ پھر اس بابرکت بزرگ نے اہل مسجد کو کہا کہ یہ لڑکا بے گناہ ہے۔ کیونکہ یہ اس ماجرا سے سراسر بے خبر ہے۔ اور میں دیکھتا تھا کہ یہ لڑکا مسجد شریف کے دوسرے گوشے میں اکیلا بیٹھا تھا۔ اس واسطے اس لڑکے کا کچھ قصور نہیں ہے۔ اور مجرم کے ساتھ تم اپنی مرضی کے مطابق عمل درآمد کرو۔

تو جس وقت اہل مسجد نے بزرگ شخص سے یہ بات سنی تو سب نے یقین کرتے ہوئے بندہ کی بہت ہی سخت منت زاری کرتے ہوئے عذر خواہی پیش کی۔ اور کہنے لگے کہ اے لڑکے! تو بے گناہ تھا، کہ جو کچھ ہم نے تمہارے ساتھ بے خبری کی وجہ زجر و توبیخ کی ہے، تو فی سبیل اللہ ہم کو اس کی معافی دینی چاہیئے۔ اور تمہارے ہی ذریعہ سے تمہارے مجرم ساتھی کو بھی معافی دی جاتی ہے۔

پھر وہ بابرکت شخص مسجد شریف سے غائب ہو گیا۔

خیر ہم اسی مسجد شریف میں رات گذار کے صبح کے وقت اپنے گھر کو واپس روانہ ہو گئے۔ مگر میں اپنے ساتھی کی بدعملی کی وجہ سے رنجیدہ خاطر ہوا تھا۔ اور گرسنگی نے بھی بندہ کو بہت بے قرار کیا ہوا تھا۔ کیونکہ دو دن کا بندہ کو فاقہ تھا۔ اور کچھ بوجھ بھی سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ خیر جب بہت کچھ فاصلہ طے کر کے ایک جگہ پہنچ کر سر پر سے بوجھ کو اتار کر آرام کے لئے بیٹھے تو پھر رفیق دیرینہ نے مجھ کو کہا کہ اے یار! میرے پاس ایک گوشت کا ٹکڑا موجود ہے، جو کہ میں نے گذشتہ شب کو چرایا تھا۔ تو اور گوشت مالک نے میرے سے جبراً لے لیا تھا۔ مگر میں نے یہ ایک گوشت کا ٹکڑا پوشیدہ رکھ لیا تھا، تاکہ بکار آید۔ لیکن ہم دریں وقت بھوک کی وجہ سے بہت عاجز ہیں۔ جلدی سے تم لکڑی جمع کرو۔ کہ میں آگ کو جلاؤں، تاکہ اس کو پختہ کر کے کھا کر روانہ ہو جائیں۔

تو میں نے کہا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا کہ میں ہرگز چوری شدہ گوشت کو نہ کھاؤں گا۔ تو پھر قزاق رفیق نے مجھ کو زجر و توبیخ کی جیسا کہ قزاقوں اور رہزنوں کی عادت ہوتی ہے کہ اب تم مشائخ بنتے ہو۔ مگر اسی وقت تم نہ کھانے کی وجہ سے بھوک کے مارے ہلاک ہو جاؤ گے۔

آخر کار اس نے سب گوشت کھا لیا۔ اور میں نے اس کے کہنے پر بالکل عمل درآمد نہ کیا۔ اسی واسطے وہ میرے سے رنجیدہ خاطر اور میں اس سے خاطر رنجیدہ ہو کر دوری چاہتا تھا۔ اور اس شاعر کے قول کی صداقت کرتا تھا۔ ؎

کند جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر، زاغ با زاغ

تو پھر وہ میرا ساتھی خاطر رنجیدہ ہو کر مجھ سے کہنے لگا کہ تم مارے بھوک کے ہلاک ہو جاؤ گے تو میں نے اس کو کہا کہ تم نے حرام لقمہ سے اپنے شکم کو پُر کر رہا ہے۔ آگے چلو اور ہمارے مالک حقیقی روزی رساں کی قدرت دیکھو کہ وہ کس طرح سے حلال کی روزی عطا کرے گا۔

خیر یہ کہہ کر اس جگہ سے چلے آئے۔ تو قدرے مسافت طے کر کے ایک جگہ پہنچ کر سر کے اوپر سے اسباب کو اتار کر آرام کرنے لگے، تو ناگاہ ایک شخص سیرت وصورت نیک، دکھائی دے کر کہنے لگا کہ اس گاؤں میں کسی نے فی سبیل اللہ دعوت کی ہے۔ تم وہاں جا کر روٹی کھا لو۔ مگر وہ شخص نیک سیرت ہمارے آگے آگے چلتے ہوئے دعوت کنندہ کے دروازے کے قریب پہنچتے ہی غائب ہو گیا۔ تو دعوت کنندہ نے پہلے ہمیں خاطر رنجیدگی سے زجر و توبیخ شروع کی۔ بعدہٗ بڑی مہربانی سے کہنے لگا کہ تم بیٹھ کر روٹی کھا لو۔ پھر ہم وہاں بیٹھ گئے، تو جلدی سے دعوت کنندہ نے بڑی عزت کے ساتھ طیب روٹی کھلا کر کہا، کہ اے مہمانو! اب تم چلو!۔

خیر ہم چل دیئے۔ تو پھر میں نے اپنے ہمراہی کو کہا کہ حقیقی مالک روزی رساں کی

قدرت کو دیکھ کر اس نے ہم کو کہاں سے طیب پاک روزی عطا کر کے ہمارے شکموں کو آسودہ کر دیا ہے کہ جس کی نسبت تو ناامید ہو کر حل و حرمت میں فرق نہیں کرتا تھا۔

خیر جو کچھ گذرا سو گذرا، مگر جس شخص بابرکت نے چوری کی تہمت سے رہائی دلوائی تھی، اور جس شخص نیک سیرت نے روٹی کھانے کے واسطے کہا تھا کہ ان دونوں کی شکل و شباہت متفرق پائی جاتی تھی۔ مگر وہ یہ وجہ ہے کہ جس طرح میاں محمد صاحب فرماتے ہیں ؎

اوہ یار محمد جھنگ والا
کتیں مندرا پاکے وت آیا

آخر کار عرصہ دو سال گزرنے کے بعد مسکین روسیاہ خادم حضرت خواجہ صاحب شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا کی شہرت سن کر حاضر خدمت عالیہ ہو تو بندہ نے آپ کو پہچان لیا کہ جو شخص فلاں چوری کی تہمت سے رہائی دلانے کے واسطے حاضر ہوا، اور جو شخص روٹی کے واسطے بلا کر لے گیا تھا، وہ یہی خواجہ صاحب ہیں۔

تو پھر خواجہ صاحب نے جلدی سے فرمایا، کہ اے برخوردار! ہم ہی سخت فاقہ کشی کے وقت مسکینوں کو کھانا کھلانے والے ہیں۔ اور ہم ہی چوری کی تہمت سے مسافروں کو راستے میں رہائی دلانے والے ہیں۔

واہ سبحان اللہ! کہ نیرے دوست اپنے نور ایمان کے ساتھ کس طرح سے غیروں کے حالات سے واقف ہو کر بوقت مشکل امداد دے کر فریاد رسی کرتے ہیں، اسی طرح ہر کمال اولیاء اللہ اپنے مریدوں کی باطنی ترقیات و جریان لطائف و اذکار کے واسطے غائبانہ جلوہ گر ہو کر عقدہ کشائی کرتے ہیں۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا کہ بتو داشت۔

نقل ہے کہ جب مسکین خادم پہلی دفعہ آنحضرت خواجہ شاہ نظام الدین ولی

مشکل کشا کی خدمت بیعت لینے کے لئے گھر سے روانہ ہوا تو رستے میں بہت سی مصائب پیش آئیں ۔ مگر جیسی مصائب شدائد وقوع میں آتی تھیں تو ویسا ہی مجھے حضرت خواجہ کی نسبت یقین ہوتا جاتا تھا۔ کیونکہ میں یہ خیال کرتا تھا ؎

ہر جا کہ گل است وخار است

باخمر خمار است، بر سر گنج مار است

کہ مصیبتوں کا پیش آنا ظاہر میں یہ سبب تھا کہ مسکین بے کس غریب تہی دست سراپا برہنہ تھا اور راستے میں چلنے کی طاقت بالکل نہ تھی ۔ اس واسطے کہ پاؤں کی برہنگی کے باعث زخم شدید ظاہر ہو کر خون جاری ہونے لگا۔ مگر راستہ بھی ہولناک تھا۔ لیکن مسکین بے توشہ و بے سامان تہی دست تھا مگر سب ہمراہی باسامان توشہ دار، راستہ قطع کرنے کے لئے آراستہ تھے۔ حتّٰی کہ اسی اثنا میں ہم کو ایک رات سخت جنگل میں آگئی، اور سخت موسم سرما تھا۔ مگر ایک جگہ پر ہم رات بسر کرنے کے لئے قیام پذیر ہو گئے ۔ پھر میرے ہمراہی سب سو رہے ۔ تو نصف رات گذشتہ سے ہمراہیوں سے خاموشی سے پوشیدہ ہو کر میں ایک عنقریب پانی کے چشمے پر چلا گیا ۔ اور طہارت جدید کر کے دوگانہ تہجد کی نماز کی پہلی رکعت میں ام الکتاب سورہ فاتحہ کے بعد قدرے یٰسین شریف پڑھی تو ناگاہ ایک شخص نے پیٹھ کی طرف سے بندہ کے دامن کو کھینچا۔

چونکہ بندہ کو ناواقفی سے کعبہ شریف کی سمت معلوم نہ تھی ۔ بندہ نے جب اس شخص کی طرف نگاہ کی تو وہ شخص امام کی طرح قبلہ کی طرف میرے آگے کھڑا ہو گیا، کہ جب بندہ نماز تہجد سے فارغ ہوا تو پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔ لیکن بندہ نے اس راز کو اپنے ہمراہیوں سے پوشیدہ رکھا۔ اور میرے دل میں خاص یقین ہو گیا کہ اس میں کچھ راز نہانی ہو گا۔

تو جب ہم سب حضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو اسی

وقت مسکین نے آپ کو بخوبی طور سے پہچان لیا کہ جس شخص نے نماز تہجد بوقت رات امام ہو کر پڑھائی تھی، وہ ہی خواجہ صاحب تھے۔ تو پھر آپ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ تہجد کی نماز غیر واقف کی جگہ جماعت کے ساتھ بھی پڑھنی جائز ہے اور ساتھ ہی فرمانے لگے کہ اے برخوردار! تم جاؤ اس جگہ پر ہمارا ایک پانی کا چشمہ ہے۔ تم اپنے پاؤں اس میں دھو ڈالو تاکہ تمہارے پاؤں درست ہو جائیں۔ تو مسکین نے ویسا ہی آپ کے حکم مبارک کے مطابق عمل در آمد کیا۔

الٰہی بحرمت خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا

کہ در عشق خود غرقاب کن ما ہر دو سرا

جاننا چاہیئے کہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم جب کسی کے ساتھ کوئی معاملہ مخلص کرنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے بطور روحانی بارہا جلوہ گر ہو کر مرید کے قلب کو نظارہ سے آراستہ کرتے ہی غائبانہ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اور طرح طرح کے صیقل سے مرید کے قلب کو غائبانہ ہی مصفا کر دیتے ہیں۔

جیسا کہ نقل ہے کہ مسکین خدام کو زمانہ طفولیت میں گاہے گاہے سفنہ میں کوئی شخص سوئی کے ناکے کے اوپر بٹھا کر آسمان کی طرف اڑا لئے لے جاتا تھا۔ لیکن مسکین اس سفنے کی تعبیر کی عقدہ کشائی نہ کر سکتا تھا۔ مگر جس وقت حضرت خواجہ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہو کر داخل ہوا، تو پھر مولانا خواجہ صاحب نے بطور روحانی ذکر اسم ذات کی تلقین فرمائی تو اس وقت مسکین خادم نے آپ کو ناگاہ پہچان لیا کہ جو شخص بزرگ ہم کو سوزن کے ناکے کے اوپر آسمان کی طرف اڑا کر لے جایا کرتا تھا، کہ وہ ہی آنحضرت خواجہ صاحب ہیں۔ مگر آخر کار بندہ کو خواجہ صاحب نے بخانہ واپس رخصت کر دیا۔

جب بندہ بخیریت تمام بخانہ پہنچ گیا، تو پھر اپنے دل میں میں نے خیال کیا کہ ہمارے شفنے

کی تعبیر اب سرانجام ہوگئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا خواجہ صاحب نے ہی ہم کو سوزن کے ناکے کے اوپر بٹھا دیتے تھے۔ مگر ہم کو بھی ویسا ہی کرنا چاہیئے۔ اس واسطے ہم نے پھر اپنے آباء و اجداد کے گورستان میں ایک عبادت خانہ جلدی سے تیار کرکے، خویش واقربا سے قطع تعلق کرکے کھانا پینا سونا بفضلہٖ تعالیٰ بہت قلیل کرتے ہوئے خلوت گزیں ہو کر اپنے جسم پر شاقہ عبادات اور ریاضات مجاہدہ سے تکلیفات برداشت کرنا شروع کر دیں، جیسا کہ اپنے خلوت خانہ سے دوسرا آدمی بندہ کو اٹھا کر باہر لے جاتا تھا۔ کیونکہ بندہ کو طاقت بدنی بالکل نہ رہی تھی۔ مگر طاقت روحانی بوساطت آنحضرت قبلۂ عالم روز بروز ترقی کرتی تھی حتیٰ کہ عرصہ بعید گذشتہ کے بعد آنحضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔

تو پھر حضرت خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے دریافت فرمایا کہ اے برخوردار! عزیز من! تم نے میرے حکم کے بغیر کیوں ایسی سخت تکلیفات کو برداشت کیا ہے۔

تو پھر بندہ نے خدمت عالیہ میں عرض کی کہ یا حضرت! آپ خود ہی بارہا سوزن کے ناکے کے اوپر بٹھاتے رہے مجھ کو، تو اسی لئے میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ جب حضرت خواجہ صاحب خود مجھ کو سوزن کے ناکے کے اوپر بٹھانا چاہتے ہیں، تو اے یار! ہم کو ویسا ہی کرنا چاہیئے۔

تو پھر اس وقت خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ وہ تو میں ہی ہوں، جو شخص تم کو سوزن کے ناکے کے اوپر بٹھا کر آسمان کی طرف لے جایا کرتا تھا، مگر سوزن کے ناکے پر بٹھانے سے برخوردار یہ مراد ہے کہ شریعت محمدی کی تابعداری قولاً، فعلاً اور معناً کرنی چاہیئے، نہ کہ اپنے پیشوائے روشن ضمیر کے حکم کے بغیر اپنی جان پر ایسے شدائد تکلیفات کو برداشت کریں۔

مگر اس وقت حضرت خواجہ صاحب سے جو راز نہانی بندہ کی نسبت ظہور میں آئے

ان کا بیان کرنا مناسب ہے۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ قصہ مذکورہ بالا میں جو ماجرا تحریر کیا گیا ہے، کہ وہ سب بطور روحانی آنحضرت جناب خواجہ صاحب جلوہ گر ہو کر بندہ کے قلب کو صیقل کر کے نہر عرفانیہ سے ہماری زراعت پژمردہ کو پانی دیتے تھے ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا،

کہ بحر رحمتِ فراواں عطا کن بما

نقل ہے کہ ایک روز مسکین خدام قبل آنحضرت خواجہ صاحب کے بیعت لینے کے بوقت رات ایک بزرگ کی زیارت پر تنہا چلا گیا۔ اور بزرگ کرام کی زیارت مبارک پر روحانی رجوعات بطور مراقبہ بہت ہی عاجزی و زاری سے کرتا ہوا سو گیا، تو ناگاہ سُفنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ولی ہماری طرف جلوہ گر ہو کر طرح طرح کے فیض آثار عنایت کرتے ہیں، مگر اس سفنہ کی نسبت بندہ بخوشی بیدار ہو کر شکریہ ادا کرتا تھا۔

پھر دوبارہ اسی حالت میں سو گیا۔ تو پھر سفنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اور بزرگ جلوہ گر ہو کر بندہ کو زبان سے فرماتے ہیں،

اے برخوردار! تم کو اس زیارت سے بہت سا فائدہ حاصل ہوا ہے، مگر ہماری زیارتوں کی طرف بھی تم کو رجوعات کرنی چاہیئے۔ کہ تمہارے واسطے نفع رسانی ہوگی۔

تو پھر بندہ نے در حالت سفنہ بزرگ بزرگ بابرکت کی خدمت عالیہ میں عرض کی کہ یا حضرت صاحب! آپ کی زیارات متبرکہ کس جگہ میں ہیں۔ اگر آپ مہربانی کر کے ان کا پتہ نشان بتا دیں تو پھر بندہ بہت جلدی سے ان کی طرف کو روانہ ہو جائے گا۔ تو بزرگ کرام نے فرمایا کہ تم مشرق کی طرف دیکھو، کہ جب میں نے مشرق کی طرف نظر کی تو مجھے ایک اونچا پہاڑ نظر آیا۔ اور اس کی چوٹی پر دو زیارتیں متبرکہ پائیں۔

تو پھر بندہ خواب سے بیدار ہو گیا۔ مگر اس وقت مجھے بہت بے قراری اور اضطرابی کی حالت در پیش آئی، تو پھر اسی اثنائے عنقریب میں آنحضرت خواجہ صاحب کی خدمت

عالیہ میں حاضر ہوکر قدمبوسی حاصل کرکے وہاں ہی رات بسر کی تو صبح کو مولانا خواجہ صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم آج جمعہ کے روز اپنے آباء واجداد کی زیارتوں پر جائیں گے۔

مسکین بھی خواجہ صاحب قبلۂ عالم کے ہمراہ چلا گیا کہ جب متبرکہ زیارتوں پر پہنچے، تو اس وقت خواجہ صاحب کے ساتھ بہت سی ہجوم مخلوقات کی تھی، تو اس وقت آپ نے مجھے فرمایا کہ تم پانی پر جاکر جلدی سے غسل و طہارت جدید کرکے آؤ تو اس وقت مجھے بہت ندامت درپیش آئی۔ مگر میں اپنے دل میں یہی خیال کرتا تھا کہ اے خداوندا! شاید اس میں کوئی راز نہانی ہوگا۔

خیر آخرکار بندہ خواجہ صاحب کے حکم کے مطابق تعمیل بجالاکر خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، تو اس وقت بندہ کو مخلوقات سے علیحدہ کرکے تنہا آپ اپنے آباء واجداد کرام کی متبرکہ زیارتوں پر سے گئے۔

پھر آپ نے یہ فرمایا کہ اے برخوردار! یہ وہی زیارتیں ہیں کہ جن کو تم نے سُفنے میں دیکھا تھا۔ تو مسکین نے بے شبہ سے تسلیم کرکے عرض کی کہ یا حضرت! یہ وہی زیارات کرام ہیں کہ جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

آخرکار حضرت خواجہ صاحب نے اپنے آباء واجداد کرام کی زیارتوں کی طرف رجوعات کرتے ہوئے کھڑے ہوکر بڑی سخت سوزش جگر و زاری سے زبان مبارک سے فرماتے تھے کہ اے بزرگانِ دینِ متین! یہ ہمارا ایک لڑکا ناتواں غریب بے وطن مفلس گدائے بے کس آدمی ہے مگر اس لڑکے کو تمہارے حوالے اور سپرد کرتا ہوں، کیوں کہ آپ ہمارے آباء واجداد بزرگان دین ہیں۔ کہ تم اپنی وساطت کے ذریعہ سے منزلات وحقیقت ومعرفت سلوکیہ کو طے اور سرانجام کراتے ہوئے محتاجی و تہی دنیاوی رفع کراکر اس کو بزمرۂ اولیاء میں داخل کرا دیں۔ اور بندہ اپنی زبان سے آمین آمین کہتا رہا۔

مگر اس وقت خواجہ صاحب کو ان زیارتوں سے جو تجلیات ظاہر ہوتی تھیں، تو

ان کی وجہ سے بندہ گاہے گاہے بے ہوش ہو جاتا تھا۔ اور گاہے ہوش میں آجاتا تھا، تو مثل بلبل خار دیدہ کے بر شانجہ نومیدی اس شعر کا نغمہ گاتا تھا ۔

اگر در دلیش بر یک حال ماندے

سر دست از دو عالم برفشاندے

آخر کار جب حضرت خواجہ صاحب نے اس حالت سے فراغت پائی تو آپ نے فرمایا: کہ اے لخت جگر وہ میں ہی تھا کہ جس نے تم کو کسی بزرگ کی زیارت کے پاس سے اُٹھایا تھا۔ تو پھر آپ نے زبان مبارک سے دوبارہ فرمایا کہ گاہے بگاہے پھر تم کو ان مقبرہ کی زیارتوں پر آنا چاہیئے۔

لیکن خواجہ صاحب نے جو کہ اس وقت بوجہ عرفان میری نسبت افشاں کیا تھا اس کا تحریر کرنا نا مناسب و غیر ممکن ہے ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا

کہ خلعت ایمان مکمل عطا کن بما

نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت خواجہ صاحب نے مجھے فرمایا کہ آئندہ ہمارے پاس جلدی سے آنا چاہیئے، تاکہ ترقی تمہارے لیے فیض حقیقی زیادہ ہو۔

میں نے عرض کہ اے حضرت قبلہ عالم! راستہ بہت دور اور خوفناک اونچے اونچے پہاڑ و بیابان و جنگل ہیں، اور ان کا قطع کرنا دشوار ہے کہ اسی واسطے بہت جلدی خدمت میں حاضر ہونے سے مجبور ہوں۔

تو اس وقت خواجہ صاحب کی حالت دگرگوں ہوگئی، اور فرمایا کہ برخوردار! راستہ تمہارا بہت نزدیک ہے۔ اس واسطے کہ جو ہمارے سامنے قبلہ کی طرف ایک اونچا پہاڑ ہے، تو ایک روز ہم اس پر چلے گئے۔ تو پھر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عزیز میاں عبداللہ کی جگہ دیکھوں کہ کس قدر مسافت ہے، تو پھر میں نے تمہاری جگہ کی طرف غور سے نظر کی، تو کیا دیکھتا ہوں کہ تمہاری

جگہ ہمارے پاؤں کے نیچے جگہ تھی۔ تو دوبارہ میں نے نظرِ ثانی سے لحاظ کیا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھر سے جب ہمارا مال مویشی باہر نکلتا ہے، تو وہ ایک طرف سے تمہارے گھر میں پہنچا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور ساتھ ہی آپ نے یہ فرمایا:

اے برخوردار! ہم نے اپنے مال اور تمہارے کا دودھ ایک برتن میں ڈال دیا ہے۔

اس وقت مسکین مفلس تہی دست کے گھر میں کوئی مال مویشی ظاہر میں موجود نہ تھا۔ اور میں نے جان لیا کہ شاید حضرت خواجہ صاحب نے ظاہری مال مویشی کی بھی عنائتیں ہم کو کر دی ہیں، تو آئندہ ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اور اس روز کے بعد ہمارے پاس مال مویشی روز بروز ترقی کرنے لگا۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا ر

کہ از شرّ شیطان نگہدار ما

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کرتے ہی آپ نے فرمایا، کہ اے برخوردار! تو کیا پیشہ کرتا ہے؟

تو پھر میں نے عرض کی کہ اے آفتابِ جہاں! جو کچھ آپ نے مہربانی سے عنایت کیا ہوا ہے، تو بندہ کا وہی پیشہ و شغل اختیار شدہ ہے۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرحبا مرحبا! اصل پیشہ تو یہی ہے، مگر حلال روزی کمانے کے لئے تو کیا پیشہ کرتا ہے۔

پھر بندہ نے خدمت عالیہ میں عرض کی کہ یا حضرت! آپ کی برکت سے مالکِ رزق رساں روزی دیتا ہے۔ لیکن آئندہ جس طرح سے حکم فرمائیں گے تعمیل کی جائے گی۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا، اے برخوردار! ہمارے طریقہ عالیہ میں پیشہ زمینداری سب سے بہتر ہے۔

تو پھر میں نے عرض کی کہ اے روشنائی اہل اسلام ہمارے زمین بالکل کچھ نہیں ہے۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے برخوردار! تم اپنے آباء و اجداد کی جگہ سے ہجرت کر کے درملک کشمیر پرگنہ لار میں چلے جاؤ۔ کیونکہ وہاں تمہارے واسطے بہت سی زمین خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم سے موجود رکھی ہوئی ہے۔

تو پھر فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! بندہ تو کشمیری زبان جاننے سے مجبور و قاصر ہے، تو اس وقت حضرت خواجہ صاحب نے یہ فرمایا کہ اے برخوردار! کشمیری زبان کے جاننے سے تم کچھ فکر نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے پاس انشاء اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر ایک ولایت اور ملک بملک سے ہر ایک قسم کا زبان دان عربی، فارسی، اُردو، پشتو، کشمیری، ہندی وغیرہ وغیرہ کی زبان سمجھنے والے آئیں گے۔ اور وہی آدمی متفرقہ زبان دان آپس میں ایک دوسرے کو سمجھا دیں گے۔

جیسا کہ بندہ آنجناب کے حکم کے مطابق ہجرت کر کے ملک کشمیر میں چلا آیا، تو ویسا ہی آپ کے فرمان کے مطابق ظہور میں آیا۔

الٰہی بحرمت راز دنیاز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا

نقل ہے کہ ایک رات کو میں نے سپنے میں کیا دیکھا کہ آفتاب بہت تیز روشن چڑھ کر ہمارے مکان کے قریب اُتر کر پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا ہے۔ تو جب بندہ خواب سے بیدار ہوا، تو پھر اس سپنے کی تعبیر سے خاطر میں اضطراب پیدا ہوا۔ آخر کار جب آنحضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کی۔ اور حالات سپنہ کا خدمت عالیہ میں بیان کیا۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے برخوردار! تمہارے سپنے کی تعبیر سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک فرزند نرینہ پیدا ہوگا، جو کہ وہ نیک سیرت اور اوصاف حمیدہ، صاحب کرامت ہوگا۔ مگر خدانخواستہ اس کی عمر بہت ہی کم ہوگی۔ اگر اس نے عمر دراز پائی تو بفضلہ تعالیٰ ہمارے طریقہ عالیہ میں لاثانی مشائخ کرام میں سے

ہوگا۔

تو پھر مسکین کے گھر میں عنقریب ہی لڑکا پیدا ہوا، مگر ویسے ہی اوصاف حمیدہ اس میں پائے گئے تھے، جیسا کہ آنحضرت خواجہ صاحب نے بیان کیا تھا۔

نقل ہے کہ جب دوسری دفعہ بندہ خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کی۔ اور دست بستہ خدمت میں التماس کی کہ یا حضرت ہمارے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہوا ہے کہ، جس طرح سے آپ نے پہلی دفعہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا کہ ویسے ہی برخوردار میں اوصاف پائے جاتے ہیں۔ لیکن بندہ آپ کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہے کہ برخوردار کا اسم کیا رکھا جائے۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ برخوردار کا اسم میاں محمد رکن عالم رکھا جائے۔

لیکن برخوردار نیک کردار میاں محمد رکن عالم کا شیرخواری کی عمر میں ہمیشہ یہ تھا کہ بروزجمعہ دونوں چشموں اور لبوں کو بند کر کے ذکر قلبی اور روحانی اذکار و لطائف میں ہمیشہ ہی مستغرق رہتا تھا، اور کسی کے ساتھ تعلق گفتگو کا نہ رکھتا کہ اسی لئے عام مخلوقات کو یہ خیال رہتا تھا کہ شاید برخوردار میاں محمد رکن عالم صاحب کو سردردی کے باعث خاموش رہتا ہے لیکن خاص الخاص انسان برخوردار عزیز من لخت جگر میاں محمد رکن عالم کی تجلیات قلبی اور اذکار روحانی کا مشاہدہ کر کے رشک کے مارے یہ کہتے تھے کہ واہ سبحان اللہ! برخوردار میاں محمد رکن عالم خود ہی مادر زاد ولی صاحب کرامت ہے۔

دوسرا وصف برخوردار کا یہ تھا کہ جب مخلوقات کی بہت ہجوم جمع ہوا کرتی تھی تو اس وقت میاں محمد رکن عالم حلقہ میں بیٹھ کر باقاعدہ مشائخ کرام کی طرح ہر ایک طالب کے قلب پر باطنی توجہ سے خیال کرتا تھا، تو اس وقت تمام مجلس بے بس و بے ہوش ہو کر گریہ وزاری شروع کرتے ہوئے ہر ایک کے دل میں محبت الٰہی کمال پیدا ہو جاتی تھی۔ اور جب برخوردار حلقہ میں جذبہ نفی اثبات کرتا تھا، تو اہل مجلس کو ایسا رقص پیدا

ہوتا تھا کہ مثل ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے۔

آخر کار جب میاں محمد رکن عالم کی عمر قریب نو سال کے پہنچی، تو پھر بندہ نے مولانا حضرت خواجہ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کر کے دست بستہ عرض کی کہ یا حضرت اگر آپ حکم فرمائیں تو بندہ میاں محمد رکن عالم کو واسطے بیعت کے در خدمت اقدس حاضر کرے۔

تو پھر خواجہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ اے برخوردار! میاں عبداللہ! ہم نے نور چشم کو بطور روحانی بیعت کر کے باطنی توجہ کرنے کی بھی تلقین کر دی ہے۔ اسی واسطے وہ حلقہ میں بیٹھ کر لوگوں کو توجہ کرتا ہے۔ اور تم تسلی رکھو۔

اور ایک روز ہم نے برخوردار میاں محمد رکن عالم کے رُخ پر کسی ذریعہ سے طمانچہ لگایا تھا، تو اسی رات کو آنحضرت مولانا خواجہ صاحبؒ جلوہ گر ہو کر خاطر رنجیدہ اور زجر و توبیخ سے بندہ کو فرماتے ہیں کہ برخوردار آئندہ تم ایسا کام نہ کرنا۔ کیونکہ تمہارا طمانچہ برخوردار میاں محمد رکن عالم کے رُخ پر لگانے سے ہمارے رخ کو بڑی سخت تکلیف پہنچی۔

تو جب بندہ خواب سے بیدار ہوا، بڑی سخت ندامت ہوئی۔ خیر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب بندہ آنحضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کی، تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے لختِ جگر میاں محمد رکن عالم کا کیا حال ہے؟

تو پھر بندہ نے برخوردار کے اوصاف کے مطابق جملہ حالات بیان کئے۔ تو پھر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ برخوردار میاں محمد رکن عالم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ کیونکہ اس کی دنیا کی طرف پشت ہے۔ اور ہمارے طریقہ عالیہ میں اس نے سراسر دستاویزی کر کے رُخ کو ہماری طرف کیا ہوا ہے۔ اور عشق حقیقی اور اذکار باطنی میں غرقاب ہے، مگر خدانخواستہ برخوردار کی عمر استخارہ سے کم معلوم ہوتی ہے۔

تو پھر خواجہ صاحب کی پیشن گوئی کے مطابق برخوردار میاں محمد رکن عالم کی عمر پورے

نو سال کے ختم ہوگئی تو پھر اس دار فانی سے دار بقا کو سدھار گیا۔

فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

مگر آں حضرت خواجہ صاحب قبلۂ عالم برخوردار میاں محمد رکن عالم سے پہلے ہی عرصہ دو سال اس دار فانی سے دار البقاء کو رحلت فرما گئے تھے۔ اسی لئے فدوی کو دو صدمے شدید سخت جدائی کے درپیش تھے۔ اور غایت درجہ کی مجبوری و مقہوری سے خاطر شکستہ از خود رفتہ ہوکر آنحضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے شعر کا نغمہ گنگناتا تھا۔

منم آں تاجر کشتی شکستہ

برہنہ بر سر لوح نشستہ

منم آں عنکبوتے زار و رنجور

فتادہ از مرادِ خویش تن دور

برخوردار میاں محمد رکن عالم نے خوارق عادات و کرامات متفرقات ظاہر کئے تھے۔ اپنی چھوٹی سی عمر نو سال کے گذشتہ میں اگر تمام خوارق عادات و کرامات برخوردار کے تحریر کئے جائیں، تو ان کے لئے ایک خاص دفتر ہونا چاہیئے۔ اس واسطے مختصر طور پر گنجائش کی جاتی ہے۔

اور آج بھی برخوردار میاں محمد رکن عالم کی یہ کرامات ظاہری مشہور ہے کہ اگر کسی کو کوئی حاجات و مشکلات دینی یا دنیاوی درپیش آتی ہے، تو برخوردار مرحوم کی تربت پر جا کر فاتحہ شریف پڑھ کر تھوڑی سی خاک اٹھا کر لے جاتا ہے، تو اس کی ہر ایک حاجات و مشکلات کو خداوند کریم بفضل و کرم بوساطت مولانا آں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ قبلہ عالم کے سر انجام کر دیتا ہے۔ ؎

الٰہی بحرمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا

کہ قلب من منور کن چوں بدر الدجےٰ

نقل ہے کہ ایک روز بندہ خواجہ صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، تو لوگوں سے علیحدہ کرکے ایک تنہا مقام میں لے گئے، تو پھر خواجہ صاحب نے علم معارف بیان کرنا شروع کرکے بحرِ عمیق توحید میں غوطہ لگا کر صرف اس حدیث شریف کی تابعداری میں مستغرق تھے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ نَبِیٌّ مُرْسَلٌ وَّلَا مَلَکٌ مُقَرَّبٌ۔

تو پھر خواجہ صاحب بحرِ عمیق توحید عرفانیہ میں ہر بار غوطہ لگا کر درِ مکنون بے بہا بحرِ عمیق سے بندہ کی نسبت لایا کرتے تھے، تو بندہ اپنے دامن کو پھیلا کر درِ مکنون بیبہا عرفانیہ کو اپنے لئے نگاہ عمدہ سے درِ مکنون جمع کرتا تھا۔ تو اس وقت خواجہ صاحب جو بوجہ رازِ نہانی و تجلیات ربوبیت عرفانی بندہ کی نسبت افشا کرتے تھے، تو بندہ اپنی چھاتی میں سخت پیاسے کی طرح سما کر نوش کرتا تھا۔ اور بندہ مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اس شعر کے موافق دستور شادیانہ بسر کرتا تھا۔

ے تا نہ گرید ابر کے خندد چمن
تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن

مگر اس وقت جو رازِ نہانی و اسرار تجلیات ربوبیت عرفانی جو خواجہ صاحب سے ظاہر ہوئے تھے، تو ان کا تحریر و بیان کرنا نامناسب و ناگوار ہے۔ کیونکہ یہ رازِ نہانی و اسرار تجلیات ربوبیت عرفانی وہ امانت ہے۔ جس کو شب معراج میں ہمارے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پاک کو خداوند کریم نے عنایت کرکے ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تو اس قافلہ اولیائے کرام کے سینہ بہ سینہ وہی امانت پوشیدہ طور سے چلی آئی ہے۔ اسی واسطے ہم کو ظاہر کرنا نامناسب ہے۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا،

کہ بر دین و ایمان نگہدار ما

نقل ہے کہ ایک روز خواجہ صاحب مریدان کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے سرگرم تھے، تو ناگاہ ایک شخص سیّد نے آکر عرض کی کہ یا حضرت! میرا ایک شخص بے دین سخت دشمن ہے جیسا کہ وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم پاک وا امین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں بھی کمی بیشی کہتا ہے، تو پھر خواجہ صاحب نے جلالیت کی حالت میں فرمایا اس شخص کو کہ واپس جا کر سورۂ یٰسین شریف پچیس ۲۵ مرتبہ پڑھ کر میرے پاس آنا۔ پھر وہ شخص جا کر سورہ یٰسین شریف پچیس ۲۵ مرتبہ پڑھ کر حاضرِ خدمت ہوا، تو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ فلاں درخت کی جڑوں کو مٹی سے باہر نکال کر ہر ایک بیخ کے اوپر ایک ایک بار تبر مارنا۔

پس اس شخص نے ویسا ہی کیا۔ اور پھر واپس آکر عرض کی کہ یا حضرت! میں حکم کے مطابق تعمیل بجا لایا ہوں۔ تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ وہ درخت گر گیا ہے کہ نہیں تو اس شخص نے کہا کہ یا حضرت وہ درخت گر گیا ہے۔ تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اب جاؤ کہ تمہارا دشمن ہلاک ہو گیا ہے۔

واقعی وہ شخص دو تین روز کے اندر ہی ہلاک ہو گیا۔

تو پھر اہل مجلس میں سے کسی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ ایسے خوارق عادات سے نفرت کرتے تھے۔ تو اب اس ماجرا میں کیا راز تھا، تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس میں یہ راز تھا کہ ایک تو وہ شخص اہل بیت سے تھا۔ اگر میں اس کی اس وقت امداد نہ کرتا، تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کی ناراضگی کا مجھے سخت خوف تھا۔

دوسرا یہ کہ جو کوئی اہل بیت کی نسبت بداعتقادی سے کمی بیشی کرتا ہے، تو اس کا سرانجام ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

تو پھر کسی شخص نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ یزید کی نسبت کس طرح فرماتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس معاملہ کے ذمہ دار خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر چاہیں گے تو معاف کر دیں گے، ورنہ مواخذہ کریں گے۔

دوسرے کا اس میں تو کچھ دخل نہیں ہے۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز خواجہ شاہ نظام الدین دل مشکل کشا

کر شاداب کن ما ہر دو سرا

نقل ہے کہ ایک دن مسکین خواجہ صاحب کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا، تو ناگاہ ایک شخص نے آکر عرض کی کہ یا حضرت! میرا ایک ہی لڑکا تھا، وہ بھی حاکم وقت نے مجرم کر کے سات سال کی قید ہی میں سزاوار کر دیا ہے۔ مگر وہ شخص پیر ناتواں دیرینہ سال تھا، تو اپنے فرزند کی جدائی سے بہت گریہ وزاری کرنے لگا۔ تو اس کی گریہ وزاری دیکھ کر خواجہ صاحب جلالیت میں آکر فرمانے لگے کہ: اے شخص!

گھر کو واپس جاؤ اور صبح میرے پاس آنا۔

تو پھر وہ شخص چلا گیا، تو خواجہ صاحب بحر عمیق توحید میں غوطہ لگا کر اہل مجلس کو فرمانے لگے کہ اے لوگو! حاکم وقت مجرم کو کس طرح سے قید کرتا ہے۔

تو پھر لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت قیدیوں کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا کر مجرم کو حاکم وقت گرفتار کر دیتا ہے۔ تو پھر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کا عکس بنا کر مجھے دکھلانا چاہیئے۔

تو حاضرین نے عنقریب ایک درخت تھا۔ اس کی شاخوں کی شکل اور عکس بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کے بنا کر خواجہ صاحب کے سامنے پیش کیں، تو خواجہ صاحب نے خاص نظر سے لحاظ کر کے فرمایا کہ ان شکلوں کو تبر سے کاٹ ڈالو۔ تو حاضرین نے ویسا ہی کیا۔

آخرکار جب وہ شخص صبح کو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے شخص! ہم نے انشاءاللہ تعالےٰ بحکم خدا اور رسول تیرے فرزند کی بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو کاٹ کر رہا کر دیا ہے۔ مگر تم کو چاہیئے کہ تیرہ[۱۳] دن تک اس کی خبرگیری نہ کریں۔

آخرکار وہ شخص تیرہ[۱۳] دنوں کے اندر ہی قید سے رہائی پا کر اپنے گھر میں پہنچ آیا، تو پھر اس کا والد اس کو ہمراہ لے کر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے لڑکے! تم قید سے فوراً کس طرح سے رہا ہوئے ہو۔

عرض کی کہ یا حضرت! تین روز سپاہی نگہبان ہماری بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو سخت مضبوط کرتے رہے، مگر وہ اسی وقت ٹوٹ جاتی تھیں۔ پھر چوتھی رات کو جیل خانہ میں خواب سے بیدار ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پاؤں سے بیڑیاں اور ہاتھوں سے ہتھکڑیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ اور پہرے دار سپاہی نگہبان غفلت میں پڑے ہوئے سو گئے تھے، تو میں نے جان لیا کہ خواجہ صاحب نے اپنی عنایت سے مجھے حاکم وقت سے اس کی قید سے رہا کر دیا ہے، تو پھر میں اسی یقین کے موجب جیل خانہ سے مفرور ہوا۔ مگر سپاہی پہرے داروں کو ذرا خبرگیری میری نہ ہوئی۔ تو پھر میں ایک سخت پہاڑ کی جانب سے جنگل کا رستہ قطع کرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا اس لڑکے کے والد کو کہ تم چلے جاؤ، اپنے گھر کو مگر اس لڑکے کا نام بدل کر رکھنا چاہیئے۔

پھر انہوں نے خواجہ صاحب کے حکم کے مطابق ویسا ہی کیا۔

الٰہی بحرمت خواجہ شاہ نظام الدین ولی امیر
بہ بخشا جرم صغیر و کبیر

نقل ہے کہ مسکین نے ایک روز حاضر ہو کر خواجہ صاحب کی قدم بوسی حاصل کی تو

پھر خواجہ صاحب مجلس میں رونق افروز ہوتے ہی فرمانے لگے۔

اے برخوردار میاں عبداللہ! یہ تین شخص بیعت لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔

تو پھر میں نے عرض کی کہ یا حضرت! میں قابلیت بیعت کرنے کی بالکل نہیں رکھتا۔ خصوصاً جب آفتابِ جہاں اہلِ مجلس میں رونق افروز ہیں، تو پھر مجھے کیا جرأت ہے کہ میں کسی کو بیعت کر دوں۔

تو پھر خواجہ صاحب فرمانے لگے کہ اے برخوردار! ذرا جلدی ان کو بیعت کرو۔ اور کچھ دیری اس میں نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ گذرا ہوا وقت ہاتھ میں نہیں آتا۔

پھر مجبوراً میں نے ان شخصوں کو بیعت کر کے عرض کی کہ یا حضرت! اس میں کیا راز نہانی تھا کہ آپ نے بیعت کرنے کے بابت حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔

تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے برخوردار! اس میں دو راز تھے۔ ظاہری تو یہ تھا کہ میں ضعیف علیل الطبع تھا۔ اس واسطے میں نے تم کو فرمایا تھا کہ بیعت کرو لیکن تو اصلی اور باطنی راز یہ تھا کہ ہمارے پستانوں میں تیری نسبت حقیقی فیض کا شیر جوش کر رہا تھا۔ اس واسطے ہم نے بیعت کرنے کی نسبت تم کو حکم کر دیا تھا۔ کہ مبادا برخوردار کا بخت بیدار اپنے اصلی مطلب کو سرانجام پہنچانے میں معزول نہ ہو جاوے۔

تو یہ فرماتے ہی خواجہ صاحب نے مجھے بغل گیر کر لیا۔

تو پھر خواجہ صاحب نے سرگرم ہو کر بحرِ عمیق توحید میں غوطہ لگا کر ہر ایک اقسام عرفان کی تخم ریزی ہمارے صدر و قلب میں کر کے خلعتِ خلافت سے ممتاز کر کے فرمانے لگے کہ اے برخوردار! آئندہ حلقہ مریدان میں بیٹھ کر ہر ایک طالب کے قلب پر باطنی توجہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مجھے خاص تیرے واسطے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت ملی ہے۔ تو پھر اہلِ مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی، صرف ان تین شخصوں کی اجازت

بھی جو کہ آپ کے حضور میں بیعت کر دیئے ہیں، یا کہ زائدہ بھی اجازت ہے، تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس برخوردار کے ہاتھ پر سات ہزار سے کم بیعت نہ ہوں گے۔ زیادہ خدا پاک کی مرضی۔ تو پھر مسکین کو رخصت کر دیا۔

تو ویسا ہی ظہور میں آیا، کہ خواجہ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق آج میرے ہاتھ پر سات ہزار سے بہت زیادہ خلعت بیعت ہو چکی ہے۔ خداوند کریم طفیل خواجہ صاحب کے ہر ایک رفیق کا خاتمہ با ایمان کرے۔ آمین ثم آمین یا رب العلمین۔

الٰہی بحرمت خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا
کہ حاجات دینی و دنیاوی برآرما

نقل ہے کہ اخیر ایک دفعہ جب بندہ بہت ہجوم کے ساتھ خواجہ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو خواجہ صاحب کے مکان شریف پر ہر ایک اطراف سے آ کر مخلوق جمع تھی۔ تو پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے برخوردار یہ سب لوگ پانچ چھ یوم سے بیعت ہونے کے لیے بیٹھے ہیں۔ تو میں ضعیف ہوں۔ اسی واسطے تمہاری انتظاری میں تھا کہ شاید برخوردار آ جائے تو پھر ان لوگوں کو بیعت کرے گا۔ اب تم ان سب لوگوں کو بیعت کرو۔

تو اس وقت مسکین نے آپ کے حکم کے مطابق آپ کے حضور ہی ساٹھ[۶۰] نفر تک بیعت کیا۔ مگر خواجہ صاحب کی باطنی توجہ سے اہل مجلس کو ایسی تاثیر و رقص پیدا ہوا کہ بے بس و از خود رفتہ ہو کر نفی اثبات اسم ذات میں سب اہل مجلس سرگرم تھے۔ تو اس وقت ایک شخص نے عرض کی کہ یا حضرت! اس شخص نے آپ کے حضور کثیر نفروں کو بیعت کیا ہے۔ خدانخواستہ اس کا باطنی معاملہ لغزش کھا کر معزول نہ ہو جائے۔

تو پھر خواجہ صاحب بہ حالت جلالیت آ کر فرمانے لگے کہ ہم نے برخوردار کا اسم

خاص دفتر بالا میں درج کرا دیا ہے۔ اب کسی کی طاقت نہیں کہ برخوردار کا اسم مجلس خاص دفتر بالا سے خارج کرا کر معزول کر دے۔

تو پھر مجھے خاص عنایات و الطاف کے ساتھ خواجہ صاحب نے بغل گیر کرتے ہوئے باطنی خلعت سے سرافراز فرما کر رخصت کر دیا۔ تو پھر تھوڑے عرصہ کے بعد خواجہ صاحب اس دار فنا سے دار بقاء کو رحلت فرما گئے۔

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

الٰہی بحرمت خواجہ شاہ نظام الدین مشکل کشاء

کہ بہ بخش تو سیئات ماء

خدایا تو دانی کم و بیش را

بہ بخش گنہ و ہمہ خویش را

نظم

امداد مشکل از شہ مشکل کشا طلب — حاجت فقط حضرت ز حاجت روا طلب

فائز کند بہ منزل مقصد ترا طلب — باشد گر بہ راہ خدا راہنما طلب

فانی است عمر و دولت دنیا و مال و جاہ — ہرگز وفائے عہد نہ زیبد بے وفا طلب

اے بندۂ بندگی کن و شاہنشاہی بخواہ — اے خاکسار خاک شود کیمیا طلب

مطلوب گرچہ دور نباشد ز ما نگر

بہر وصول شرط شود دہند یا طلب

غزل فراق در مہجوری و مقہوری و جدائی

غم فراق نے کیا حال کر دیا دل کا — سنو تو عرض کروں تم سے ماجرا دل کا

کرے اُدھر کو نہ سرایت عارضہ دل کا — بہت قریب جگر سے ہے فاصلہ دل کا
ہم ابتدا رہی کہتے بھے یا الٰہی خیر — کہیں نہ طول پکڑ جائے عارضہ دل کا
ٹپک رہا ہے یونہی مدتوں سے پہلو میں — مسیح! قابلِ نشتر ہے آبلہ دل کا
تواے چھندسے ہیں گوش آشنا جن کے — خوش آئے گا نہ انہیں زمزمہ غنا دل کا
دوروزہ زندگی نے جان سے کیا ہے تنگ — مجھے ہلاک کیا ہے اس نے ہو بُرا دل کا
سبیلِ عشق کا سالک ہو خضرِ راہ نہ ڈھونڈ — لگائے گا تجھے ڈھری پہ راہنما دل کا
برنگِ غنچۂ پژمردہ مضمحل اے غریب — عجیب حال کیا تو نے بے دفا دل کا
بجز خدا نہیں کرتا رجوع بندے سے — کیا ہے تجربہ مشکل میں بارہا دل کا
دمِ اخیر ہے بیچارہ جان بلب ہے آج — معاف کیجئے اب تو کہاں سنا دل کا
وہی ہوا جو لکھا تھا میرے مقدر میں — مجھے نہ یار سے شکوہ نہ کچھ گلہ دل کا
نہ گفتنی است چہ گویم چہ شرحِ حال کنم — نہیں ہے قابلِ اظہار ماجرا دل کا
عیاں ہو صورتِ شاہد جو چشمِ حق بیں سے — کرے بغور جو غافل مشاہدہ دل کا
یہی ہے مرشدِ کامل راہِ حقیقت میں — خبر نہ ہو تو کسی سے رہ آشنا دل کا

بیسکن ہے ایک ہی دونوں مکان اس کے ہیں
کرو نہ کعبے سے زند مرتبہ دل کا

ایضاً

لب پر ہے نام تیرا ہے تو ہی تو نظر میں — سینے میں تو کبھی ہے اور ہے کبھی جگر میں
ہر چند ہوں قفس میں اسیر بھی ذبح ہونگا — میں مشت پر گراں ہوں صیاد کی نظر میں
دلوانہ جان کر کرتے ہیں وہ ہوشیاری — دل چھین کر ہمارا کہتے ہیں جاؤ گھر میں
ایسی کچھ اس کو سوجھی لگ جائے جو گلے سے — تاثیر دیجیو الٰہی اس آہ بے اثر میں
بوٹا سا قد کسی کا چلنے میں جب یاد آیا — چکر سا ہم کو آیا سو بار راہ گذر میں

اپنے نہ دل کی کہنا، سن سن کے مسکرانا — کامل ہے وہ پری رو دانائی کے ہنر میں
بدکیا فساد نے تیرے گلشن میں قہر ڈھایا — کیا کیا نکالیں شاخیں جا جا کے ہر شجر میں
دن رات سوچتا ہوں گالوں کی اور تشبیہ — خورشید میں ہے سوزش اور داغ ہے قمر میں
کوچے کی تیرے چکر، اوروں کی جبہ سائی — اچھی علاج سوچی ہم آپ درد سر میں

لیں گے صلہ غزل کا اپنی وقار سے ہم
طبع ذکی رواں ہے اس بحر صاف و بر میں

ایضاً

آنکھوں کو جانتے ہیں پیالہ شراب کا — مستوں کو عین فرض ہے پینا شراب کا
میرا خمیر بادۂ انگور سے بنا — گھٹی میں میری پڑ گیا قطرہ شراب کا
آتش مزاج یار ہے عاشق ہے بادہ خوار — پتلہ وہ آگ کا ہے میں پتلہ شراب کا

دل توڑ ڈالا ساقی مہوش نے اے قمر
دکھلا کے وہ ٹکڑے کر دیا شیشہ شراب کا

حضرت خواجہ صاحب کے حالات و خوارق عادات کرامات کا تمام ختم کرنا محال و دشوار ہے۔ مگر مشت نمونہ خروار کا پایا جاتا ہے۔ اسی واسطے مختصر طور سے تحریر کئے جاتے ہیں۔ لیکن اب خواجہ صاحب کی وساطت سے محکمہ عالیشان بخارا شریف میں جاکر درخواست کرنی چاہیئے۔ امید ہے کہ سارٹیفکیٹ خواجہ صاحب کے موجب عدالت بخارا شریف ملزم کو بری و رہائی سے ممتاز و سرفراز فرما کر خلعت باطنی سے ملزم کو سرفراز فرماویں گے۔ کیونکہ وہ نائب نبوی اہل انصاف غریب النواز تکیہ گاہ بے کساں عقدہ کشائی اور مشکل کشائی کے لیے شہنشاہ نقشبند کہلاتے ہیں۔

غزل

لنہ دلدار شریعت طریقت ستوں — اہل بیعت سیدہ لخت جگر جنت خاتون

خاندان پروراں بافرزنداں شہید کربلائے نقشبند یا شہنشاہ بخاری پشت و پناہے نقشبند

اے چارگان اسیراں یا سرفراز امیراں روشنی چراغ فقیراں والئے ولایت

توئی المدد، مرحبا نقشبند یا شہنشاہ بخاری پشت و پناہے نقشبند

اے دادگاہے ناتواناں یا حل المشکلات جہاناں المدد یا بہاؤالدین سلطاناں

توئی نقشہ ماسوائے نقشبند یا شہنشاہ بخاری پشت و پناہے نقشبند

یا بہاؤالدین نداتیری سبھی زمین آسمان پہ ہوا تیری نت عرش معلیٰ پر صدا تیری

تو نور عرشاں تحت الثریٰ نقشبند

یا شہنشاہ بخاری پشت و پناہے نقشبند

یا بہاؤالدین لاثانی اے بحر عمیق عارفانی یا شہباز لامکانی تو بیماراں دلاں دا شفائے نقشبند

یا شہنشاہ بخاری پشت و پناہے نقشبند

ایضاً

نامی نام گرامی تیرا بہاؤالدین سردارا مدھ قدمدی عمر گذاری عہد سے بہت بیچارا

رکھ امیداں بہاؤالدیناں ہتھ دامن نوں پایا تحفے کے پوٹ گناہاں دی پیش نساڈے آیا

بدئیوں نیکی مبدل کریندے ایہی کارا دناداں آئی پیری وقت اخیری دیویں جیا امداداں

جھڑے بھار گناہاں دسے کو مرداں دے در آندے جے کرن کدا ہیں نگاہیں پل وچہ صاف کریندے

میں بھی بوجھ تیرا اے کر تیرے در تے آیا وانگ زلیخا رکھ امیداں تک خوب لگایا

رکھیں جھولی دسے کو ہی خالی مول نہ موڑیں پکا عہد پیام نساڈا مردا ہتھ نہ چھوڑیں

حسنوں نسلوں خانداں اکھاں [illegible] وقت اخیری [illegible] مشکل حل کراویں غالی ہمت تیری

قلب شق وت صیقل کر کے [illegible] اک لفظ اد یہہ چمکارا کردا [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

دیکھ سخاوت تیری میں بھی تیرا غلام کہانواں   آئی پیری وقت اخیری دس کیہڑے در جانواں
لے وسیلہ اسم الٰہی والا جیہڑے مرداں دے در آندے   دھکے دیون ہرگز نائیں خالی کد ہٹاندے
دیوے موج سمندر جے کر چھلے باہر مارے   لعل جواہر تے زمرد سچے لگدے بہت کنارے
دہاں مبارک تیرے وچوں پھونئی باہر آندی   اوہ ہی سب عبد تے کہندا قیمت نہ پائی جاندی
شکر گزاں اس جانی والا جس تیرے تک پہنچایا   فی داریں پکاراں پیا دیون اجر خدایا
چہرہ مکھ آفتاب حقیقی تے کھلی فراخ پیشانی   اوہ ہی پشت پناہ اساڈا شاہ نظام نورانی
باہجوں عقل علم نہیں یارا تھوڑے حال سنائیے   تیرے درد فراقاں اندر نقطے چار لکھائیے
لمبی منزل بازاں والی تے قمریاں پہنچ نہ سکن   دہن اڈاری بہتی ساری چیکڑ رستے تھکن
ہک نظارے اندر دلی جاندے اوپر فلک دے   ظاہری جتہ سے کر آپے بہندے وچہ خلق دے
مشرق مغرب اندر بھائی اک ہی قدم کہیندے   ہی مقام نصیب جنہانوں پل وچہ سیر کریندے

مرحبا کہن ملائک سارے جد حضوری پاون
قلم ربانی ہتھ ولیاں دے آپے خود لکھاون

وصف مولانا خواجہ صاحب پیر کیانی علیہ الرحمۃ

المدد یا شہنشاہ نظامی المدد   المدد یا بحر عمیق عارفانی المدد
المدد یا پیر من المدد   المدد یا دستگیر من المدد
المدد یا انوار الورانی المدد   المدد یا شاہنشاہ نظامیؒ المدد
المدد یا تکیہ گاہے اسیراں المدد   المدد یا سرفراز امیراں المدد
المدد یا پیر کیشانی المدد   المدد یا شاہنشاہ نظامی المدد
المدد یا مہرباں یتیماں المدد   المدد یا پشت پناہے غریباں المدد
المدد یا مقبول ربانی المدد   المدد یا شاہنشاہ نظامی المدد

المدد یا پیشوائے سالکاں المدد | المدد یا ہم نشینی مالکاں المدد
المدد یا مداح خوانِ سبحانی المدد | المدد یا شاہنشاہ نظامی المدد
المدد یا دادگاہے غمخواراں المدد | المدد یا شفلئے بیماراں المدد
المدد یا نظیر گاہے رحمانی المدد | المدد یا شاہنشاہِ نظامی المدد
المدد سرمایۂ یتیماں المدد | المدد یا تحفہ ہائے مدینہ المدد
المدد یا باغ بسطامی المدد | المدد یا شاہنشاہے نظامی المدد
المدد یا شگوفۂ نقشبندی المدد | المدد یا تخمہائے سمرقندی المدد
المدد یا مقبول خواجگاں المدد | المدد یا غریب نواز جہاناں المدد
المدد یا گلبرگِ خرقانی المدد | المدد یا شاہنشاہِ نظامی المدد

المدد یا انوار مجددانی المدد
المدد یا شاہنشاہے نظامی المدد

رجوعات کرنا ہرایک دنیا دار کا بوقت مصیبت و حاجات مشکلات عذاری و عذر داری اپنی در لباس محبت نمودار کرنا ۔

غزل نوع دیگر

توں نہ سمجھیں بھائی جے میتوں نصیحت کیتی | اس وچہ راز نہانی آہے جیہڑی سراساڈے بیتی
محرم ہک ہی دم اساڈا جیہڑا اندروں باہر جاندا | اندر اگ جدائیاں دالی ٹھنڈ کلیجے پاندا
گما بہت پیارا سوہنا اندروں باہر جاوے | واپس داری دلبر والا کجھ پیغام لیاوے
حال باطن دا لکھن کارن ہتھ قلم نوں لایا | قصہ منصور حسینی والا یاد دلاں نے آیا
محرم کوئی لبھدا ناہیں جس نوں حال سنا لوں | ڈٹھے زمرد سچے بھائی چن چن جھولی پانواں
چپ ہونوں تھلیں بچدا ناہیں آوں ہور بلائیاں | صبر کماوں سو کھا ناہیں دیندا بہت ایذائیاں

ہولی ہولی سخن آلادیں بلند آواز نہ بولیں   نقطہ نقطہ پاندا جاویں سارے بھیت نہ کھولیں
درد چھپائیاں چھپدا ناہیں بھاویں کوئی چھپاوے   جس تھاں دریا موجاں مانے پھوٹی باہر آوے
جو ہے راز پیارے والا ہرگز مول نہ کہناں   مخفی راز معشوقاں والا عاماں بھیت نہ دیناں
عاماں اندر دفا نہ کائی لوک سیانے کہندے   جچر تیک مطلب اونہاندے اچر دوست رہندے
مطلب پورے کرکے بھائی واپس ہو کر جاندے   فیر مطلب ویلے حاضر ہوون عذر پیش لیاندے
اج راتیں سفنے اندر یا حضرت تساں آپ بلایا   اسے مجبوری کارن میں بھی نال محبت آیا
کہن تمام خلاف بیچارے کتھوں محبت آئی   کدوں پائی موج وصالا نوالی کدھ محبت لائی
محبت اس نوں کہندے بھائی دوہاں جیں ہک بناوے   پاون قرب حضوری جے کر ہک دوئے وچہ سماوے
دوئی اندر توں بھی جے کر عمر تمامی روسیں   دید معشوقاں پاویں ناہیں کیونکر واصل ہوسیں
آون جاون والی رسم کماون تھکدے نت بیچارے   با ہجہ اخلاصاں بھیت نہ لبھے ملدے کدھ پیارے
نفی اثباتوں مطلب ایہی خود نفی ہو جاون   پھیر حجاب نہ رہندا کوئی دید معشوقاں پاون
جچر توڑی خود موجود کماویں دعوٰی مول نہ کرناں   عمر تمامی وچہ جدائیاں صابر ہو کر جرناں
دعوٰی جھوٹھے جھگڑے کرکے خود ملامت ہوسیں   چھپ چھپ عمر گذاریں پیا ہکدن پیش کھلوسیں
ظاہر شکل نیکوکاراں دیویں بہت صفائیاں   اوتھے چھپیا کجھ نہ رہسی گھر دل دیسن گواہیاں
ہتھ پیر تے کن چشم زباناں سبھے بول کھلوسن   اوتھ رفیق نہ تیرا کوئی سب بیگانے ہوسن

سب شہادت مکمل کرکے بولن اوتھ سزائیاں
عذر پیش نہ منگے کوئی کیونکر دیسن داہیاں

غزل در فراق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یا رسول اللہ یا رسول اللہ کراں ندائیاں   میرے بابل تیرے ترلے لائیاں
یا رسول اللہ یا رسول اللہ کر کر ہارے   پہنچ یا [illegible] نبی مکھو تارے

تیرے سائے لوک لین پناہیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ پوکاراں پہنچ یا حامیٔ غمخواراں میرے بابل تیری جھولی پائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ سن فریاداں بنی مشکل دیویں چا امداداں

جھولی اڈ کے تیرے در آئیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ سن دہناں گئے آرام تے چیناں

ہن کیتیاں پیش آئیاں

یا رسول اللہ کراں ندائیاں

میرے بابل تیری جھولی پائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ بلانواں تینوں پکار دی بھلا کیوں شرمانواں

آدیں والی میرے سائیاں

میرے بابل تیری جھولی پائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ بنے لادیں ہوئی ناامیدی چھیتی ہلا دیں

تیرے شان خلق عظیم دیاں اُتیاں آئیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ کراں ندائیاں

میرے بابل تیری جھولی پائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ بلادیں میرے زخماں دی پیڑ ملا دیں

بانواں واسطے من دوہائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ کراں ندائیاں

میرے بابل تیرے لڑ لائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ میں بے گانی ہاں کیتے ظلم تے بے فرمانی ہاں

کر معاف نے بخش خطائیاں

یا رسول اللہ یا رسول اللہ کراں ندائیاں
میرے بابل تیرے لڑ لائیاں

اسرار کبیری کے متعلق خواب میں بشارت

اٹھ قلم ہن نال ہمت دے سر سیاہی لادیں — ہک رسالہ سلوک کے اندر تھوڑا لکھ سنادیں
سبھے لکھن ہوندا ناہیں کیونکر مغز کھپایئے — پچھے کون سلوک وچارہ کس لوں آکھ بتایئے
اسرار کبیری سُفنے اندر کسے دلی بتایا — لسے مجبوری کارن میں بھی ایہی نام رکھایا ۱۲
باہر قرآن حدیثوں بھائی قدم مول نہ دھریا — اوپر سُنّت رسول پیارے کیتا جو کجھ سریا
مت کوئی دیکھے نال محبت ہووے مطلب میری — ہتھ اوٹھائے عاصی کارن رکھاں امید بتیری
عبدی سائل بتیرا ربا توشہ کجھ نہ پلّے — رکھی جھولی وانگ گدائیاں مت کوئی نیکی گھلّے
ہو کے تابع نفس امارے عمر مفت گذاری — خالی ہتھوں چلیا ربا آئی پیش ہے خواری

دیکھ بے علمی میری یارا انگشت مول نہ دھرنی
جے کر رحم کمادیں جانی فاتحہ حق اساڈے پڑھنی

مُناجاتِ مُصنّفؒ

عاصی جرم بتیرا کرکے اوڑک بخشادن آیا — قہر مبدّل نال رحم دے کراں عرض خدایا
عبدے مستحق قہر تیرے دا جے کر رحم کمادیں — ستّاری وصف تیرا ربا آپے عیب چھپادیں
ہیں بے مثل او گنہار خدایا تیری وچہ خدائی — تونہی بخشنہار کمادیں خبر قرآنوں آئی
دیکھ خوش خبری فرقان حمیدوں تے تقنطوا والی — تائیں امید تروڑن ناہیں ہونواں نت سوالی
رکھ امیداں یا رب سائیاں جے کر ہتھ اٹھانواں — شاید بخشش باہجوں ہرگز خالی مول نہ آنواں
نے منگتے ہر ہر دادی ربا سخیاں دے در جاندے — رحم کمادن دیون والے خالی مول نہ آندے

فَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ سچا فرمان خدایا رحم کما دیں یا رب سائیاں روسیاہی ہے کر آیا
عہد شکستہ آپے کیتا، آپے خود شرمانواں جگہ ہور نہ لبھے کائی کس دروازے جانواں
ودھ حسابوں پاپ کمائے تے کیتی حکم عدولی حاجت باہجوں کبائر کیتے ربا بخش فضولی
ست ہزار خلائق پیش اساڈے آئی سبھے اوگنہار بیچارے ربا بخش خطائی
تابع رکھ شریعت والے قدم باہر نہ جاون تائیں روز قیامت اندر مت خلاصی پاون
نفس امارے تصرف کیتا دم نہ مارن دیندا امن امان بچاویں ربا عبدے عرض کریندا
دنیا عقبیٰ سواراں والا اساڈے کار تمامی سبھے مشکل حل کرادے واہ واہ پیر نظامی
اوپر قلب نقش لگادے تے اسم ذات نشانی وچ مراقب حاضر ہندے دسن خاص نشانی

عاصی مڈھ قدم دے سر رکھیندا اوپر پوتر پاوے
قطرے وانگوں عبد بیچارا وچ سمندر جاوے

✣

یا اللہ　　یا فتاح　　یا محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات و کرامات حضرت باباجی صاحبؒ

لاروی رحمۃ اللہ علیہ

بعد حمد و صلوٰت سرور کائنات افضل المخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے، خداوند کریم بفضل ایزدی وطفیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم و بحرمت چہار یار کبار رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین وطفیل بزرگان دین متین فدوی روسیاہ حقیر نابکار کو اپنی محبت و پیروی سنت سید خیرالانام عطا کرکے اپنے اولیاؤں کے زمرہ میں لاحق کرے۔ آمین ثم آمین یا رب العٰلمین۔

اَمَّا بَعْد واضح ہو کہ فدوی مسکین حقیر خادم الفقرا، والمساکین المعروف اخوان زادہ، ہمشیرہ زاد و داماد مصنف کتاب ہذا کے دل میں خیال آیا کہ آنحضرت جناب باباجی صاحب کے کچھ حالات تحریر کرنے چاہئیں۔ اگرچہ مختصر حالات کتاب ملفوظات نظامیہ میں قلمبند کر دیئے گئے ہیں۔ مگر کتاب ہذا میں بھی شائقان و ارادتمندوں مریدوں کے مصنف علیہ الرحمۃ کے حالات سے مشت نمونہ خروار بتلانا چاہیئے۔ تاکہ شائقین ارادتمنداں مریداں کو خاطر جمعیت ہو۔

مگر کیا کروں کہ حضور کے حالات ظاہری و باطنی کی نسبت آگاہی پانا محال و دشوار ہے۔ کیونکہ ہمارے والد صاحب (خدا تعالٰی ان پر رحم کرے) فرمایا کرتے تھے کہ جناب باباجی

صاحبؒ کی نسبت کہ یہ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کے مطابق شاید مادر زاد ولی معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کا تولد ہونا ہمارے زمانہ میں ہوا تھا۔ تو جب یہ طفل تھے، تو ان کے والد مرحوم کا سایہ فانی سے جاودانی کو چلا گیا۔ تو پھر باوجود یتیم ہونے بے کس اور تہی دست تھے، تو اس وقت ان کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر ایک خویش واقربا و رشتہ داروں سے بود و باش نشست و برخاست تعلق قطع کرتے ہوئے ترک کر دیا تھا۔ تو اس زمانے میں بھی اکثر خلقت سے نفرت کرتے ہوئے ذکر روحانی و اذکار قلب و تزکیہ نفس میں باطنی شغل گیری کرتے تھے۔ اور اکثر تن تنہا ہو کر گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ تاوقتیکہ بے بس و از خود رفتہ ہو جاتے تھے۔ اور کمال رحم دل خلق پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ سے عیادت پرسی اور ماتم پرسی ہر ایک غمزدہ کی، سنت محمدی کے مطابق کمال آداب سے بجا لاتے تھے۔

بلکہ آپ حضور جناب باباجی صاحبؒ قبلہ عالم خود بارہا حالت جلالیت کے جوش میں آ کر فرمایا کرتے تھے کہ در زمانہ نابالغیت و طفولیت میں کہ ہم اپنے ہمراہی طفلوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے ذکر نفی و اثبات ایسا کرتے تھے کہ گاہے گاہے بے خبر و بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اور اپنے ہمراہی طفلوں سے اکثر اوقات مفرور ہو کر کنارہ کشی اس واسطے کیا کرتے تھے، کہ مبادا ان کی محفل میں بازیچہ کرنے سے ہمارے اذکار ضائع نہ ہو جائیں۔

اور میرے والد بزرگوار خدا تعالیٰ رحم کرے ان کو، کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے اوصاف حمیدہ اظہر من الشمس ہیں، جیسا کہ طفولیت کے زمانہ میں کوئی شخص عالی شان امیر یا بداخلاق ان کے در پیش آتا تھا، تو دیکھتے ہی ہر ایک کے دل میں رعب و داب کا جذبہ پیدا ہو کر خادم کی طرح تابعدار ہو جاتا تھا۔

اور ہمارے والد صاحب خدا تعالیٰ مغفرت کرے ان کو کہ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے صرف قرآن شریف کی تعلیم چھ، ساٹ پارہ تک اور ایک دو کتابوں کے دو دو چار چار سبق کی تعلیم ہمارے سے حاصل کی ہے۔ اور باقی علم محض لدنی حاصل ہوا ہے۔ ان کو

اور ان اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کے مطابق وہ فرمایا کرتے تھے کہ شاید یہ مادر زاد ولی معلوم ہوتے ہیں۔

اور ہمارے والد فرمایا کرتے تھے کہ جب ان کا تولد ہونا ظہور میں آیا، تو پھر ان کے بخت بیداری کا ستارہ سعادتمندی سے روز بروز ترقی سے طلوع کرتا تھا، جیسا کہ آخر کار نوبت ایسے جشن شاہانہ کے آپہنچی۔ اور ایک اہل علم و فضل صاحب طریقت کمال جو کہ فدوی کے صاحب حق مولانا موصوف علیہ الرحمۃ جو کہ جناب باباجی صاحبؒ کے قریب تر بود و باش سے قیام پذیر تھے۔ ان کے اباؤ اجداد کی جگہ میں وہ صاحب حق فدوی نیازمند کو فرمایا کرتے تھے کہ جو جام عشق جناب باباجی صاحب نے نوش کیا ہے وہ خداوند کریم ہر ایک صاحب طریقت کے نصیب کرے۔

اور صاحب حق موصوف علیہ الرحمۃ فدوی کو یہ فرمایا کرتے تھے، جو کہ عبادات اور ریاضات شاقہ سے خرمن بے بہا عرفان جناب باباجی صاحبؒ نے اپنی چھاتی میں سمو کر باد خزاں سے مدفون کر دیا ہے۔ خداوند کریم نصیب کرے۔ لیکن دوسرے مشائخ کو اس زمانہ میں کم از کم نصیب ہوگا۔

اور حضور کے تمام پورے حالات سے واقفیت کرنی غیر کو محال ہے۔ کیونکہ زمانہ طفولیت میں اپنے ہم جنس ہمراہی طفلوں سے مفرور ہو کر اپنے حالات و اذکار میں شغل گیری کرتے تھے، تو جس وقت ان کی بخت بیداری کے ستارہ سعادتمندی نے طلوع کیا، تو جناب خواجہ شاہ نظام الدین ولی مشکل کشا سے بیعت حاصل کی، تو پھر آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان میں ایک عبادت خانہ بنوا کر عرصہ آٹھ نو سال تک شاقہ عبادات و زہد ریاضات برداشت کرتے ہوئے تن تنہا اعتکاف کرتے رہے۔

تو آخر عمر میں کمال جلالیت کے غلبہ سے مخلوقات سے مفرور و بے تعلق ہو کر خلوت گزین ہو رہے ہیں۔ اور بارہا یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اے خداوند تعالیٰ مجھ کو مخلوقات عامہ سے

نجات بخش، کہ ہمارے واسطے بڑی مصیبت ہے۔

اور آپ کمال سنت رسول و شریعت کی تابعداری میں مصروف ہو کر ہمہ اوقات بسر کرتے تھے۔ اسی لئے ان کے حالات سے آگاہی پانی بہت دشوار ہے۔ صرف ہم زمرۂ تابعداراں کو ان کی نسبت عقیدتمندی کفایت کرتی ہے ؎

الٰہی طفیل خواجہ عبید اللہ لاری
نذارحم کن رحیما مددگاری

نقل ہے کہ ایک روز حضور جناب باباجیؒ صاحبؒ اپنے حال میں سرگرم تھے۔ بوقت بامداد علم معارف و دریائے بے کنار توحید میں بے اختیاری سے احکام توحید بیان کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ حالت جلالیت میں آکر اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

اے اہل مجلس! تم آگاہ رہو کہ اگر خداوند کریم نے مجھے ایمان سلامت مکمل عطا کیا، تو میں جنت میں داخل نہ ہوں گا، جب تک کہ بارگاہ مجیب الدعوات میں ملتجی ہو کر طفیل سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہ وسلم، و بحرمت جمیع خواجگان کے اپنے تابعداران کے لئے شافی ہو کر اعلیٰ و ادنیٰ کو ہمراہ نہ لے جاؤں گا، تو تب تک انشاء اللہ تعالےٰ جنت میں نہ داخل ہوں گا۔

تو اس وقت حضور کی مؤثر کلام شیریں سے بشارت کے ملنے کی وجہ سے اہل مجلس گریہ و زاری کرنے لگے، تو حضور بھی توحید کے غلبات سے جلالیت کے جوش میں آکر سوزش جگر کمال سے گریہ کرنے لگے۔ اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:

اے خداوند تعالےٰ! تو مجھ کو اپنی ذات کبریا کے واسطے وطفیل آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و بحرمت جمیع خواجگان کے، صغیروں اور کبیروں سے معافی دے کر اپنے عشق حقیقی سے ایک جرعہ نوش کرا کر خلعت ایمان سے مشرف کر۔ اگرچہ مستوجب عذابم، اور ہمارے تابعداران کو شریعت محمدی کی تابعداری میں مستغرق کر کے نامشروعات

سے نجات عطا کر کے با مسترمات میں جانفشانی کرا کر اپنے عشق حقیقی کا جام نوش کرا کر خاتمہ بالخیر کر۔ تاکہ میں قیامت کے دن اے پروردگار! تیرے سامنے اور تیرے رسول اور تیرے اولیاؤں کے درپیش رسوا نہ ہوں۔

تو حضور جس وقت جلالیت سے اس دعائے خوانی میں تکرار کرتے تھے۔ تو فدوی مسکین کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید حضور اس وقت کسی اپنے حال میں سرگرم ہو کر اپنے تابعداران کے لئے اپنے مالک حقیقی سے معافی چاہتے ہیں۔ اور اس شعر مولوی جامی علیہ الرحمۃ کے احکام بسر کرتے ہیں۔ ؎

گناہانم اگر از حد بیروں است

ہزاراں بار زاں فضلت فزوں است

مگر حضور کے اس مناقب کو تحریر کرنے میں یہی مطلب ہے کہ تابعداران کو بشارت سے اعلان کیا جاتا ہے کہ زمرہ تابعداران کے واسطے حضور انور کی یہ پیش گوئی بشارت عظیم ہے۔ الحمد للہ رب العلمین۔ آمین یارب العالمین۔ ؎

الٰہی طفیل خواجہ عبیداللہ لاری

زعشق خویش دہ یک جام تازی

نقل ہے کہ ایک دن حضور اپنے وطن آبا و اجداد سے قبل ہجرت کے برائے سیر و سیاحت کے ملک کشمیر چلے گئے تھے۔ موسم عین بہار میں کہ فرش روئے زمین اس آیت کریمہ کے احکام کا مصداق تھا۔ قولہ تعالیٰ:

فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ (سورہ روم)

(پس نظر کرلے نظر کرنے والے طرف خدا پاک کے رحمت کی نشانیوں کے کہ کس طرح سے زندہ کرتا ہے زمین کو اس زمین کے مرنے کے بعد۔)

رنگ توحید سے فرش روئے زمین کو رنگ کر قدرت کی نشانیوں سے عجیب صنعت

کے ساتھ زندہ کرتا ہے۔ جیسا کہ درختوں نے طرح طرح کے شگوفوں سے لباس و پوشاک پہن کر رنگ توحید نمودار ہو کر اپنے زیورات گوں پھلوں سے ہر ایک باغ باغیچہ آراستہ تھا۔ تو آپ جس وقت پرگنہ نار خاص میں پہنچے، تو ایک شخص نے دعوت کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کی، کہ یا حضرت اگر مہربانی سے منظور فرمادیں گے۔

تو آپ نے سنت نبوی کے مطابق اس شخص کی دعوت منظور کر کے اس شخص کے گھر دریا کے قریب تر تشریف لے گئے، تو جس وقت دعوت کنندہ کی دعوت سے آپ نے فراغت پائی تو وقت ظہر قریب تھا، تو پھر آپ مجلس سے تنہا ہو کر اسی دریا کے کنارے پر جا کر طہارت جلدی کر کے ایک پتھر پر نماز ظہر کو ادا کیا۔

تو پھر آپ دیر تک دریائے وحدت کے مراقبہ میں مستغرق رہے۔ تو جس وقت دریائے وحدت کے مراقبہ سے فراغت پائی، تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے اوپر سفید چادر تھی۔ تو وہ سفید چادر اقسام اقسام کے نقوش سے پُر تھی۔ یعنی اس سفید چادر پر ہر ایک قسم کے نقوش لکھے گئے تھے۔

جیسا کہ آپ نے نظر ثانی سے غور کر کے چادر کو اپنے اوپر سے اتار کر اسی پتھر پر آپ نے اپنے ہاتھ سے ضرب شدید لگائی، تاکہ یہ نقش زائل ہو جائیں۔ مگر وہ نقش ضرب لگانے سے بھی زائل نہ ہوئے۔ بلکہ تیز روشنی کی طرح منور ہو گئے۔

آخر کار آپ اس پتھر پر سے چلے آئے۔ جب اہل مجلس میں رونق افروز ہوئے تو فرمانے لگے، تم دیکھو کہ ہماری چادر پر قسم قسم کے نقوش لکھے گئے ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ یہ کیا وجہ ہوئی ہے، تو پھر اہل مجلس نے حضور کی چادر کو دریافت کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر ایک اقسام کے نقوش سے مشاہدہ کیا گیا، تو پھر اہل مجلس نے تعجب کیا۔

لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اس راز نہانی کو اہل مجلس میں سے کسی نے دریافت کیا یا کہ نہیں۔ کیا اس راز نہانی و سر حقانی سے خود ہی آگاہ ہی تھے۔ مگر کمال شریعت کی تابعداری کی وجہ

سے اہل مجلس کو بالکل راز افشاء نہ کرتے تھے۔ دوسرا اپنا راز نہانی کب ظاہر کرتے تھے۔
مگر مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت بطور مراقبہ ذکر روحانی واذکار قلب و تزکیہ نفس کرتے ہوئے دریائے بے کنار توحید میں سیر فنا فی اللہ و سیر من اللہ و سیر الی اللہ و سیر مع اللہ کے مشاہدہ میں مستغرق تھے۔ تو یہ وہی نقش اسم ذات و نفی اثبات کا چادر مبارک پر لگایا گیا ہو گا۔

اور جس پتھر پر آپ نے مراقبہ کیا تھا، تو اسی کے گرد و نواح کی زمین آپ کے قبضہ ماتحت ہوئے۔ جیسا کہ مکانات دولت خانہ و لنگر خانہ کی جگہ اسی پتھر کے قریب پر بنائے گئے ہیں۔ بلکہ ان مکانوں سے اس پتھر کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ ظاہری بھی یہی مراد استعمال کی جاتی ہے۔
خیر ہوا جو کچھ ہوا۔ مجھے کیا طاقت ہے کہ میں راز نہانیوں کی نسبت چون و چرا کر سکوں۔ تو صرف ہم زمرۂ تابعداران کو حضور کی نسبت عقیدت مندی ہی کفایت کرتی ہے۔

الٰہی طفیل خواجہ عبیداللہ لاری
کہ بر ایمانم کنی آخر بار یاری

نقل ہے کہ حضور جناب باباجی صاحب کے حالات سے آگاہی پانے کی نسبت فدوی اپنے احبابوں کی جانب عرض کرتا ہے کہ کمال دشوار ہے۔ کیونکہ فدوی نے آج تک کسی قسم کی آگاہی نہیں پا سکی اور آپ کی التفات اپنے خاص وقت میں توحید کے باب میں ایسی کیمیاگری کرتی ہے کہ کمال سنگدلوں کو صرف ایک ہی نگاہ سے رنگ توحید سے خالص سونا بنا دیتی ہے کہ اگر کسی کے بخت بلندی کا ستارہ طلوع کرتا ہو تو صرف حضور کی ایک ہی توجہ سے اس کی منزل عرفان طے ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک روز فدوی خادم الفقراء بوقت بامداد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ دریائے وحدت بے کنار میں مستغرق تھے۔ تو جب اس حالت سے باز آئے کہ فدوی کو لطائف و اذکار روحانی و تزکیہ نفس کی تلقین دے کر تمیز فرمائی، تو اس وقت میں فدوی یہ سمجھتا تھا کہ آپ قلم دوات سے کر اپنے

دست مبارک سے فدوی کے قلب پر ہر ایک لطائف کا رنگ، و مکان تحریر کرتے جاتے ہیں۔
تو پھر جس وقت آپ نے تلقین و تمیز اذکار روحانی لطائفوں سے فراغت پائی، تو فدوی یہ سمجھتا تھا کہ یہ دقیق منزل عرفان لطائفوں و اذکار روحانی کی حضور نے اپنے دست مبارک سے کھینچتے ہوئے سرانجام کر دی ہے۔ اگرچہ میرے بخت نگوں و شومیٔ نفس و بداعمالی کی نسبت میرے بخت بیداری کے ستارہ سعادتمندی نے طلوع نہ کیا، تو وہ ہماری اپنی بدنصیبی ہے جیسا کہ مولانا روم قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں ؎

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از راہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

مگر فدوی دن رات یہی تمنا کرتا ہے کہ اے خداوندا! وہ وقت مبارک میرے نسبت حضور انور کے در پیش کب نمودار ہوگا کہ حضور انور جوش جلالیت میں آکر دریائے وحدت بے کنار میں غوطہ لگا کر فدوی سنگدل نگوں بخت روسیاہ کو ایک ہی توجہ سے صیقل و مصفا کر کے سیراب کر دیتے۔ مگر کیا کروں کہ گذرا وقت ہاتھ میں نہیں آتا۔ اسی لیے سلک امیدواروں میں سراپا انتظار ہوں۔ ؎

الٰہی طفیل خواجہ عبیداللہ لاری
زفضل خویش بکن اذکار جاری

نقل ہے کہ ایک دن فدوی نے حضور جناب باباجی صاحب کی خدمت میں عرض کی، کہ یا حضرت آپ تنہا ہو کر اکثر اوقات اپنے عبادت خانہ میں دروازہ بند کر کے ہر ایک نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ کیا باعث ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ،

اس میں بہت وجہ ہیں۔ لیکن ایک تو یہ ہے کہ جس طرح سے مشائخ کرام ظاہری چشموں اور لبوں کو بند کر کے مراقبہ کرتے ہیں، تو اس میں کنایۃً اشارہ اس بات کا ہوتا ہے کہ جس طرح سے ظاہری چشموں اور لبوں کو بند کر کے مراقبہ کرتے ہیں، اسی طرح سے باطنی چشموں

کو آلائش و تعلقات دنیاو ما فیہا سے بند کر کے خداوند کریم کی صفات کا مشاہدہ کرے۔ تو اسی واسطے ہم بھی مجبوراً دروازہ بند کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ مبادا کہ ہمارے وقت میں کوئی شکستگی و لغزش کدورات وارد نہ ہو جائے، بے دریغ غیر کے دروازہ کھول کر داخل ہونے سے۔ تو یہ ہمارے واسطے بڑی مصیبت ہے کہ ہزارہا سال کی منزل طے کی ہوئی ایک پل میں کدورات لغزش سے ضائع ہو جاتی ہے۔

اور اسی واسطے فرماتے تھے کہ غیر کی صحبت سالک کے لئے ہر حال میں بادخزاں کی طرح ہوتی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ ہم کو نماز میں غیر کے پاؤں کے آواز سانس کے بلند آواز سے آنا جانا برداشت نہیں کیا جاتا۔ آپ کی مطلب اس بیان کے مطابق یہ پائی گئی کہ ہم اس جگہ نماز اپنے حال کے موافق پڑھ سکتے ہیں کہ جس جگہ میں غیر کا دخل اور ہر ایک اشیاء کا آواز نہ پہنچ سکے۔ اور اسی لئے بارہا اپنے آل و اولاد کو بطور فرماتے رہتے تھے، کہ ہماری نماز کے وقت تم ہر ایک خاموش ہو کر طفلوں کی بھی نگہبانی کیا کرو۔ تاکہ ہم اپنی نماز کو اپنے حال کے موافق ادا کر لیا کریں۔ مگر بارہا دن میں آپ اسی طرح سے فرمایا کرتے تھے۔ اور رات اپنے عبادت خانہ میں کسی ہم جنس کو بھی نہیں رہنے دیتے تھے۔ خدا جانے کہ رات کو اپنے مالک حقیقی کی عبادات و ریاضات میں سمندر عرفان دریائے وحدت بے کنار میں غوطہ لگا کر کس طرح سے بسر کرتے تھے۔ وہ بھید خداوند کریم اور آپ حضور ہی جانتے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں ہے۔

اور ایک دن فدوی روسیاہ نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ نماز با جماعت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ نماز جماعت کے ساتھ بہت فضیلت رکھتی ہے، جیسا کہ نص قطعی ناطق ہے۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ بلکہ اور احادیث نبوی کو بھی بہت بیان کیا، جیسا کہ نماز کو جماعت کے ساتھ بہت ترجیح دینے لگے۔

تو پھر اس وقت فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ گاہے گاہے تنہا نماز کس لئے

ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ نماز با جماعت کے لئے ایسی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ تو پھر حضورؒ نے فرمایا کہ اے برخوردار! ہم بھی نماز با جماعت کے لئے امام صاحب کی جستجو اور تلاش کرتے ہیں۔ دیر زمانہ سے ہے کہ آج تک مگر تا حال دستیاب نہیں ہو سکا۔ خدا جانے کہ آئندہ بھی دستیاب ہوگا یا کہ نہیں۔ لیکن امام صاحب کی ہم کو بہت ضرورت ہے۔

تو پھر فدوی نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ امام ہو کر نماز جماعت سے ادا کیا کریں، تو کیا مضائقہ ہے۔ تو پھر فرمایا کہ اے برخوردار! ہم امامت کی اہلیت نہیں رکھتے۔ لیکن زمانہ سے ہے کہ آج تک امام ہونے کی خواہش سے تلاش کرتے تھے۔ مگر تا حال قابلیتِ امامت کرنے کی نہیں پائی۔ اسی واسطے مجبور ہوں۔

تو پھر جوشِ جلالیت میں آکر سوزشِ جگر سے بہت سخت گریہ کرنے لگے۔ مگر فدوی کو حضورؒ نے امامت کے بارے میں ظاہری اس طرح سے فرمایا، خدا جانے کہ خفیہ کیا کیا راز نہانی ہوگا۔ مجھے معلوم نہیں ہے۔

اور ایک دفعہ ایک شخص بابرکت پیر نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ آپ گاہے گاہے جماعت کے بغیر تنہا نماز کس لئے ادا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہاں! ہم بھی آج تک امام کی تلاش کرتے تھے مگر دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ الحمد للہ کہ اگر آپ امامت کرنے کی قابلیت رکھتے ہو تو تب مہربانی فرما کر ہماری مسجد شریف میں میں بیٹھ جاؤ کہ نماز ظہر کی امامت ہم کو کرا کر پھر آپ رخصت ہو جائیں۔ کیا مضائقہ ہے۔

حضور کے اس جواب دینے سے اس شخص کے دل میں ایسا رعب پیدا ہوا کہ آخر کار بعد حیلہ آپ سے رخصت طلب کرتا ہوا فوراً چلا گیا۔

اور ایک دفعہ فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! بعارضہ بیماری باوجود ضعیف ہونے کے دراز قرأت سے نماز فرائض و واجب سنت و نوافل کس لئے ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ بعارضہ بیماری کی نسبت اکثر اوقات ضعیف رہتے ہیں۔ تو اس لئے اگر آپ درمیانی قرأت سے نماز ادا

کر لیا کریں، تو کیا مضایقہ ہے۔

تو پھر حضور انور نے فرمایا کہ اے برخوردار! ہم نے ایک دفعہ سنا تھا کہ دو ملزموں کو مجازی بادشاہ حاکم وقت کے درپیش بیان لینے کے واسطے ایک دن کھڑا کیا گیا۔ حالانکہ وہ حکام انہی کی مثل انسان تھا تو پھر مجھے اس بات کی بہت ہی حیرت سے ندامت درپیش آئی، کہ ملزم اپنے جیسے حکام کے درپیش واسطے بیان دینے کے ایک دن کھڑے رہتے ہیں۔ تو میں کیوں نہ اپنے بادشاہ حقیقی مالک روزی رساں کے درپیش کھڑا رہوں کہ جس نے ہم کو نابود سے بود کیا۔ اور ماں کے رحم میں روزی دے کر قدرتِ کاملہ سے اس قید خانہ شکم سے باہر لا کر ہر لحظہ و ہر وقت ہماری پرورش و نگہبانی کرتا ہے۔ تو اس مالک و معبود کے درپیش کیوں نہ کھڑا رہوں، اس لئے میں دراز قرأت سے اگر ہو سکتی ہے اپنی طاقت کے موافق ادا کرتا ہوں۔

اور نیز فرمایا کرتے تھے کہ تنہا نماز میں ہم کو ایک عجیب ذوق لاحق ہوتا ہے۔ جس کی نسبت بیان کرنا ناممکن ہے۔ اگر شریعت کی لگام ہمارے منہ میں نہ ہوتی، تو شاید میں اس کی نسبت کچھ بیان کر سکتا مگر شریعت کی لگام نے پابند کیا ہوا ہے۔ مگر ہمیں خدا تعالیٰ پاک اسی شریعت کی تابعداری میں خاتمہ کرے۔

اور رات کے قیام کے لئے فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ سالک کو جام وحدت سے جو حصہ ملتا ہے، وہ اکثر قیام رات سے اور شب بیداری کی نسبت ہی ملتا ہے۔

اور ایک دفعہ آپ حضور اپنے حال میں سرگرم تھے، تو بحر عمیق عرفان میں غوطہ لگا کر حالتِ جلالیت میں فرماتے تھے کہ اے برخوردار! ہم نے نہ آسمانوں اور نہ زمینوں کی جستجو اور تلاش کی۔ صرف اپنے مالک و معبود حقیقی کی جستجو و تلاش کی مگر آخر کار اپنی ہمت کا گھوڑا میدان عرفان میں تیز چلنے سے لنگڑا دیکھتا ہوں۔ اسی لئے میں وادیٔ حیرت میں پڑا رہتا ہوں۔

خدا تعالیٰ جانے کہ حضور کی اس بات میں کیا راز تھا مگر فدوی کو اپنے ناقص العقل کے

موافق یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید حضور کو ابتدا ہی میں منزل ناسوتی و ملکوتی و جبروتی و لاہوتی حاصل ہو چکی ہوں گی۔ یعنی آپ کے کلام کے اشارہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ابتدا ہی میں منزل انتہا، حاصل ہو چکی ہے۔

اور نیز فرمایا کرتے تھے کہ ہم جستجوئے کی منزل میں بہت حارص تھے۔ اور منزل رضا میں مجبور ہو کر یہ ندا کرتے رہتے تھے۔ صَبَرْنَا بِبَلَائِكَ وَرَضِينَا بِقَضَائِكَ۔ اور منزل خوف میں واصل ہوئے۔ مگر خطرۂ بادخزاں سے حیرت درپیش ہے۔

اور نیز حضور فرماتے تھے کہ ہم ابتداء میں اپنے ہر ایک مرید کے لئے سلوک کے رستہ کے حارص تھے۔ آخر کار ہم نے غور سے دیکھا کہ ہمارے پے در پے سلوک رستہ میں کوئی آنے والا نہ تھا۔ اسی واسطے مریدان سے مایوس ہو کر حیرت درپیش ہے۔ اگرچہ ہر ایک مریدان کی ہدایت و ترقی کے لئے بارگاہ مجیب الدعوات میں ملتجی ہوں۔ مگر حیرت سے خار دیدہ ہوں۔

اور نیز حضور راہ حسرت سے فرمایا کرتے تھے، کہ سالک کو چاہیئے کہ اپنی عبادات اور ریاضات موسم بادخزاں میں ترک کر کے بادصبا کا انتظار رہا کرے۔ مگر تابعداری شریعت نبوی کی بسر کرنی چاہیئے۔

اور فرماتے تھے کہ ہم بھی دیر زمانہ سے بادصبا کی انتظاری میں ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ کب نمودار ہوگی۔ لیکن بادخزاں کے خطرہ سے بھی خار دیدہ ہوں۔

اور نیز آں حضور جناب باباجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کمال وہ ہے، جو کہ وہ باغبان کی طرح ہو کہ جس طرح سے باغبان کے باغیچہ میں سے کوئی درخت نقصان دار ہو یا کسی درخت سے کوئی شاخ زمین کی طرف جھک جائے، یا کسی درخت سے ثمر ترش بے مزہ نمودار ہو تو پھر مالی باغبان ہر ایک کو قلم تراش کرتا ہوا اپنی تدبیر کے موافق از سرنو ظاہری بند دبست کر دیتا ہے کہ اسی طرح سے مرشد کمال کو بھی چاہیئے کہ اگر اس کے باغیچہ مریدان سے کوئی کسی منزل میں گرفتار یا قبض دائمی یا اذکار لطائف و ذکر روحانی نہ جاری

ہونے کی نسبت لغزش کی طرف مائل ہو جائے تو وہ مرشد ظاہری باغبان کی طرح ہر ایک مبتلا کی مشکل کشائی کے لئے دوسرا بندوبست کر سکتا ہو۔

اور نیز فرماتے تھے کہ مرشد ظاہری طبیب حاذق کی طرح جیسا کہ وہ طبیب حاذق مریض کی نبض کو پہچان کر اس کی مرض کے موافق دوائی دیتا ہے۔ اگر اس دوا سے مریض کی مرض زیادہ ہوتی ہو، یا کہ مریض کی بد پرہیزی سے بیماری ترقی پکڑتی جاتی ہو تو پھر وہ طبیب حاذق دوسری بڑی دوائی کی مریض کی مرض کے مطابق شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح بھی مرشد طالبان مبتلا کے لئے دوسرے قسم کا بندوبست کر سکتا ہو۔ ورنہ لغزش سے طالبانِ مبتلا کی تباہی ہو جائے گی۔

اور لطائفوں کی نسبت حضور فرماتے تھے کہ ہم کو منزل کی ابتداء ہی میں لطائفوں اور اذکار روحانی کا ایسا جریان ہوا تھا کہ بوقت حاجت انسانی اور استنجا کرنے کے وقت بھی یہ اپنی حرکت سے باز نہ آتے تھے۔ بلکہ شہد کی مکھیوں کی طرح ان کی آواز ہمارے جسم میں نمودار ہوتا رہتا تھا۔

اور ایک دفعہ فدوی نے لطائف و اذکار روحانی کی نسبت عرض کی تو پھر حضور نے فدوی کو بطور مراقبہ گیاراں لطائفوں کی تلقین و تمیز فرمائی، تو پھر فدوی نے دوبارہ عرض کی کہ یا حضرت میں کند طبیعت اور کم ذہن ہوں۔ اور میری قلبی زمین بڑے کھڑاک کی طرح ہے۔ تو ایسے میری ناقابل زمین میں ایک ہی دفعہ گیارہ لطائفوں کا جریان و اذکار روحانی کب نمودار ہوگا۔ تو پھر حالت جلالیت میں فرمایا کہ مجھے امید ہے، انشاء اللہ تعالےٰ ایک ہی دفعہ تیرے گیاراں لطائفوں کا جریان ہو کر اذکار روحانی کا نمودار ہوگا۔

تو پھر حضور کی پیشگوئی کے مطابق اگرچہ میں کند طبیعت، کم ذہن اور نگوں بخت تھا تو شاید ویسا ہی نمودار ہوا۔

تو پھر فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! یہ گیارہ لطائف منتہی کے لئے ہیں کہ نہیں تو

پھر حضور نے فرمایا کہ یہ صرف مبتدی کے لئے ہیں۔ لیکن یہ منتہی کے لئے تین سو ساٹھ لطائف ہیں۔ تو پھر فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ روزانہ کتنے لطائف کا مراقبہ کرتے ہیں۔ تو پھر آپ نے فرمایا کہ ہم روزانہ ہر وقت تین سو ساٹھ لطائف کا مراقبہ کرتے ہیں۔ بلکہ اذکار روحانی اور تزکیہ نفس بھی ساتھ ہی کرتے ہیں۔

تو نیز فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! جو تین سو ساٹھ لطائف ہیں، ان کی جگہ سالک کا صدر ہی ہے، یا کہ سالک کے سارے جسم میں ان تین سو ساٹھ لطائفوں کی جگہ ہوتی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ سالک کے منتہی تمامی جسم میں لطائفوں کا جریان پیدا ہوجاتا ہے۔

نیز فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت آپ فرماتے ہیں کہ سالک کے تمامی جسم میں لطائفوں کا جریان پیدا ہوجاتا ہے۔ حالانکہ انسان کے جسم میں ناپاکیوں کی جگہ بھی ہیں۔ تو پھر سارے جسم میں کس طرح سے اذکاروں کا جریان ہوسکتا ہے۔ تو پھر اپنے کسی حال میں خاموش رہ کر راہ حسرت سے فرمایا کہ افسوس بلکہ صد افسوس کہ نامحرموں کے درپیش کس طرح سے رازنہانی کی نسبت محرمیت کی تخم ریزی کرنی چاہیئے۔

آخرکار فدوی نے بصد التماس عرض کی کہ آپ یا حضرت! ناپاکیوں کی نسبت بیان فرمائیں۔ تو حضور نے فرمایا، یہ کوئی دشوار نہیں ہے کہ جس طرح سے سالک اپنے چشم ولبوں کو بند کرکے ماسوائے سے تعلق قطع کرکے مشاہدہ فنا فی اللہ میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ تو اس طرح سے جب تک ابتداء سے لے کر انتہاء تک اپنے وجود کی نفی اول نہ کرے گا، تو وہ شخص زمرۂ مشائخوں سے بعید ہے۔ اور جب اپنے وجود کی نفی کرکے فیض حقیقی کا مورد اپنے خاکی وجود کو مثالیہ مقرر کرلے گا۔ تو پھر کس طرح سے سالک کی نظر میں ناپاکیوں کی جگہ گنجائش کرسکتی ہیں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔ یہ بات سراسر سالک سے بعید ہے۔ کیونکہ وہ جب تک اپنے وجود کی نفی کرنے پر قابض نہ ہو اور ناپاکیوں کی جگہ اس کی نظر میں سما سکتی ہوں، تو پھر وہ کس طرح سے ماسوا سے قطع تعلق کرسکے گا۔ اور جب ماسوا کا قطع کرنا نہ کرسکے گا، تو وہ مشائخوں سے

خود ہی بعید ہے۔ اور جب ابتدا نفی وجود خود قادر ہوا تو ما سوا کا قطع کرنا خود ہی سہل و آسان ہوگا۔ اور جس وقت ماسوا کے قطع کرنے پر ممکن ہوگیا، تو پھر اس کے ہمہ وجود میں سر سے لے کر پاؤں تک اذکار جریاں لطائفوں کی جگہ ہو جاتی ہے، تو پھر وہ شخص زمرہ مشائخوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اکثر کو حکم کل کا ہوتا ہے۔

تو پھر فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! جب سالک کو یہ منزل حاصل ہو جائے تو وہ خود منتہی ہو جاتا ہے کہ نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں یہ منزل صرف فنافی اللہ کی ہے۔ اور جب اس کو طے کرے گا تو پھر آگے منزل بقا باللہ میں داخل ہوگا۔ تو پھر وہ منزل اپنی حیثیت و سالت پیشوائے خود قطع کرے گا۔ یا تو اس میں حیرت انگیز ہو جائے گا۔ اگر قطع کرے گا تو پھر منزل سیرالی اللہ میں مشاہدہ کرے گا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

تو پھر فدوی راز نہانی کی نسبت دریافت کرنے کے زیادہ طاقت نہیں رکھتا تھا، اسی لئے خاموش رہا۔ اور اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ سالک وہ ہے جو اپنے ظاہری جسم کو لے کر در انجمن رونق افروز ہو، مگر اپنے روحانی جسم باطنی کو لے کر اپنے مالک حقیقی کے ساتھ واصل ہو۔ کیونکہ ایک لحظہ بھی سالک کو مہجوری سے رنجوری ہے۔

اور حلال روزی کے لئے اپنے ہاتھ سے زراعت کرنے کے واسطے بہت ترجیح فرمایا فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ افسوس مجھے خلق خدا کی گرفتاری سے مجبوری ہے۔ ورنہ اپنے ہاتھ سے زراعت کا پیشہ کارشائستہ تھا۔

اور فدوی کے والد صاحب خدا تعالیٰ رحم کرے ان کو کہ جناب باباجی صاحبؒ کی نسبت فرماتے تھے کہ ابتداء منزل میں جس وقت اپنے آباد و اجداد کے قبرستان میں انہوں نے عبادت خانہ ہوا کہ اس میں خلوت گزیں ہو رہے تھے، تو اس وقت ان کے پاس عبادت خانہ میں کوئی آدمی اعلیٰ و ادنیٰ ہر ایک قسم کا آتا جاتا تھا، تو وہ کیا دیکھتا تھا کہ

ہر ایک قسم کی اشیاء و اثمار وغیرہ ہر ایک موسم میں متفرق ولایتوں کے موجود پایا تھا۔ خدا تعالیٰ جانے کہ وہ اشیاء و اثمار وغیرہ ہر ایک قسم کے کہاں سے لائے جاتے تھے۔ بلکہ یہ ان کی محض کرامت تھی۔

اور آنحضور ہر ایک نماز کو بہت ہی آہستہ سے قیام در کوع و سجود کو ادا کرتے تھے۔ مگر ایک دفعہ کسی خاص اپنے حال میں فرماتے تھے کہ ہم کو اگر طہارت موجود ہو، تو ہم رستے چلتے ہوئے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ خدا جانے وہ کیا راز تھا، مجھے معلوم نہیں ہے۔ لیکن روحانی نماز کی طرف آپ اشارہ فرما کر اہل مجلس کو تعلیم کرتے ہوں گے اور آں حضور کسی طرف سفر کو چلے گئے تھے، تو آپ کو تیرہ[۱۳] روز گذشتہ کے عرصہ میں حاجت غائط درپیش نہ ہوئی۔ تو جب اپنے تیراں[۱۳] یوم گذشتہ ختم ہونے کے بعد پیشاب کیا، تو ایک خادم نے عرض کی، کہ یا حضرت! آپ کو تیرہ[۱۳] روز کے عرصہ میں غائط کی حاجت بالکل نمودار نہیں ہوئی کہ آپکے ہمراہ پوشیدہ طور سے نظارہ کرتا رہا ہوں۔ حالانکہ آپ کو اس عرصہ میں خدا نہ کرے کوئی بیماری بھی مہلک لاحق نہیں ہوئی تھی، اور قدرے غذا بھی تناول کرتے رہے ہیں۔ مگر غائط کی حاجت انسانی بالکل درپیش نہیں ہوئی۔ یہ کیا وجہ ہے؟ تو پھر آپ نے فرمایا کہ اس راز کا افشا کرنا ناممکن ہے۔ تو پھر خادم مجبوراً خاموش رہا۔

مگر اس ماجرا سے معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف حمیدہ ملکی قولاً و فعلاً، ظاہراً و باطناً حضور کے جسم میں سمائے گئے تھے۔

اور آنحضور ظاہری حرکت کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ نا اعتبار و بے بنیاد ہے۔ بلکہ مکر و استدراج کے ذریعہ سے طالب کو خطرۂ لغزش و خذلان درپیش ہے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو چاہیئے کہ مردوں کی طرح اصلی حرکت روحی پیدا کرنی چاہیئے جو کہ وہ قابل اعتبار ہے۔ اور حرکت جسمانی فرع ہے۔ تو فرع کا نزدیک مشائخان کرام کے کچھ بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ فرع گاہے زائل گاہے قائم ہو جاتا ہے۔

اور حضور کے اصل اور فرع کے بیان کرنے کے مطابق فدوی عرض کرتا ہے، کہ حضور کے ظاہری جسم کا نظارہ کرنا چاہیئے۔ کہ حرکت مردانہ ظاہر تھی۔ کیونکہ حرکت روحانی و تزکیہ و تصفیہ نفس سے پاؤں سے لے کر سر تک تمام بدن مبارک حرکت میں رہتا تھا۔

لیکن مجھے شبروں کی نسبت یعنی ان کی حرکت کی نسبت و راز نہانی کے مطابق کیا جرأت ہے کہ چون و چرا سے انگشت نمائی کروں۔ صرف ان کے لئے مجھے عقیدت مندی سے خاموشی بہتر ہے۔ ے

الٰہی طفیلِ خواجہ عبید اللہ لاری — زرحمت خود مرا کن سرافرازی

الٰہی طفیل خواجۂ عبید اللہ لاری — زلطفم خود فرد گنہگار باری

اور ایک دفعہ آنحضرت جناب باباجی صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت آپ کی ترقی کا باعث اکثر کیا اشیاء ہوئی ہیں تو آپ نے فرمایا:

اے برخوردار! اپنے مرشد کی توجہ و ہشت و محبت اور اپنی والدہ صاحبہ دام سترھا کی دعا۔ لہذا والد صاحب مرحوم کا ذکر اس واسطے نہیں کیا گیا ہے کہ آپ دار فانی سے دار بقاء کو رخصت ہو کر بزمانہ طفولیت چلے گئے تھے۔ اور تہی دستی و مفلسی، تواضع و خاموشی و ہمہ اوقات خلوت گزیں، و کم کھانا و کم سونا و استقامت و شب بیداری و ندامت و گریہ و تھوڑا ہنسنا و اپنے گناہوں کو حاضر جان کر توبہ و استغفار کرنا۔ اور آپ کو ہر وقت عاصی سمجھنا اور شریعت کی تابعداری، ہماری ترقی کا باعث یہ سب اشیاء ہوئی ہیں۔

الٰہی طفیل خواجہ عبید اللہ لاری
بہ ستاری بکن تو شرمساری

نیز فدوی نے ایک روز حضور کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت آپ اکثر اوقات طالبان کو اذکار و حی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور پرورش روحی کی نسبت غائبانہ مریدان کے لئے توجہ کیا کرتے ہیں۔ مگر ہر ایک مریدان کے لئے آپ جذبہ کم از کم استعمال کرتے ہیں۔ یہ کیا وجہ ہے۔

تو حضور نے فرمایا کہ برخوردار! اس میں بہت سی وجہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ جس طرح سے مجازی حکیم حاذق ہر ایک بیمار کے واسطے، اس کی بیماری کے موافق علیحدہ علیحدہ دوائی کا استعمال کرتا ہے، اسی طرح سے باطنی حکیم امراض مریداں کی نسبت علیحدہ علیحدہ مریداں کے صیقل اور مصفا ہونے کے واسطے خاص توجہ باطنی سے صیقل گیری کرتے ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اذکار روحی اصل ہے۔ اور جذبہ فرع ہے۔ اور اصل قوی اور فرع ضعیف و بے بنیاد ہوتا ہے۔

اور عارف کمال کے نزدیک مرید کے لئے اذکار روحی و تزکیہ نفس جذبہ سے بہتر ہے کیونکہ جذبہ فرع ہے۔ اور فرع کا معاملہ بالکل ظاہر بین قائمیت رکھتا ہے۔ لیکن جو مرید جذبہ میں گرفتار ہوتا ہے، تو وہ بالکل ظاہری کی کمی بیشی میں پابند رہتا ہے۔

اور جو انسان کی قلبی زمین آباد کرنے کے قابل ہوتی ہے، مگر اس کی کاشت و آبادی کرنے سے بالکل بے خبر و بے بہرہ ہوتا ہے۔ اور تربیت اذکار روحی و تزکیہ نفس و حظ نفس کے مشاہدہ سے جلدی ہر ایک انسان کی قلبی زمین آراستہ ہو کر بغیچہ قلبی کا غنچہ کھل کر قسم قسم کے گلوں پھلوں عرفانیہ سے تروتازہ و سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔

اور اذکار روحی سے جلدی سلطان الاذکار پیدا ہو جاتا ہے۔ اور سلطان الاذکار کا پیدا ہونا، خدا تعالیٰ کے سے ہر ایک سالک کے واسطے یہ منزل قوی و امیدواری کی ہے۔ اسی واسطے ہم بھی ہر ایک مریداں کے لئے تربیت روحی کا اذکار و تزکیہ نفس کو جذبہ سے مقدم رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اذکار روحی کا ثمرہ اخیر ظاہر ہو کر نشوونمائی سے جلوہ گری کرتا ہے، تو پھر وہ طالب صادق اس آیت کریمہ کا مصداق ہو کر جان بحق تسلیم کر دیتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥

اور حضور کے اس ارشاد فرمانے کی نسبت ہم نے خود ہی ایک وقوعہ در پیش ہونے سے مشاہدہ کیا تو پھر ہم نے اس قول کو تسلیم کر لیا کہ ،

فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْرُجُ مِنَ الْحِکْمَةِ۔

اور جس وقوعہ کے در پیش ہونے سے ہم نے مشاہدہ کیا ہے ، اس کی نسبت اپنے احبابوں کو اعلان بطور بشارت کیا جاتا ہے کہ حضور کا ایک مرید قریبی رشتہ داروں سے تھا۔ اور بھائیا کے عرف سے مشہور تھا ، جو کہ اکثر احبابوں کو معلوم بھی ہوگا۔ کیونکہ وہ اکثر اوقات حضور کی خدمت میں در سفر و سکونت کے حال میں حاضر رہتا تھا ، تو ظاہرا بھی حضور اوس کی طرف کم از کم توجہ فرمایا کرتے تھے۔

خیر آخر کار سال حال ۱۳۳۹ھ کو خاص موسم بہار عین جوانی میں اس کی اجل کا وقت قریب آن پہنچا ، تو ناگاہ بیماری تپ دق اس کو لاحق ہوئی ، مگر ایک ہفتہ وہ بیماری میں مبتلا ہوا تو حضور کو معہ اور قریبی رشتہ داروں کے اس کے صدمے کا وقوعہ سخت شدائد در پیش آیا۔ اور جس وقت حضور نے جان لیا کہ شاید اس کا بچنا محال ہے۔ کیونکہ آثار سکرات ظاہر ہوگئی ہیں ، تو اس وقت حضور کو یہ بھی غم شدید لاحق ہوا۔ خدا تعالے کہ جان کندن کے وقت اس کا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ اس بخار کی بیماری سے ملک کشمیر میں جو کوئی مر جاتا ہے ، پہلے ہی اس کی زبان تین چار روز سے بند ہو جاتی ہے۔ اور بعض کسی خاص کی خداوند کریم کے فضل سے اپنے حال کے موافق رہتی ہے۔ ورنہ ایسا ہی حال ظہور میں آتا ہے۔

القصہ برخوردار مذکور کی سکرات کا وقت قریب آیا تو اس نے دو تین روز اول خدا کے فضل اور حضور کی توجہ سے برخوردار کو ایسا رقص شروع ہوا ، اور قسم قسم کے غائبانہ عجائبات سے معائنہ کرنے لگا۔ اور ذکر جہر سخت زور سے شروع کیا۔ بلکہ آپ حضور بھی قدم رنجہ فرما کر اس کی بیمار پرسی کے واسطے تشریف لے گئے۔

خیر آپ حضور جس وقت برخوردار مذکور کے قریب پہنچے تو پھر برخوردار از سر نو رقص

کہنے لگا۔ بلکہ حضور کے تشریف لے جانے سے برخوردار کو کمال ہوئی۔ اور کہنے لگا شکر الحمد للہ کہ اس وقت خداوند کریم نے اپنے فضل سے حضور کا دیدار نصیب کیا ہے۔ اگرچہ غائبانہ آپ میرے نزدیک حاضر رہتے تھے۔ مگر ظاہری بھی شربت دیدار سے مشرف ہوا ہوں۔

تو پھر آپ حضور جس وقت واپس تشریف لائے، تو اس کے بعد برخوردار مذکور گاہے رقص میں مستغرق ہو جاتا تھا، اور گاہے ذکر جہر بلند آواز سے کرتا تھا، تو اسی اثنا میں فدوی اس کی بیمار پرسی سے واپس آیا، تو حضور نے فرمایا کہ برخوردار کا کیا حال ہے۔

فدوی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ کی توجہ سے خدا کا فضل ہے۔ جس طرح کا ماجرا تھا وہ سب حضور کے در پیش فدوی نے بیان کیا۔ تو پھر حضور نے فرمایا کہ اے برخوردار! اس وقت تنہا اس کا روح اذکاروں میں مستغرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہمارے روح کی کشش کے ذریعہ سے اس وقت برخوردار کمال اذکار میں مستغرق ہے۔

تو پھر فدوی نے تسلیم کیا کہ واقعی یا حضرت! آپ کی روح کی کشش نے اس کو ذکر میں اس طرح سے مستغرق کر دیا ہے۔

تو پھر برخوردار اسی طرح سے گاہے رقص و گاہے ذکر جہر کرتا ہوا، دور قرآن خوانی اور صرف ذکر جہر کمال بلند آواز سے جذبانہ شروع کیا۔ تو پھر اسی حال میں المعروضہ ۹ جمادی الآخر بروز جمعہ بوقت عشار جاں بحق تسلیم کی۔

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

تو پھر حضور نے مناسب الحال اس کی تجہیز و تکفین کی۔ بلکہ نماز جنازہ بھی آپ نے خود ہی امام ہو کر ادا کی۔ تو بعدہٗ آپ اس کی قبر پر اکثر اوقات جا کر فاتحہ خوانی فرما کر مراقبہ بھی کرتے تھے۔ خدا جانے مراقبہ کرنے میں کیا راز تھا، مجھے معلوم نہیں ہے مگر میں اپنے ناقص العقل کے موافق یہ تسلیم کرتا ہوں کہ شاید برخوردار خام منزل میں چلا گیا تھا، تو حضور اس کی منزل کو طے کرانے کی نسبت مراقبہ کرتے تھے۔

کیونکہ یہ بات اکثر سالکان کو معلوم ہے کہ کمال مرشد کا مرید اگر منزل خام میں جان بحق تسلیم کر جاوے تو بعد مرشد کمال مرید کے روح کو قبض کرنے کے بعد اس کی خام منزل کو سراسر طے کر دیتا ہے۔

خیر ہوا جو کچھ ہوا۔ خداوند کریم معہ برخوردار مرحوم کے ہمیں اور سب احباب ارادتمندوں کو حضور کی توجہ سے حرمت سلسلۂ عالیہ کے خلعت ایمان سے مشرّف کرے۔ آمین یا ربّ العٰلمین۔

اور اس ماجرا کے تحریر کرنے میں ارادتمندان کی نسبت حضور کی کمال کرامات کا اعلان کیا جاتا ہے۔ فَافْہَمْ۔

اور جذبہ کی نسبت حضور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کو چاہیئے کہ قاتل نہ ہو، بلکہ واصل ہو۔ اور فرماتے تھے کہ یہ طائفہ اپنے خاص وقت میں کسی وقت ایسی توجہ کرتے ہیں کہ مرید کو برداشت کرنی مشکل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اکثر احباب کو شاید معلوم بھی ہوگا کہ حضور کے جذبہ دینے سے دو تین آدمی فوراً ہلاک ہو گئے ہوئے ہیں۔ پس اسی واسطے فرماتے تھے کہ مرشد کو چاہیئے کہ قاتل نہ ہو بلکہ واصل ہو۔

اور حضور کے تمام حالات کی نسبت آگاہی پانی دشوار ہے، جیسا کہ میں سابقہ بھی عرض کر چکا ہوں۔ اور مختصر حال تمام اگر تحریر کروں تو ایک الگ دفتر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسی مجبوری سے اختتام کئے جاتے ہیں۔

دوسرا اس طائفہ کی نسبت کس کی طاقت ہے کہ پورے طور سے حالات دریافت کر کے تحریر کر سکے۔ کیونکہ خداوند کریم نے خود ہی خبر دی ہے، وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تحقیق فضیلت دی ہم نے انسان کو۔ معنیٰ اور مراتب کے ساتھ، اور جاہ وحشمت دنیاوی کے ساتھ۔

اور دوسرا یہ طائفہ اس حدیث شریف کا مصداق ہو کر اپنی خبر کا سلسلہ پیچھے دینے

سے منقطع کر دیتے ہیں۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَّا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔

اور حقیقی شیروں کی نسبت حرکت کرنے سے خاموشی ہی بہتر ہے۔

غزل شریف

کدی کدی یار کے بھید سے آگاہ ہیں ہم — کدی کدی واصل کدی کدی جدا ہیں ہم
کدی کدی کشمیر کدی کدی ہند — کدی کدی با مقامی کدی کدی ہر جا ہیں ہم
کدی کدی بینا، کدی کدی نابینا — کدی کدی ہرق پوشیدہ کدی کدی آشنا ہیں ہم
کدی کدی عاجز محتاج کدی کدی خود ہی غنا — کدی کدی در تے سوالی لاچار کدی کدی بے پرواہ ہیں ہم
کدی کدی دور کدی کدی بہ پیش حضور — کدی کدی زیر خلق قدم کدی کدی اعلیٰ ہیں ہم
کدی کدی اوپر فرش، کدی کدی زیر عرش — کدی کدی بمقام محمود کدی کدی تحت الثریٰ ہیں ہم
کدی کدی وارث، کدی کدی تارک — کدی کدی جھڑکی وزیر دزارک کدی کدی خود ہی شاہ ہیں ہم
کدی کدی ابوجہل، کدی کدی ابولہب — کدی کدی اصحاب اکبر کدی کدی انبیا ہیں ہم
کدی کدی امیر، کدی کدی بہ بیش خلق حقیر — کدی کدی فاسق جاہل کدی کدی اولیا ہیں ہم
کدی کدی طالب، کدی کدی مطالب — کدی کدی انتظار کدی کدی پیشوا ہیں ہم
کدی کدی عزرائیل، کدی کدی اسرافیل — کدی کدی ملک الموت کدی کدی فنا ہیں ہم

کدی کدی رنگ دار کدی کدی زنگ دار
کدی کدی صقلی گر کدی کدی روسیاہ ہیں ہم

نوع دیگر

کدی کدی عشق انیندا پیاہ — کدی کدی چپ کدی کدی شور مچیندا پیاہ

اوّل عشق معشوق مل آوے ہاگر شوق محمدؐ پاوے
عشق قدرت نوں بھی بلاوے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کوکیندا پیار

کدی کدی دعظ کراوے کدی کدی پتھراں نال مراوے
کدی کدی مجنوں کہاوے کدی کدی طوفان چڑھیندا پیا

کدی کدی آذر دے گھر جاوے کدی کدی وچہ غارے جاوے
کدی کدی نمرود وچہ چڑھاوے، کدی اگ گلزار کریندا پیا

کدی کدی اگ منگاوے کدی کدی اپر کوہ طور دے جاوے
لاہ پردہ حجاب دیدار دکھاوے، رَبِّ اَرِنِیْ کوکیندا پیار

کدی کدی شکار ریجاوے کدی کدی وچہ کھوہ میں پاوے
کدی کدی وچہ بازار دکھاوے، کدی کدی تخت بیٹھے چڑھیندا پیا

کدی کدی بھلنہار کوکاوے کدی کدی مکتب وچہ بٹھاوے
کدی کدی مجنوں کہاوے، کدی جنگلاں وچہ سکیندا پیار

کدی کدی سجود کراوے، کدی کدی قیام اٹھاوے
کدی کدی انا الحق کہاوے، کدی کدی سولی تے چڑھیندا پیا

کدی کدی کاروانی بن کر آوے اگو تھلیں ڈیرہ لاوے
ادھی راتیں ساتھ لیاوے، سُتی ستی نوں جگیندا پیا

کدی کدی عشق انیندا پیار
کدی کدی چپ کدی شور مچیندا پیار

نقل است کہ روزے سر مبارک آنحضرت را درد بسیارے شدی۔ دراں وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ در خدمت آنحضرت در مسجد حاضر نشستہ بود۔ رسول خدا دراں وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمود کہ کیے حکایت گذشتہ ایام طفولیت خود بیان کن، شاید کہ از استماع آں دردِ سر رفع شود برضائے اللہ تعالےٰ۔ پس حضرت ابوبکر صدیق اکبر قصہ آغاز کرد کہ:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! روزے از شہر مدینہ بیروں می رفتم۔ دیدم کہ دراں جا مردم جمع شدہ و شور و غوغا بسیار افتادہ۔ من از یکے پرسیدم کہ ایں چہ شور است کہ ایں قدر مخلوق جمع شدہ۔ گفت یکے دخترے و طفلکے بایکدیگر محبت دارند۔ مادر و پدر ایشاں را ننگ و خجالت می آید۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! من شب دراں جا ماندم کہ بارے سرانجام دوستی

ایشان ببینم۔ چوں بعد روشن شد پسر را بقتل رسانیدند و در گور دفن کردند۔ من از ہیں جا ماندم کہ آیا احوال دختر چہ خواہد شد۔ ساعتے دیگر گذشت کہ آں دختر از شہر بیروں آمد و پرسید از یکے کہ تو قبر یارِ من می شناسی کہ کدام جا است۔ شبانی گفت کہ ہموں یار را کہ دیروز بہ قتل رسانیدند۔ گفت بلے۔ ارے ہموں بود گفت فلاں مقام کہ من بہ چشم خود دیدہ آمدم۔

پس ہماں دختر دراں مقام رفتہ برسر قبر یار خود ایستادہ و بدرگاہ رب العزت مناجات کرد کہ اے بار خدایا، تو قادری و توانائی و ترا نیکو معلوم است کہ مایاں دوستی صادق داشتیم۔ ہماں وقت بفرمان خدائے تعالیٰ قبر یار او بشگافت و دروں قبر رفت۔ قدرے گوشۂ مقنعہ از قبر بیروں ماند۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، من دراں جا رفتم و برسر قبر آنہا بہ چشم خود دیدم کہ زبانۂ آتش دوزخ آنہا را اثر نکرد۔

وقتیکہ ایں قصہ پیش پیغمبر علیہ السّلام بیان نمود، رسول علیہ السّلام فرمود کہ یا صدیق اکبرؓ چہ نیکو قصہ گفتی کہ درد سر من بہ فضل الٰہی رفع شد۔ لیکن مرا نیز دراں جا بر آں عاشقانِ صادقان ببر کہ آنہا را بہ چشم خود بینم۔ و کوائف آنہا را معلوم کنم۔

پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ صدیقؓ رواں شدند و برسر قبر آنہا رسیدند، و بدرگاہِ اللہ تعالیٰ مناجات کرد کہ بار خدایا، تو اینہا را زندہ فرما۔ پس بفرمان خدائے تعالیٰ مردہ زندہ گشتند۔ و از قبر بیروں آمدند۔ پس پیغمبر علیہ السّلام پرسیدند چہ موجب است کہ عذاب بر شما اثر نمی کند۔

گفتند یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق، آں خدا کہ ترا خاتم المرسلین آفریدہ، آنچناں از الفت و دوستی مشغول ہستم کہ ہیچ از عذابِ دوزخ آگاہی نداریم۔

آں حضرت ازیں سخن در تعجب ماندند و فرمودند کہ زہے دوستیٔ ایشاں۔ بعدہٗ آنہا

را بادین متین مشرف گردانیدند، وفرمودند، اگر شما ذوق زندگی دارید، پیش حق تعالیٰ مناجات کردہ زندگانی کنانیم۔

درجواب گفتند کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانت شویم، دنیا جائے مفارقت است۔ مایاں را دریں مقام خوشی بسیار است ووصل پائیدار۔

پس اے مومناں! بدانید وفہمید کہ ہرگاہ از دوستی مخلوق آتش اثر نے کند، آں کسے کہ با حق سبحانہٗ تعالیٰ دوستی صادق کند۔ وروز وشب درذکر مشغول باشد، پس اورا آتش کے اثر کند۔ اے مومن! ترا باید کہ ہمیشہ درذکر وعبادت حق سبحانہٗ تعالیٰ مشغول باشی۔

الٰہی بحرمت توبہ و استغفار حضرت سرور کائنات مفخر موجودات شفیع المذنبین محمد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پاک و بحرمت کتاب منزل فرقان حمید، گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت چہار یار کبار نامدار گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت اہل بیت و پنج تن پاک گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ سلطان سید محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت ہماں انبیاء واولیائے کرام، گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت ذات خود کبریا، گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت حامیٔ دو جہاں، تکیہ گاہ بے کساں شافعٔ مخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پاک شاہ گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت یار کبار صاحب غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ سلیمان فارسیؓ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ امام محمد قاسمؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ امام جعفر صادقؓ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ بوعلی فارمدیؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ شاہ یوسف ہمدانیؒ گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانیؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ عارف باللہ ریوگریؒ گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمود الخیری فغنویؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ عزیزان علیؒ رامیتنیؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ باباسماسیؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ سید امیر کلالؒ، گناہ ایں بندہ صغیرہ و کبیرہ بہ بخشار۔

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه خواجگان مولانا حضرت شاه نقشبند محمد بهاؤ الدینؒ مشکل کشا، گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه یعقوبؒ چرخی گناه این بنده صغیره و کبیره ببخشا.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه مولانا عبیداللہ احراریؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد زاہدؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد درویشؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد امکنگیؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه باقی باللہؒ مرد خداد هلوی. گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز مولانا حضرت خواجه خواجگان مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرهندی گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد معصومؒ، گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد حجة اللهؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد زبیرؒ، گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد اشرفؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه شاه جمال اللہ، گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد عیسیٰؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد فیض اللہؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه نور محمدؒ گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الهی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجه محمد ہادیؒ نامدار، گناه این بنده صغیره و کبیره به بخشاد.

الٰہی بحرمت رازونیاز حضرت خواجہ امیر صدیق ماگی گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت خواجہ شمع دان جہان مولانا شاہ نظام الدین کیشانی، ولی مشکل کشا۔ گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت آفتاب جہاں مولانا حضرت خواجہ عبید اللہ لاری، گناہ ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

الٰہی بحرمت جمیع انبیاء واولیاء وشہداء سیئات ایں بندہ صغیرہ وکبیرہ بہ بخشار۔

یاالٰہی تیری بارگاہ عالی میں کرتا ہوں یہ التجا ۔ استجب لنا ھذا دعائی بحرمت ایں سلسلہ

بوجہ عصیانوں کا سر پہ کہ بحر غفلت میں ہوں پڑا ۔ دہ کریما! تو نجاتم بحرمت ایں سلسلہ

خَاتمۂ کتابْ ھٰذا

خاتمہ ایں کتاب ہذا کے اخیر میں چند احادیث شریف بطور عبرت و دستاویز ی تمسک کرنے کے، ہر ایک مسلمان کے لئے تحریر کرتا ہوں کہ احادیث مذکورہ کو دستور العمل بنا کر مصنف کتاب ہٰذا کے حق میں دعائے مغفرت کی التجا کیا کریں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ لِاِبْلِیْسَ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ کَمْ اَحِبَّاءُکَ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ عَشْرُ نَفَرٍ اَوَّلُھُمُ الْاِمَامُ الْجَائِرُ وَالْمُتَکَبِّرُ وَالْغَنِیُّ الَّذِیْ لَایُبَالِیْ مِنْ اَیْنَ یَکْتَسِبُ الْمَالَ وَفِیْ مَا یُنْفِقُ وَالْعَالِمُ الَّذِیْ صَدَّقَ الْاَمِیْرَ لِاَیِّ جَوْرِہٖ وَالتَّاجِرُ الْخَائِنُ وَالْمُحْتَکِرُ وَالزَّانِیْ وَاٰکِلُ الرِّبٰوا وَالْبَخِیْلُ الَّذِیْ لَایُبَالِیْ مِنْ اَیْنَ یَجْمَعُ الْمَالَ وَشَارِبُ الْخَمْرِ مُدْمِنٌ عَلَیْھَا۔

ترجمہ، فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دن شیطان علیہ اللعنۃ کو

پوچھا کہ میری امت میں سے تیرے کتنے دوست ہیں۔ کہا دس گروہ ہیں۔ پہلا ان میں سے ظالم بادشاہ ہے، اور تکبر کرنے والا، اور وہ غنی جو پرواہ نہ کرے کہ کہاں سے مال حاصل کرتا ہے، اور کس کس جگہ خرچ کرتا ہے۔ اور وہ عالم کہ امیر کی تصدیق کرے اس کے ظلم پر، اور سوداگر خیانت کرنے والا، اور اناج روکنے والا، اور زنا کرنے والا، اور بیاج (سود) کھانے والا اور وہ بخیل جو پرواہ نہیں کرتا کہ مال کو کہاں سے جمع کرتا ہے، اور شراب کا پینے والا، جو اس پر ہمیشگی کرے۔

ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَكَمْ اَعْدَاؤُكَ مِنْ اُمَّتِيْ، قَالَ عِشْرُوْنَ نَفَرًا، اَوَّلُهُمْ اَنْتَ يَا مُحَمَّدُ! وَالْعَالِمُ يَعْمَلُ بِالْعِلْمِ وَحَامِلُ الْقُرْاٰنِ اِذَا عَمِلَ بِمَا فِيْهِ وَالْمُؤَذِّنُ لِلّٰهِ فِيْ خَمْسِ صَلٰوةٍ وَمُحِبُّ الْفُقَرَاۤءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْيَتَامٰى وَذُوْ قَلْبٍ رَحِيْمٍ وَالْمُتَوَاضِعُ لِلْحَقِّ وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاٰكِلُ الْحَلَالِ وَالشَّابَّانِ الْمُتَحَابَّانِ فِي اللّٰهِ وَالْحَرِيْصُ عَلَى الصَّلٰوةِ فِي الْجَمَاعَةِ وَالَّذِيْ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَالَّذِيْ يُمْسِكُ نَفْسَهٗ عَنِ الْحَرَامِ وَالَّذِيْ نَصَحَ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَدْعُوْ لِلْاِخْوَانِ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ شَيْءٌ وَالَّذِيْ يَكُوْنُ اَبَدًا عَلٰى وُضُوْءٍ وَسَخِيٌّ وَحَسَنُ الْخُلُقِ وَالْمُتَصَدِّقُ رَبَّهٗ بِمَا ضَمِنَ اللّٰهُ لَهٗ وَالْمُحْسِنُ اِلَى الْمَسْتُوْرَاتِ الْاَرَامِلِ وَالْمُسْتَعِدُّ لِلْمَوْتِ۔

ترجمہ۔ پھر فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ میری امت میں سے تیرے کتنے دشمن ہیں۔ کہا بیس گروہ۔ پہلا ان میں سے آپ ہی۔ پس اے محمد میں آپ سے دشمنی رکھتا ہوں۔ اور جو عالم علم کے ساتھ عمل کرے۔ اور قرآن کا حافظ جب کہ اس پر عمل کرے اور خدا کے واسطے اذان دینے والا بیچ پانچ نمازوں کے۔ اور فقیروں اور مسکینوں اور یتیموں کو دوست رکھنے والا اور صاحب دل مہربان، اور خدا کے واسطے تواضع کرنیوالا

اور وہ جوان جو اللہ کی بندگی میں بڑا ہوا ہو۔ اور حلال کھانے والا۔ اور وہ دو جوان جو اللہ تعالےٰ کے واسطے دوستی رکھتے ہوں اور حرص کرنے والا نماز پر جماعت میں۔ اور جو شخص کہ رات کو نماز پڑھے جب کہ لوگ سوتے ہوں۔ اور جو شخص اپنی جان کو حرام سے روکے اور جو خیر خواہی کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو بھائیوں کے لیے دعا کرے، اور اس کے دل میں برائی نہ ہو۔ اور جو شخص ہمیشہ وضوء کے ساتھ رہے۔ اور سخی اور نیک خلق والا اور سچا جاننے والا اپنے پروردگار کو اس چیز میں کہ اللہ تعالےٰ اس کا ضامن ہوا ہے۔ اور بیوہ عورتوں سے بھلائی کرنے والا اور موت کے لیے تیاری کرنے والا۔

وَقَالَ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ مَنْ تَزَوَّدَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَبِيْبَ اللّٰهِ وَمَنْ تَرَكَ الْغَضَبَ صَارَ فِيْ جِوَارِ اللّٰهِ وَمَنْ تَرَكَ حُبَّ الْعَيْشِ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اٰمِنًا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ وَمَنْ تَرَكَ الْحَسَدَ صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَحْمُوْدًا عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ وَمَنْ تَرَكَ حُبَّ الرِّيَاسَةِ صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَزِيْزًا عِنْدَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَرَكَ الْفُضُوْلَ فِي الدُّنْيَا صَارَ نَاعِمًا فِي الْاَبْرَارِ وَمَنْ تَرَكَ الْخُصُوْمَةَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْفَائِزِيْنَ وَتَرَكَ الْبُخْلَ فِي الدُّنْيَا صَارَ مَذْكُوْرًا عِنْدَ رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ وَمَنْ تَرَكَ الرَّاحَةَ فِي الدُّنْيَا صَارَ مَسْرُوْرًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ تَرَكَ الْحَرَامَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ جِوَارِ الْاَنْبِيَاءِ وَمَنْ تَرَكَ النَّظَرَ فِي الْحَرَامِ فِي الدُّنْيَا فَرَّحَ اللّٰهُ عَيْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْغِنٰى فِي الدُّنْيَا وَاخْتَارَ الْفَقْرَ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْاَوْلِيَاءِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَمَنْ قَامَ بِحَوَائِجِ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى حَوَائِجَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ

وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ فِىْ قَبْرِهٖ مُوْنِسٌ فَلْيَقُوْ فِىْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ وَ
لْيُصَلِّ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ فِىْ ظِلِّ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ فَلْيَكُنْ
زَاهِدًا وَّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ حِسَابُهٗ يَسِيْرًا فَلْيَكُنْ نَاصِحًا
لِنَفْسِهٖ وَاِخْوَانِهٖ وَاَرَادَ اَنْ تَكُوْنَ الْمَلٰٓئِكَةُ زَائِرِيْنَ فَلْيَكُنْ
وَرِعًا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَسْكُنَ فِىْ بُحْبُوْحَةِ الْجَنَّةِ فَلْيَكُنْ ذَاكِرَ
اللّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ
فَلْيَتُبْ اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ غَنِيًّا فَلْيَكُنْ
رَاضِيًا بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ مَعَ اللّٰهِ فَقِيْهًا
فَلْيَكُنْ خَاشِعًا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ حَكِيْمًا فَلْيَكُنْ سَالِمًا مِنَ النَّاسِ
فَلَا يَذْكُرُ اَحَدًا اِلَّا بِخَيْرٍ وَلْيَعْتَبِرْ فِيْهِمَا مِنْ اَىِّ شَيْءٍ خُلِقْتُ
وَلِمَاذَا وَمَنْ اَرَادَ الشَّرَفَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَخْتَرِ الْاٰخِرَةَ
عَلَى الدُّنْيَا وَمَنْ اَرَادَ الْفِرْدَوْسَ وَالنَّعِيْمَ الَّذِىْ لَا يَفْنٰى لَا يُضِيْعُ
عُمْرَهٗ فِىْ فَسَادِ الدُّنْيَا وَمَنْ اَرَادَ الْجَنَّةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
فَعَلَيْهِ بِالسَّخَاوَةِ لِاَنَّ السَّخِىَّ قَرِيْبٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَبَعِيْدٌ مِّنَ
النَّارِ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّتَنَوَّرَ قَلْبُهٗ بِالنُّوْرِ التَّامِّ فَعَلَيْهِ بِالتَّفَكُّرِ
وَالْاِعْتِبَارِ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ بَدَنٌ صَابِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ
وَّقَلْبٌ خَاشِعٌ فَعَلَيْهِ بِكَثْرَةِ الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ۞

ترجمہ : اور وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ لکھا ہوا ہے توریت میں کہ جس نے
دنیا میں توشہ بنالیا، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دوست ہوگا۔ اور جس نے غصہ
کو چھوڑ دیا وہ اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی میں ہوگا۔ اور جس نے چھوڑ دی دنیا میں محبت عیش

کی وہ قیامت کے دن بے خوف ہوگا، مُرد اللہ تعالےٰ کے عذاب سے، اور جس شخص نے چھوڑ دیا حسد کو وہ قیامت کے دن تعریف کیا جاوے گا تمام خلقت کے سامنے، اور جس نے ریاست کی محبت چھوڑ دی، وہ قیامت کے دن عزّت والا ہوگا، نزدیک بادشاہ غالب کے، اور جس نے چھوڑ دی خواہش زیادتی کی دنیا میں، وہ نیکوں میں خوش عیش ہوگا۔ اور جس نے دنیا میں جھگڑا چھوڑ دیا، وہ قیامت کے دن مُراد پانے والوں میں سے ہوگا۔ اور جس نے بخل کو دنیا میں چھوڑ دیا، وہ تمام جہان کے سرداروں کے پاس ذکر کیا جائے گا۔ اور جس نے آرام کو چھوڑ دیا، دنیا میں قیامت کے دن خوش ہوگا۔ اور جس نے حرام کو دنیا میں چھوڑ دیا، وہ قیامت کے دن نبیوں کی ہمسائیگی میں ہوگا۔ اور جس نے حرام کی طرف دیکھنا دنیا میں چھوڑ تو قیامت کے دن اللہ اس کی آنکھ کو خوش کرے گا جنت میں۔ اور جس دنیا میں تونگری چھوڑ دی اور فقیری کو اختیار کیا، اس کو اٹھائے گا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن ساتھ ولیوں اور نبیوں کے۔ اور جو شخص قائم رہا، دنیا میں لوگوں کی حاجتوں کے پورا کرنے میں۔ اللہ تعالےٰ اس کی حاجتوں کو پورا کرے گا، دنیا اور آخرت میں۔ اور جو چاہے کہ اس کی قبر میں کوئی مونس ہو تو چاہیئے کہ اندھیری رات میں کھڑا ہو، اور نماز پڑھے۔ اور جو چاہے کہ اللہ تعالےٰ کے عرش کے سائے کے نیچے ہو تو چاہیئے کہ زاہد ہو۔ اور جو چاہے کہ اس کا حساب آسان ہو، تو چاہیئے کہ اپنی جان کے لئے اور اپنے بھائیوں کے لئے خیر خواہ ہو۔ اور جو چاہے کہ فرشتے اس کی ملاقات کریں تو چاہیئے کہ پرہیزگار ہو، اور جو چاہے کہ بہشت میں رہے تو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کو یاد کرنے والا ہو، رات دن میں اور جو بہشت میں داخل ہونا چاہے بدون حساب کے تو چاہیئے کہ توبہ کرے اللہ تعالےٰ کی طرف توبہ خالص۔ اور جو چاہے کہ غنی ہو جائے، تو چاہیئے، کہ راضی ہو اللہ تعالےٰ کے بانٹے ہوئے پر، اور جو چاہے کہ وہ فقیہہ ہو تو چاہیئے کہ عاجزی کرے، اور جو چاہے کہ حکیم ہو تو چاہیئے کہ عالم ہو، اور جو چاہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک فقیہہ ہو تو چاہیئے کہ عاجزی کرے۔ اور جو چاہے کہ سلامت رہے لوگوں سے تو کسی کا ذکر نہ

کرے ، مگر بھلائی کے ساتھ ، اور چاہیئے کہ نصیحت پکڑے دنیا میں کہ کس چیز سے میں پیدا کیا گیا ہوں ، اور کس واسطے پیدا کیا گیا ہوں ۔ اور جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت ہونا چاہے ، تو چاہیئے کہ اختیار کرے آخرت کو دنیا پر ۔ اور جو شخص جنت فردوس اور نعمتوں کو چاہے جو فنا نہ ہوں گی ، تو وہ اپنی عمر کو دنیا کے فساد میں ضائع نہ کرے ، اور جو بہشت کو دنیا اور آخرت میں چاہے ، تو سخاوت کو لازم پکڑے ۔ کیونکہ سخی بہشت کے نزدیک ہے ، اور دوزخ سے دور ہے ۔ اور جو چاہے کہ اس کا دل نور کے ساتھ منور ہو تو چاہیئے کہ لازم پکڑے فکر کرنا اور عبرت پکڑنا ، اور جو چاہے کہ اس کا بدن صابر ہو اور زبان اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والی اور دل عاجزی کرنے والا تو اس کو لازم ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرے ایمان والوں اور ایمان والیوں اور اسلام والوں اور اسلام والیوں کے لیے بخشش مانگے ۔

وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ الْاُمَّهَاتُ اَرْبَعٌ ، اُمُّ الْاَدْوِيَةِ وَاُمُّ الْاٰدَابِ وَاُمُّ الْعِبَادَاتِ وَاُمُّ الْاَمَانِيِّ . فَاُمُّ الْاَدْوِيَةِ قِلَّةُ الْاَكْلِ وَاُمُّ الْاٰدَابِ قِلَّةُ الْكَلَامِ وَاُمُّ الْعِبَادَاتِ قِلَّةُ الذُّنُوْبِ وَاُمُّ الْاَمَانِيِّ الصَّبْرُ ۔

ترجمہ : اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مائیں چار ہیں ۔ دواؤں کی ماں ، آداب کی ماں ، عبادات کی ماں اور آرزوؤں کی ماں ۔ پس دواؤں کی ماں کم کھانا ہے ، آداب کی ماں کم بولنا ہے اور عبادات کی ماں کم گناہ کرنا ہے اور آرزوؤں کی ماں صبر ہے ۔

قَالَ اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ الْاَرْضَ تُنَادِيْ كُلَّ يَوْمٍ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ وَتَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ تَسْعٰى عَلٰى ظَهْرِيْ وَمَصِيْرُكَ فِيْ بَطْنِيْ وَتَعْصِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ وَتُعَذَّبُ فِيْ بَطْنِيْ وَتَضْحَكُ عَلٰى ظَهْرِيْ وَتَبْكِيْ فِيْ بَطْنِيْ وَتَفْرَحُ عَلٰى ظَهْرِيْ وَتَحْزَنُ فِيْ بَطْنِيْ

وَ تَجْمَعُ الْمَالَ عَلٰى ظَهْرِيْ وَ تَنْدَمُ فِيْ بَطْنِيْ وَ تَأْكُلُ الْحَرَامَ عَلٰى ظَهْرِيْ وَ تَأْكُلُكَ الدِّيْدَانُ فِيْ بَطْنِيْ وَ تَخْتَالُ عَلٰى ظَهْرِيْ وَ تُذَلُّ فِيْ بَطْنِيْ وَ تَمْشِيْ مَسْرُوْرًا عَلٰى ظَهْرِيْ وَ تَقَعُ حَزِيْنًا فِيْ بَطْنِيْ وَ تَمْشِيْ فِيْ نُوْرٍ عَلٰى ظَهْرِيْ وَ تَقَعُ فِي الظُّلُمٰتِ فِيْ بَطْنِيْ وَ تَمْشِيْ عَلَى الْمَجَامِعِ عَلٰى ظَهْرِيْ وَ تَقَعُ وَحِيْدًا فِيْ بَطْنِيْ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ زمین ہر روز دن میں دس باتیں پکارتی ہے۔ اور کہتی ہے، اے آدم کے بیٹے، تو میری پیٹھ پر دوڑتا ہے اور پھرنے کی جگہ تیری میرے پیٹ میں ہے۔ اور تو میری پیٹھ پر گناہ کرتا ہے، اور میرے پیٹ میں تجھے عذاب کیا جائے گا۔ اور تو میری پیٹھ پر ہنستا ہے، اور میرے پیٹ میں روئے گا، اور تو میری پیٹھ پر خوش ہوتا ہے، اور میرے پیٹ میں غمگین ہوگا اور تو جمع کرتا ہے مال کو، میری پیٹھ پر، اور میرے پیٹ میں پشیمان ہوگا۔ اور تو میری پیٹھ پر حرام کھاتا ہے۔ اور تجھ کو میرے پیٹ میں کیڑے کھائیں گے۔ اور تو میری پیٹھ پر تکبر کرتا ہے، اور ذلیل ہو گا تو میرے پیٹ میں، اور تو خوش ہو کر چلتا ہے میری پیٹھ پر، اور تو غمگین ہو کر گرے گا میرے پیٹ میں۔ اور تو روشنی میں چلتا ہے میری پیٹھ پر اور میرے پیٹ میں تو اندھیروں میں گرے گا۔ اور تو جماعتوں میں چلتا ہے میری پیٹھ پر، اور تو میرے پیٹ میں اکیلا گرے گا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَثُرَ ضِحْكُهٗ عُوْقِبَ بِعَشْرِ عُقُوْبَاتٍ اَوَّلُهَا يَمُوْتُ قَلْبُهٗ وَ يَذْهَبُ الْمَاءُ عَلٰى وَجْهِهٖ وَ يَشْمَتُ بِهِ الشَّيْطَانُ وَ يَغْضَبُ عَلَيْهِ الرَّحْمٰنُ وَ يُنَاقَشُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يُعْرِضُ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَلْعَنُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ يُبْغِضُهٗ اَهْلُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَنْسٰى

كُلَّ شَيْءٍ، وَيَفْتَضِحُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بہت ہنسے اس طرح کا اُسے عذاب کیا جاوے گا۔ پہلے اس کا دل مر جائے گا۔ اور جاتی رہے گی آبرو اس کے منہ سے اور شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اور رحمان اس پر غصے ہوتا ہے، اور قیامت کے دن اس سے جھگڑا کیا جائے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم اس سے منہ پھیر لیں گے قیامت کے دن اور فرشتے اس کو لعنت کریں گے اور دشمن جانیں گے اس کو اہل آسمان اور زمین کے، اور ہر چیز کو وہ بھول جائے گا، اور قیامت کے دن رسوا ہوگا۔

*

غزل بطور مناجات

روئے تو باز است چشمم انتظارم روز و شب — دیدہ را شایق بدیدارم تو دارم روز و شب
داغ عشقت بر جگر چوں لالہ دارم روز و شب — تازہ می باشد دریں گلشن بہارم روز و شب
در غمِ ہجرانِ تو جاں مے سپارم روز و شب — ہر دمم خود آخریں دم می شمارم روز و شب
مثلِ برق از سوز عشقت بے قرارم روز و شب — شکلِ ابر از جوش باطن اشکبارم روز و شب
سرنگوں در سجدۂ اخلاص دارم روز و شب — در قیام خاکساری استوارم روز و شب
قبلہ و کعبہ ترا من می شمارم روز و شب — روئے از ہر سو فقط سوئے تو دارم روز و شب
بے قرارم بے قرارم بے قرارم روز و شب — مثل گردوں عمر در گردش گذارم روز و شب
گرچہ از جرم و خطا من شرمسارم روز و شب — لیک از الطاف تو امید دارم روز و شب
دفتر توحید تو چوں مے نگارم روز و شب — یا الٰہی بر سخن کن کامگارم روز و شب
غم بخور ہنگام غم اے غمگسارم روز و شب — دوست خود بے کسی اے دوستدارم روز و شب

ہندیا چوں باسخن بست است کارم روز و شب
می رسد امدادِ پروردگارم روز و شب

٭

غزل نوعِ دیگر

اک جہاں دیوانہ اس زلف سے دوتا ہو گیا — ابتدا ہی میں یہ سودا انتہا کا ہو گیا
آپ کو کھویا مگر جو یا خدا کا ہو گیا — راز جس پر منکشف فقر و فنا کا ہو گیا
ہم کو بھی آخر حضورِ قلب ہوتا ہے کبھی — عرض کر لیں گے جو موقعہ التجا کا ہو گیا
خالِ رُخ کے عشق میں مرتے ہیں عاشق سینکڑوں — سنکھیا کا عالم اس حبِ شفا کا ہو گیا
حائلِ نظارۂ دید کیا ہو گی نقاب — دور پردہ جس گھڑی شرم و حیا کا ہو گیا
سجدۂ عاشق سے اے بُت تجھ کو کیا حاصل ہوا — مفت بے ایمان اک بندہ خدا کا ہو گیا
یاد آتا ہے کہ معشوقوں میں بھی تھیں الفتیں — قحط اپنے عہد میں مہر و وفا کا ہو گیا
ٹالنا منظور تھا ہر چند پہلے ہی دلے — حیلۂ معقول اس بت کو حنا کا ہو گیا
ہے یہی عالم نمودِ یار کا تو دیکھنا — کچھ دنوں میں وہ قد بالا بَلا کا ہو گیا

یاد میں اس راست قامت کی یہ کی فریاد رِند
وہ قد بالا الف آخر ندا کا ہو گیا

٭

نوعِ دیگر غزل وحدت

زہے جاناں کہ بخشد تازہ جاں ہر جسم بے جاں را — خجل ز آبِ لبِ جاں بخش سازد آبِ حیواں را
زہے مہرے کہ شد پرتو فگن از مطلعِ وحدت — زہے ماہے کہ روشن کرد نورش اوجِ عرفاں را

زہے سلطان کہ ہر سرکش نہد گردن بفرمانش — زہے حاکم کہ دارد سرنگوں گردوں گرداں را

زہے دلبر کہ لمعاں رخش براوج محبوبی — کند روشن مہ تابندہ و مہر درخشاں را

زہے گل رو کہ آب و تاب رخسار پُر انوارش — دہد نشو و نما تازہ بہر موسم گلستاں را

زہے خالق کہ در یک لحظہ کرد از امر کن پیدا — زمین و آسماں عرش و فرش حور و غلماں را

خداوندے کہ اقلیم خدائی زیر فرمانش — شاہنشاہے کہ بخشد تاج سلطانی غلاماں را

ہر ملت بمحراب سجودش ماندہ خم گرداں — مسیحائی و موسائی و ہندو و مسلماں را

بہ یک دم ناتواں را او عطا سازد توانائی
بہ یک لحظہ بہ بخشد تازہ وسعت تنگ دستاں را

غزل نوعِ دیگر

ہر رفیقِ بے کس منزل بہ منزل رہ گیا — گر پڑا نغمہ اشک رخسار محفل رہ گیا

صید لاغر کر دیا تاخیرِ قاتل نے مجھے — ذبح کے لائق نہیں مرنے کے قابل رہ گیا

اے اجل! فرصت نہ دے افسوس ہے، افسوس ہے — آرزومند جفا احسانِ قاتل رہ گیا

دلائے قسمت بخل قاتل سے نہ برائی مراد — تشنۂ آب دم شمشیر بسمل رہ گیا

جوش حیرت نے نہ دی فرصت کہ جنبش کر سکے — آئینہ میری طرح ان کے مقابل رہ گیا

سخت جانی نے مرے کیا کیا دکھائے وقت ذبح — گر گیا خنجر کبھی بازوئے قاتل رہ گیا

زمزمہ سنجی بھلا دی خطرۂ صیاد نے — آتے آتے کان تک شور عنادل رہ گیا

سایۂ افگن کاکل پیچاں ہے رخِ صاف پر — ابر میں پوشیدہ ہو کر ماہ کامل رہ گیا

دی نہ فرصت ہمرہی کی اضطرابِ روح نے — دل میں پروانے کی سوز شمع محفل رہ گیا

سرجدا تن سے کیا آنکھوں پہ پٹی باندھ کر
اے نسیم افسوس ہے دیدارِ قاتل رہ گیا

+

نوعِ دیگر

گر بندۂ مطالب خود از خدا تعالیٰ طلب ‌‌‌‌ در دل مدار غیرِ خدا ماسوا طلب
در کار ہر چہ ہست ترا از خدا طلب ‌‌‌‌ مطلب طلب مراد طلب مدّعا طلب
در دل امید نیک دیداز بندگان مدار ‌‌‌‌ گر بندۂ خدائے و مردِ خدا طلب
گردن مکش زحکم الٰہی و دم مزن ‌‌‌‌ سر نہ بخاک عجز و ہمیشہ رضا طلب
ہر مطلبے کہ ہست زمطلوب خویش خواہ ‌‌‌‌ ہر مطلبے کہ ہست آزاں آشنا طلب

آرام جان زحضرت جاناں سوال کن
تسکین ز درگاہِ آں دلربا طلب

+

الحمد للہ کہ کتاب ہذا کی جلد دوم یہاں پر اختتام پذیر ہوئی۔

+

ملنے کا پتہ: سید محمد قاسم شاہ
نور پورہ شاہاں اسلام آباد

گوجر ادبی بورڈ لاہور' پاکستان

کے زیر اہتمام طبع ہونے والی نئی کتابیں

نمبر	کتاب	مصنف	قیمت
۱	تاریخ شاہان گوجر (جدید ایڈیشن)	مولانا محمد عبدالمالک کھوڑی	۲۰۰.۰۰
۲	تاریخ گوجراں (جلد دوم۔ پہلی مرتبہ)	مولانا حافظ عبدالحق سیالکوٹی	۱۰۰.۰۰
۳	اسرار کبیری (۳ جلد) افادات و ملفوظات	معمولات و وظائف حضرت باباجی لاروی (مکمل)	۳۵۰.۰۰
۴	بین الاقوامی معلومات عامہ	عبدالباقی نسیم	۲۰۰.۰۰
۵	محسن پاکستان چوہدری رحمت علی	پروفیسر محمد شریف بقاء لندن	۱۰۰.۰۰
۶	پیارا پاکستان	مرتبہ ادارہ گوجر گونج	۵۰.۰۰
۷	روشن ستارے (جلد اول)	چوہدری عبدالباقی نسیم	۱۰۰.۰۰
۸	زندہ مثالیں (جلد اول)	چوہدری عبدالباقی نسیم	۱۰۰.۰۰
۹	سانجھو لھلاڑو (گوجری شاعری)	پروفیسر ڈاکٹر صابر آفاقی اور مخلص وجدانی	۵۰.۰۰
۱۰	دیو (گوجری شاعری)	غلام یاسین غلام	۵۰.۰۰
۱۱	سیرت محبوب دو عالمؐ (بزبان گوجری)	از ابو العطاء فقیر محمد سعید چشتی	۱۵۰.۰۰
۱۲	گوجری ترجمہ قرآن مجید	ابو العطاء فقیر محمد سعید چشتی	۱۵۰.۰۰
۱۳	گوجری ترجمہ قرآن (تیہ واں پارہ)	عبدالرحیم ندیم	۲۰.۰۰
۱۴	کلیات مہجور (اردو' گوجری' پنجابی' ہندکو' فارسی)	محمد اسرائیل مہجور	۱۰۰.۰۰
۱۵	خونی لکیر	محمد شریف طارق ایڈووکیٹ	۲۰۰.۰۰
۱۶	تاریخ انجمن گوجراں آل جموں و کشمیر	چوہدری احمد دین صدر انجمن	۱۰۰.۰۰
۱۷	شہدائے گوجراں	ادارہ گوجر گونج	۱۰۰.۰۰
۱۸	پچی تند پریت (گوجری شاعری)	عبدالرشید پریم کوٹی	۵۰.۰۰
۱۹	چوہدری رحمت علی مشاہیر کی نظر میں	چوہدری عبدالباقی نسیم	۱۰۰.۰۰
۲۰	آئینہ تاریخ	مولانا مہدی الزماں	۱۰۰.۰۰
۲۱	زابلستان کے گوجر قبائل	انجینئر محمد اقبال بیلہ	۱۰۰.۰۰

ملنے کے پتے:

رحمٰن برادرز۔ رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار' لاہور

گوجری ادبی بورڈ رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار' لاہور

ماہنامہ "گوجر گونج" رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار' لاہور فون ۳۱۰۴۲۶ - ۰۴۲